دکنی مثنویوں کا انتخاب

ڈاکٹر اشرف رفیع

جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ

اشاعت مارچ ۱۹۸۹ء
کتابت : نعیم اللہ سرورق سید عبدالرحیم قادری
طباعت: دائرہ الکٹرک پریس چھتہ بازار
تعداد : ۵۰۰
قیمت: ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ

- ڈاکٹر اشرف رفیع، مکان نمبر 156 - 7 - 17 یاقوت پورہ حیدرآباد
- الیاس ٹریڈرس شاہ علی بنڈہ حیدرآباد، اے پی
- حسامیہ بک ڈپو، مچھلی کمان حیدرآباد
- انجمن ترقی اردو بک ڈپو اردو ہال حمایت نگر حیدرآباد
- دائرہ الکٹرک پریس، حیدرآباد

دکنی کی مایۂ ناز محقق

پروفیسر سیّدہ جعفر

کے نام

بصد خلوص

فہرست

صفحات

۱۔ مقدمہ	۵
۱۔ انتخاب مثنوی کدم راو پدم راو	۱
۲۔ 〃 یوسف زلیخا	۱۲
۳۔ 〃 قطب مشتری	۳۱
۴۔ 〃 سیف الملوک و بدیع الجمال	۴۹
۵۔ 〃 ماہ پیکر	۶۳
۶۔ 〃 پھولبن	۸۷
۷۔ 〃 گلشن عشق	۱۱۰
۸۔ 〃 علی نامہ	۱۳۱
۹۔ فرہنگ	۱۴۵ تا ۱۷۶

مقدمہ

عربی میں "مثنوی" کا مادہ ثنیٰ ہے۔ جس کے معنی "دو" کے ہیں۔ چونکہ مثنوی کا ہر شعر ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے اس لئے شعر کے دونوں مصرعوں کا خیال کر کے اس صنف کا نام مثنوی رکھا گیا۔ مثنوی کے لئے کچھ بحریں مختص ہیں مثلاً

۱. فعولن فعولن فعولن فعل بحر متقارب مثمن محذوف الآخر
۲. فاعلاتن فاعلاتن فاعلن / فاعلان۔ بحر رمل مسدس محذوف
۳. فاعلاتن فاعلاتن فاعلات / فعلاتن بحر رمل مسدس مخبون
۴. مفاعیلن مفاعیلن فعولن / مفاعیل ـــ بحر ہزج مسدس محذوف الآخر
۵. مفعول مفاعلن فعولن / مفاعیل ـــ بحر ہزج مسدس مقبوض
۶. فعولن فعولن فعولن فعل ـــ بحر خفیف مسدس محذوف
۷. مفتعلن مفتعلن فاعلن / فاعلات ـــ بحر سریع مسدس محذوف

اُردو کی اکثر و بیشتر مثنویاں بحر متقارب مثمن محذوف الآخر میں ہیں۔ دکنی کی اکثر مثنویاں بھی اسی بحر میں ہیں۔

الطاف حسین حالیؔ نے تمام اصناف سخن میں مثنوی کو "کارآمد صنف" بتلایا ہے یہ ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں تقریباً تمام اصناف سخن کا لطف آجاتا ہے۔ اس میں غزل رباعی قطعات، قصائد بھی ملتے ہیں اور موضوعاتی شاعری کا ربط و تسلسل بھی ملتا ہے۔

مثنوی میں شاعر کو کئی باتوں کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ چونکہ مثنوی میں کسی واقعہ یا قصہ کو پیش کیا جاتا ہے اس لئے مثنوی نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ قصہ گوئی کے اصول و شرائط کو پیش نظر رکھے۔ قصہ گوئی کی اولین شرط واقعہ کا تسلسل ہے اس لئے مثنوی میں ارتباطِ خیال لازمی ہے۔ ربط اور تسلسل کے لئے پلاٹ کی ترتیب اہمیت رکھتی ہے پلاٹ اس طرح ترتیب دیا جائے جس سے قصہ فطری انداز میں آگے بڑھتا رہے اس کے لئے شاعر کو قصہ کے آغاز، عروج اور انجام میں ڈرامائی تاثر پیدا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ڈرامائی تاثر حیرت، کشمکش اور انسانی تجربات اور خیالات اور جذبات کے اظہار سے پیدا ہوتا ہے۔ مثنوی کی زبان کا سادہ سلیس

اور پُر لطف ہونا ضروری ہے ورنہ قصہ میں دلچسپی باقی نہیں رہ سکتی۔

اردو میں باضابطہ مثنوی نگار کا آغاز بہمنی دور سے ہوتا ہے اس سے پہلے شمالی ہند میں صوفیائے کرام کی لکھی ہوئی کچھ نظمیں مثنوی کے فارم میں ملتی ہیں۔ مثنوی کے ان ابتدائی نمونوں میں کوئی قصہ یا کہانی نہیں ہوتی تھی بلکہ مذہبی اور صوفیانہ خیالات یا پند و نصائح پیش کئے جاتے تھے۔ نویں صدی ہجری کے اواخر میں قطبن کے یہاں "مرگاوتی" کے نام سے ایک نظم ملتی ہے۔ جسے ہم شمالی ہند میں مثنوی کا پہلا نمونہ کہہ سکتے ہیں۔

دکنی کے شاعروں نے مثنوی کی صنف پر خصوصی توجہ کی۔ اپنے ابتدائی زمانے ہی سے اردو مثنویاں خیالات، موضوعات اور اسالیب کے لحاظ سے متنوع ملتی ہیں۔ ان میں مذہبی مثنویاں بھی پائی جاتی ہیں، رزمیہ اور بزمیہ بھی۔ علاء الدین خلجی اور پھر محمد تغلق کے زمانہ میں علماء اور صوفیا کی ایک بڑی تعداد شمالی ہند سے دکن آکر آباد ہو گئی تھی رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کی خاطر انہوں نے عربی اور فارسی کو ترک کر کے یہاں کی عوامی زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا

۷۴۸ھ م ۱۳۴۷ء میں بہمنی سلطنت کے قیام کے بعد بہمنی بادشاہوں نے سیاسی استحکام اور ملکی انتظامات کے ساتھ ساتھ علم و ادب کے فروغ میں بھی دلچسپی لی۔ محمد شاہ بہمنی (۱۳۷۸ تا ۱۳۹۷ء) نے حافظ شیرازی کو دکن آنے کی دعوت دی تھی۔ فیروز شاہ بہمنی (۱۳۹۷ تا ۱۴۲۲ء) کے عہد میں بہت سے علماء و صوفیا دکن آئے جن میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ بھی شامل ہیں۔ احمد شاہ بہمنی (۱۴۲۲ تا ۱۴۳۵) کے دور حکومت میں شیخ آذری نے بہمن نامہ تصنیف کیا۔ بہمنی دور ہی میں شمالی ہند سے آئی ہوئی زبان دکن کے لسانی اور تہذیبی ماحول میں نشو و نما پا کر اپنی ایک الگ شناخت بنا رہی تھی جسے آگے چل کر دکنی کا نام دیا گیا اس زبان میں سب سے پہلی جو مثنوی ہمیں ملتی ہے وہ فخر دین نظامی بیدری کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" ہے یہ مثنوی احمد شاہ ولی بہمنی کے عہد (۸۲۵ھ - ۸۳۸ھ م ۱۴۲۲ء - ۱۴۳۵) میں لکھی گئی۔ احمد شاہ ولی بہمنی سلطنت کا نواں بادشاہ تھا۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ایک عشقیہ داستان ہے۔ دوسری مثنوی اشرف کی نوسرہار (۹۰۹ھ) کی تصنیف ہے اور اس میں امام حسینؑ کی شہادت اور واقعہ کربلا کو نظم کیا گیا ہے۔ بہمنی سلطنت کے دور انتشار میں شاہ میراں جی شمس العشاق کی تن

خوش نغز، اور سخن مرغوب ملتی ہیں۔ ان نظموں میں شاہ میراں جی خدا نمانے تمثیلی انداز میں تصوف اور معرفت کے مسائل سمجھائے ہیں۔ سخن مرغوب میں تصوف کے اعلیٰ منازل اور نکات کی تشریح کی گئی ہے بہمنی دور کی ان مثنویوں کا اگر جائزہ لیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں مذہبی مثنویوں کا عام رواج رہا ہے

۱۵۲۷ء میں بہمنی سلطنت کے خاتمہ کے بعد بیجاپور میں عادل شاہی، گولکنڈہ میں قطب شاہی، احمد نگر میں نظام شاہی، بیدر میں برید شاہی اور برار میں عماد شاہی سلطنتیں قائم ہو گئیں مغلوں کے مسلسل حملوں کے باعث آخری تین سلطنتیں زیادہ عمر نہ پا سکیں۔

۸۹۵ھم ۱۴۹۰ء میں یوسف عادل شاہ نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے عادل شاہی سلطنت قائم کی اور بیجاپور کو اپنا پایہ تخت بنایا اس حکومت کے سب ہی بادشاہ علم وادب کی سرپرستی کرتے تھے اور وہ خود بھی شاعر ادیب اور فن کار تھے۔ عادل شاہی دور میں بہت سے علمار اور فضلار مورخ اور شعرا عرب و ایران سے بیجاپور آئے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ - ۱۰۳۷ ھم ۱۵۸۰ - ۱۶۲۷) کے دور حکومت میں دکنی زبان کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ بادشاہ کے دربار میں عالم و فاضل مصاحبین ہمیشہ موجود رہتے تھے ابراہیم خود بھی شاعری خطاطی اور خصوصاً فنِ موسیقی میں بڑا کمال رکھتا تھا اس کے عہد میں مثنوی نگاری کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ دکنی کے بیجاپور اسکول میں عبدل، امین مقیمی، صنعتی ملک خوشنود حسن شوقی رستمی اور نصرتی جیسے شعرار نے اپنے بے نظیر شعری وادبی کارنامے چھوڑے ہیں۔ عبدل کا ابراہیم نامہ، امین کی بہرام و حسن بانو مقیمی کی چندر بدن و مہیار، صنعتی کی قصہ بے نظیر، ملک خوشنود کی جنت سنگھار حسن شوقی کی مثنوی فتح نامہ نظام شاہ، رستمی کا خاور نامہ اور نصرتی کی گلشن عشق علی نامہ اور تاریخ اسکندری عادل شاہی دور کی مشہور و معروف مثنویاں ہیں عبدل نے "ابراہیم نامہ" بادشاہ کی فرمائش پر منظوم کیا جس میں ابراہیم عادل شاہ کو ایک جامع صفات شخصیت کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ مثنوی ایک لحاظ سے نیم تاریخی سوانح ہے جو اس دور کے تہذیبی سماجی اور ادبی موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ اسی سے اس مثنوی کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ شاعر کو اس مثنوی میں کئی باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری تھا سب سے پہلے تو بادشاہ کی خوشنودی، دوسرے بادشاہ خود اس مثنوی کا ہیرو ہے جس کی ذات و صفات کے

بیان میں زبان اور قلم کی جنبش بے مہار نہیں ہو سکتی۔ تیسرے اس دور کی تاریخ اور تہذیب طرزِ معاشرت، رقص و موسیقی فنِ تعمیر اور شاہی دربار اور مجلسی آداب لباس زر زیور سب کو اپنی گرفت میں لینا تھا اور پھر فنِ شعر میں بھی اپنا کمال دکھانا تھا۔ عبدل نے اس مثنوی میں "انمول رتن" سجا دیئے ہیں۔ اس مثنوی میں شاعر نے ہندی اسلوب کی جگہ فارسی کو دینے کی کوشش کی ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اسے جس شخصیت کا اظہار کرنا تھا اور جس دور کی تاریخ اور تہذیب پیش کرنا تھا اس کے لئے ہندی اسلوب سبک پڑتا تھا شاعر نے اس مثنوی میں جگہ جگہ قصیدہ آرائی بھی کی ہے جس کے لئے فارسی آہنگ اور اسلوب کا سہارا ضروری تھا۔

کمال خاں رستمی کا "خاور نامہ" چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ایک طویل مثنوی ہے یہ ایک فرضی داستان ہے جس میں ۲۲۲ ابواب آتے ہیں فارسی خاور نامہ ابن حسام نے (۸۷۵ھ م ۱۴۷۰ء) میں شاہنامہ فردوسی کے اتباع میں لکھا تھا اس کے تقریباً پونے دوسو سال بعد سنہ (۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ء) میں رستمی نے فارسی خاور نامہ کو سامنے رکھ کر اس کا دکنی ترجمہ کیا ہے۔ یہ ادبی کام ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ہوا تھا رستمی نے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں اس ترجمہ کو مکمل کیا جس کے صلہ میں ملکہ نے اسے انعام و اکرام عطا کیا یہ ترجمہ آزاد نہیں ہے بلکہ پابند ہے۔ اس کا قصہ داستان امیر حمزہ سے ملتا جلتا ہے مگر اس مثنوی کا مرکزی کردار حضرت علیؑ ہیں۔

خاور نامہ داستانی انداز کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جس میں مذہبی رنگ کے ساتھ ساتھ مختلف کیفیات جذبات و احساسات ایقان اور اعتماد کی عکاسی کی گئی ہے طویل مثنوی ہونے کے باوجود خاور نامہ (دکنی) کے زبان و بیان میں دلکشی اور دلفریبی ربط اور تسلسل ہے خاور نامہ دکنی ذخیرۂ الفاظ کا ایک خزانہ ہے۔

صنعتی محمد عادل شاہ کے دور (۱۰۳۷ھ - ۱۰۶۷ھ م ۱۶۲۸ء - ۱۶۵۶ء) کا شاعر ہے "قصہ بے نظیر" میں اس نے محمد عادل شاہ کی مدح کی ہے۔ خاور نامہ کی مقبولیت کی وجہ سے اس دور کے شاعروں میں مثنوی بڑی مقبول صنف سخن تھی

صنعتی کو جب اس بات کا شدید احساس ہوا کہ اسے عمر یوں ہی گنوا دی اور کوئی قابل قدر کارنامہ انجام دیا اور نہ ہی اپنی کوئی یادگار چھوڑی ہے تو اس نے مثنوی

لکھنے کی ٹھان لی۔ قصۂ بے نظیر (۱۰۵۵ھ م ۱۶۴۵ء) میں حضرت تمیم انصاری کے حالات و واقعات لکھے ہیں یہ عجیب وغریب بلکہ [illegible] فرضی واقعات ہیں۔ جو مثنوی کی داستانوں کی فضا کو تو سنوارتے ہیں لیکن حضرت تمیم انصاری کے سوانح سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ صنعتی کا کمال یہ ہے کہ اس نے بہت کچھ خیالی اور فرضی واقعات کو اپنے حسنِ بیان زورِ کلام اور اسلوب اور آہنگ سے صداقت کا رنگ دے دیا ہے۔

ملک خوشنود خدیجہ سلطان کے جہیز میں گولکنڈہ سے بیجاپور آیا تھا اپنی ذاتی قابلیت سے اس نے سلطان بیجاپور کا تقرب حاصل کیا اور گولکنڈہ میں بیجاپور کی سفارت بھی انجام دی۔ ساتھ ہی ساتھ ملک خوشنود اس دور کا ایک ممتاز شاعر تھا۔ سلطان محمد عادل شاہ کی فرمائش پر اس نے امیر خسرو کی یوسف زلیخا اور ہشت بہشت کو دکنی میں منتقل کیا ہے جنت سنگھار امیر خسرو کی فارسی کی مثنوی ہشت بہشت کا دکنی میں آزاد ترجمہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ء میں مکمل ہوئی۔

ملک خوشنود نے اپنے ایک شعر میں اس کا نام خود جنت سنگھار لکھ دیا ہے ؎

امولک نے بدل جیوں زرنگار ہے ∴ جم اس کا ناؤں سو جنت سنگھار ہے

یہ مثنوی امیر خسرو کی ہشت بہشت کا شعر بہ شعر ترجمہ ہے جو آگے چل کر [illegible] آزاد ترجمہ ہوتا جاتا ہے جنت سنگار ایک معرکۃ الآرا فارسی کارنامہ کا ترجمہ ہے مگر ملک خوشنود اس کے ساتھ انصاف نہ کر سکا شاید اس کی شاعرانہ طبیعت ترجمہ کی پابندی نہیں کر سکتی تھی اس لئے مثنوی کے آغاز میں لکھی حمد نعت اور منقبت میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے اس مثنوی کا اہم کردار شاہ بہرام ہے۔ شاہ بہرام گور کے بارے میں دکنی میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں۔ دوسری مثنوی "بہرام و حسن بانو" کے عنوان سے امین نے نظم کی ہے جسے امین کی وفات کے بعد (۱۰۵۰ھ م ۱۶۳۹ء) میں ایک دوسرے شاعر دولت نے مکمل کیا۔ امین نے مقیمی کی چندر بدن و مہیار سے متاثر ہو کر بہرام گور اور حسن بانو لکھنی شروع کی تھی ؎

یکایک میرے دل پر آیا خیال ∴ قصہ یک لکھوں میں مقیمی مثال

یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جس میں رزم و بزم کی مختلف کیفیات قلمبند کی گئی ہیں۔ اسکا

قصہ دلچسپ اور رنگین ہے۔ اس مثنوی کی زبان فارسی اسلوب سے قریب تر ہے
فتح نامہ نظام شاہ حسن شوقی کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جو جنگ تالیکوٹ کی فتح (۹۷۲ھ م ۱۵۶۴ء) کے موقع پر تصنیف ہوئی ہے اس مثنوی میں حسین نظام شاہ کو ایک فاتح کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ "فتح نامہ" میں فنِ جنگ کے بارے میں بہت سی معلومات اکٹھا کر دی گئی ہیں۔ یہ مثنوی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ جس میں اس زمانے کے سیاسی تہذیبی اور معاشرتی حالات کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے شوقی کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حسن شوقی کی دوسری مثنوی 'میزبانی نامہ' ہے جو سلطان محمد عادل شاہ کی شادی کے موقع پر لکھی گئی ہے۔ اس مثنوی میں اس دور کے سماجی اور تہذیبی نقش و نگار ابھرتے ہیں۔

اس مثنوی میں حسن شوقی نے زبان و بیان کا بڑا کمال دکھایا ہے۔ سنہ ۱۰۳۷ھ ۱۰۵۰ھ کے درمیان مقیمی نے مثنوی چندر بدن و مہیار لکھی۔ اس کا قصہ اس زمانے میں بہت مشہور تھا اس قصہ کے متعلق شاہ تجلی نے تزک محبوبیہ میں لکھا ہے کہ میسور کے راستہ میں انہوں نے ایک ایسی قبر دیکھی جس پر دو تعویذیں تھیں دریافت کرنے پر لوگوں نے ایک ایسا قصہ سنایا جیسا کہ چندر بدن و مہیار کا ہے

قصہ کی ندرت نے مثنوی میں تجسس اور شوق کو آگے بڑھایا ہے قصہ خالص عشقیہ ہے شاعر نے ساری توجہ قصہ پر صرف کی ہے اس کے باوجود مثنوی میں جذبات، احساسات اور شاعرانہ تخیل کی فراوانی ہے۔

اس قصہ کی دکن میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ محمد باقر آگاہ کی مثنوی "عرقاب عشق" سید محمد والہ کی مثنوی "طالب و موہنی" کا قصہ بھی چندر بدن و مہیار سے ملتا جلتا ہے۔ میر کی مثنوی "دریائے عشق" اور مصحفی کی "بحر المحبت" بھی کچھ اس سے ملتی جلتی مثنویاں ہیں۔ چندر بدن و مہیار میں دو تہذیبوں کی آمیزش ہے اسی لحاظ سے فارسی اور ہندوی دو اسالیب کا امتزاج بھی ملتا ہے۔

عادل شاہی دور کے آخری زمانے میں نصرتی جیسا ماہر رزم و بزم شاعر پیدا ہوا جس نے ایک رزمیہ مثنوی گلشن عشق نظم کی اور ایک رزمیہ مثنوی علی نامہ لکھی جس کے

بعد ایک تاریخی مثنوی بعنوان تاریخ اسکندری منظوم کی

شیخ احمد گجراتی کے بیٹے محمد بن عاجز نے یوسف زلیخا (۱۰۴۴ھ م ۱۶۳۴) اور لیلیٰ مجنوں (۱۰۴۶ھ م ۱۶۳۶) دو اہم مثنویاں لکھیں۔ یوسف زلیخا سلطان محمد عادل شاہ کے ملاحظہ میں پیش کی گئی تھی۔ عاجز کی مثنوی یوسف زلیخا کی ترتیب وہی ہے جو شیخ احمد گجراتی کی مثنوی کی ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی قطب شاہی عہد کی پہلی مثنوی ہے عاجز کی مثنوی اس سے تقریباً نصف صدی بعد کی ہے اس لئے اس میں زبان اور اسلوب کی صفائی زیادہ ہے۔

عاجز کی دونوں مثنویاں مختصر، رواں اور فارسی اسلوب سے قریب تر ہیں۔ ان دونوں مثنویوں کے کردار عربی ہیں لیکن عاجز نے انہیں ہندوستانی تہذیب اور ماحول میں پیش کیا ہے۔ عاجز اور مقیمی کی مثنوی کے طرز نے بیجاپور کی مثنویوں کو اسلوب کے اعتبار سے قطب شاہی مثنویوں سے قریب کر دیا۔ دراصل یہ تبدیلی غواصی کی مثنوی سیف الملک و بدیع الجمال کے بعد ہی سے بیجاپور میں محسوس ہونے لگی ہے جبکہ غواصی بہ حیثیت سفیر گولکنڈہ سے بیجاپور گیا تھا۔

شاہ امین الدین علی اعلیٰ برہان الدین جانم کے فرزند اور خلیفہ تھے آپ نے سلوک و معرفت کے موضوعات میں نثر اور نظم میں کئی رسائل لکھے۔ حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ سے کئی مثنویاں منسوب ہیں۔ ان میں "رموز السالکین" "نظم وجودیہ" اور "نظم تحریبہ" شامل ہیں میراں ہاشمی بیجاپور کے آخری زمانے کا ایک مشہور شاعر ہے۔ یہ بڑا پر گو شاعر تھا اس کی ایک مثنوی "یوسف زلیخا" مشہور ہے۔ اسی زمانہ کا ایک اور شاعر ایاغی تھا جس نے زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی ہیں اس کی ایک مثنوی "نجات نامہ" ہے۔ سکندر عادل شاہ کے دور انتشار میں جو عادل شاہی عہد کا آخری حکمراں تھا دو اور مشہور شاعروں کے نام آتے ہیں ایک سیوا جس نے فارسی مثنوی روضتہ الشہدا کو اردو میں نظم کیا اور دوسرا امین جس نے "عشق نامہ" میں حضرت سید محمد جونپوری کے حالات لکھے ہیں۔

قطب شاہی عہد حکومت ۹۲۴ھ م ۱۵۱۸ء سے شروع ہوتا ہے قطب شاہی بادشاہوں نے دکنی زبان و ادب کی دل کھول کر خدمت کی۔ گولکنڈہ کے شاعروں

نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے خاص طور پر مثنویوں میں قطب شاہی شاعروں
نے بڑے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یہ مثنویاں زیادہ تر مذہبی عشقیہ اور رزمیہ
ہی ہیں۔ اس دور کے آغاز میں محمود ملا خیالی اور فیروز کے نام ملتے ہیں لیکن مثنوی
کے میدان میں ان کے کوئی کارنامے دستیاب نہیں ہیں فیروز کا "پرت نامہ" پروفیسر مسعود حسین
خاں نے ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے پرت نامہ میں فیروز نے حضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی کی منقبت اور اپنے مرشد شیخ ابراہیم مخدوم کی مدح کی ہے۔ پروفیسر مسعود حسین
خاں کی رائے میں پرت نامہ کوئی اہم کارنامہ نہیں ہے۔ قطب شاہی عہد کی سب
سے پہلی مثنوی جو اب تک دریافت ہوئی ہے وہ احمد گجراتی کی "یوسف زلیخا" ہے
اس مثنوی کو پروفیسر سیدہ جعفر نے مرتب کر کے سنہ ۱۹۸۳ء میں شائع کر دیا ہے۔ شیخ
احمد گجراتی کی دوسری مثنوی لیلیٰ مجنوں ہے۔

شیخ احمد گجراتی محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ میں گجرات سے گولکنڈہ آیا تھا
اس کا ذکر تفصیل سے بعد میں آئے گا۔ لیلیٰ مجنوں اور یوسف زلیخا کے بعد محمد قلی قطب
شاہ کے عہد میں ہی بادشاہ کے انتقال سے دو سال قبل وجہی نے قطب مشتری لکھی
لکھی جو اپنے موضوع اور اسلوب کی وجہ سے دکنی کی اہم مثنوی سمجھی جاتی ہے
سنہ ۱۶۱۱ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب
شاہ تخت نشین ہوا۔ محمد قطب شاہ نے ہی محمد قلی قطب شاہ کے کلیات مرتب کیا۔ یہ
بڑا متقی بادشاہ گزرا ہے ۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء میں محمد قطب شاہ کے فرزند عبداللہ
قطب شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ عبداللہ قطب شاہ بڑا علم دوست بادشاہ
تھا اور خود بھی شاعر تھا دکنی نثر کا پہلا لازوال نثری کارنامہ "سب رس" اسی کے
عہد میں وجہی نے انجام دیا۔ ایران کے بڑے بڑے علماء عبداللہ قطب شاہ کے
دربار سے وابستہ تھے۔ اور دکنی کے نامور شاعر وجہی غواصی ابن نشاطی
جنیدی طبعی حضرت شاہ راجو حسینی اسی دور میں فکر سخن اور نظم نگاری میں مصروف
تھے۔ غواصی نے اسی عہد میں تین مثنویاں سیف الملوک و بدیع الجمال مینا ستونتی اور
طوطی نامہ لکھیں۔ وجہی کی مثنوی قطب مشتری نے گولکنڈہ میں اپنا مقام بنا لیا تھا تو
غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال (منظومہ ۱۶۲۵ء) نے شعرائے بیجاپور

(دوسری

سے بھی اپنا لوہا منوالیا یہ مثنوی قصہ الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔ غواصی کی مثنوی مینا ستونتی ہے جو ایک فارسی داستان کا ترجمہ ہے اس مثنوی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے کردار ہندو ہیں لیکن اپنے انداز فکر اور طرز معاشرت میں مسلمان ہیں اس میں خصوصیت سے عورتوں کی زبان ان کے محاورے اور ان کے مختلف کردار ملتے ہیں۔ غواصی کی تیسری مثنوی طوطی نامہ ضیاء الدین نخشبی کی تصنیف فارسی طوطی نامہ سے ماخوذ ہے یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں ۱۶۳۹ء میں لکھی گئی۔ اس مثنوی کی زبان غواصی کی پچھلی دونوں مثنویوں سے زیادہ منجھی ہوئی ہے۔ اسی زمانے میں ابن نشاطی نے اپنی مثنوی پھول بن منظوم کی جو بساتین الانس سے ماخوذ ہے یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے اسی دور کے ایک اور شاعر احمد جنیدی نے ماہ پیکر (۱۶۵۳ء) کے نام سے ایک مثنوی تصنیف کی یہ بھی ایک عشقیہ داستان ہے جس میں اسلامی ماحول چھایا ہوا ہے۔ غواصی کی مینا ستونتی کو اپنے زمانے میں بڑی شہرت حاصل ہوگئی تھی کئی شاعروں نے اس قصہ کو نظم کیا ہے جہدوی نے 'مینا ولورک' کے نام سے ایک مثنوی ۱۶۶۹ء میں قلمبند کی اس مثنوی کی زبان غواصی کی زبان سے زیادہ نکھری ستھری ہے

قطب شاہی عہد کا آخری تاجدار ابوالحسن تانا شاہ ۱۶۷۲ء میں تخت نشین ہوا اس دور کی دستیاب مثنویاں عبداللہ قطب شاہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد کی مثنویوں کے مقابل بہت کمزور ہیں۔ اس دور کا اہم شاعر طبعی ہے اس نے مثنوی "بہرام و گل اندام" ۱۶۷۰ء میں رقم کی یہ شاہ بہرام گور کو موضوع سخن بنانے والی تیسری دکنی مثنوی ہے۔ پہلی مثنوی امیر خسرو کی ہشت بہشت کا دکنی ترجمہ ملک خوشنود کی جنت سنگھار اور دوسری امین کی "بہرام و حسن بانو" ہے۔ یہ دونوں مثنویاں عادل شاہی دور کی یادگار ہیں طبعی نے نظامی کی ہفت پیکر کا سہارا لیا ہے۔ 'بہرام و گل اندام' اس دور کی بہترین مثنوی کہی جا سکتی ہے جس کی فنی اور ادبی سطح بہت بلند ہے

اس دور کے ایک شاعر محب نے "معجزہ فاطمہ" ایک مثنوی لکھی۔ محب کا ہمعصر ایک عالم شاعر شیخ داؤد فیضی بھی تھا اس نے زیادہ تر مذہبی کتابیں لکھی ہیں اس کی مثنوی ہدایات الہندی ایک مذہبی مثنوی ہے جس میں قرآن

اور حدیث کی روشنی میں تصوف کے مسائل سمجھائے گئے ہیں قطب شاہی عہد کے آخری زمانے میں سیوک نے جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ایک طویل مثنوی لکھی ۔ اسی کے آس پاس دو اور مذہبی مثنویاں لکھی گئیں ایک قدرتی کی طویل مثنوی قصص الانبیاء اور اولیا کی قصہ ابو شحمہ ہے۔ ابوالحسن تانا شاہ کے زمانے میں جو مثنویاں لکھی ہیں ان میں مذہبی مثنویاں زیادہ ہیں آخر میں ایک عشقیہ مثنوی فائز کی رضوان شاہ و روح افزا (۱۶۸۲ء) میں ملتی ہے جس کا قصہ قدیم عشقیہ داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔ یہ قطب شاہی عہد کی آخری مثنوی ہے اور دکنی اردو کو ریختہ سے ملانے والی پہلی مثنوی ہے ۔ اس مثنوی سے قبل تمام مثنویوں کے عنوانات دکنی یا فارسی شعر میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن رضوان شاہ اور روح افزا میں فائز نے عنوانات اردو نثر میں دیے ہیں یہ اس کی جدت ہے۔ اس دور میں مذہبی مثنویوں کی کثرت سے اس ذہنیت کا پتہ چلتا ہے کہ دور انتشار میں شاعر عام زندگی سے فرار چاہتا ہے اور اس میں مذہبی رجحانات بڑھ جاتے ہیں۔

دکن میں بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد جو پانچ ریاستیں قائم ہوئیں ان میں عادل شاہی اور قطب شاہی دو دکنی سلطنتوں کو لسانی اور ادبی اعتبار سے زبردست اہمیت حاصل ہے۔ ان حکومتوں کے بادشاہ ذی علم، صاحب ذوق فنون لطیفہ کے شیدائی، علم موسیقی کے ماہر اور علم و فن اور شعر و ادب کے سرپرست تھے ۔ کئی شاعر ان کے دربار سے وابستہ تھے ۔ بیجاپور اور گولکنڈہ میں ہر صنف سخن میں ان شاعروں نے طبع آزمائی کی۔ بیجاپور میں نسبتاً زیادہ مثنویاں لکھی گئیں ۔ مگر بیجاپور کی مثنویوں کو سمت و راہ دکھانے والی مثنویاں گولکنڈہ میں لکھی گئیں۔ مثلاً غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال نے مقیمی کو چندر بدن و مہیار لکھنے پر اکسایا۔ مقیمی اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے ؎

تتبع غواصی کا باندیا ہوں میں   سخن مختصر لیا کے ساندیا ہوں میں

مقیمی کی اس مثنوی نے بیجاپور کی مثنویوں کے اسلوب و آہنگ کو بہت متاثر کیا یہاں سے فارسی کا اثر بیجاپور کی مثنویوں میں نمایاں نظر آتا ہے اس سے پہلے بیجاپور کا ادب ہندی بلکہ سنسکرت الفاظ اور ہندو ضمنیات سے قریب تھا اس کی ایک وجہ

لئے یہ تھی کہ بیجاپور کے شاعر شمالی ہند میں مروج فارسی لسان و ادب اور اس کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہتے تھے ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ تھے جو بہمنی عہد میں شمال سے آئے تھے مگر آفاقی کے بجائے دکنی کہلانا پسند کرتے تھے اس لئے بہمنی دور میں اور عادل شاہی دور میں وقتاً فوقتاً دکنی اردو سرکاری زبان رہی جس پر مقامی اثرات زیادہ رہے۔ دوسری وجہ یہ کہ عادل شاہی سلطنت کے بانی یوسف عادل شاہ نے بیجاپور کے ایک زمیندار کمند رائے کی لڑکی بوبوجی خاتون سے شادی کی تھی۔ اس طرح مشترکہ تہذیب اور زبان کو اس عہد میں اپنے آغاز ہی سے فروغ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے بارے میں تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ فارسی جانتا تھا مگر بولتا نہیں تھا اس کے برخلاف اسے ہندی زبان، ہندو دیومالا اور ہندوستانی موسیقی سے بڑا گہرا لگاؤ تھا۔ اس نے ہندوستانی اور ایرانی موسیقی کے امتزاج سے کئی راگ راگنیاں ترتیب دیں۔ اسے سرسوتی سے بڑی عقیدت تھی۔ ایک دنیا اسے جگت گرو کہتی تھی۔ اس کے بیشتر گیتوں میں سرسوتی، اندر، شیو، پاربتی، گنیش، رام کشن اور لکشمن کا بار بار ذکر آتا ہے۔ دوسری عظیم دکنی سلطنت گولکنڈہ کے بادشاہ قراقوینلو قبیلہ کے ترکی النسل تھے۔ ان کے دربار میں ایران سے آئے ہوئے مشہور و ممتاز عالم فاضل مثلاً پیشوائے سلطنت میر محمد مومن استرآبادی اور وزیر اعظم علامہ ابن خاتون آملی۔ مرزا محمد سعید میر جملہ بھی تھے۔ ملا علی بن طیفور اور حسین آملی حکومت میں اہم عہدوں پر فائز تھے۔ یہاں کی تہذیب پر ایرانی اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں دبستان گولکنڈہ کے ادب اور خاص طور پر مثنویوں میں بیرا کثر ان الفاظ کے ساتھ عربی اور فارسی الفاظ کثرت سے ملتے ہیں اسالیب آہنگ اور عروض بھی فارسی ہی ہے جبکہ عادل شاہی دور کے اوائل میں ہندی اسلوب اور عروض کی طرف زیادہ رجحان ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گولکنڈہ کی مثنویاں آج بھی آسانی سے پڑھی جاتی اور سمجھ میں آتی ہیں۔

شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا نظامی گنجوی کی فارسی مثنوی یوسف زلیخا کا ترجمہ ہے۔ دکنی کی اکثر مثنویاں طبعزاد یا تاریخی اور قرآنی قصص پر مبنی ہیں

غواصی نے گولکنڈہ اسکول میں سب سے پہلے آزاد ترجموں کو رواج دیا اور فارسی عربی اور ہندی کے ادبی کارناموں سے مواد حاصل کیا۔ غواصی کی مثنوی میناستونتی کا پلاٹ داؤد کی اودھی نظم "چنداین" سے لیا گیا ہے۔ مثنوی "سیف الملوک و بدیع الجمال" تھوڑی سی کمی و بیشی کے ساتھ الف لیلیٰ سے ماخوذ ہے۔ اس کی تیسری مثنوی "طوطی نامہ" نخشبی کے فارسی طوطی نامہ پر مبنی ہے۔ جس کی اصل سنسکرت کی سپتا شتکا ہے۔ عاجز کی لیلیٰ مجنوں کی اصل   بھی فارسی مثنوی ہے ملک خوشنود کی جنت سنگار امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے۔ فارسی کی مشہور مثنویوں کی بنیاد پر ہی امین نے بہرام و حسن بانو اور طبعی نے بہرام و گل اندام لکھی۔ رستمی نے اپنی مثنوی "خاور نامہ" ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ابن حسام کے خاور نامہ کو سامنے رکھ کر نظم کیا۔ ہندی سے ماخوذ مثنویوں میں نصرتی کی مثنوی "گلشن عشق" کو اہم مقام حاصل ہے۔ دکنی مثنویوں میں رزمیہ اور بزمیہ دونوں مثنویاں شامل ہیں۔ رزمیہ مثنویاں زیادہ تر تاریخی ہیں۔ ان مثنویوں میں تہذیبی عناصر کی بھی عکاسی ملتی ہے مثلاً حسن شوقی کی فتح نامہ نظام شاہ، میزبانی نامہ اور نصرتی کا علی نامہ وغیرہ۔

عادل شاہی عہد کے ابتدائی دور کی مثنویاں مذہبی زیادہ ہیں۔ اور گولکنڈہ کے آخری بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں مذہبی مثنویاں زیادہ ملتی ہیں۔ دکن میں عشقیہ مثنویوں کی روایت بہت مضبوط ہے یہاں کی شعری فضا پر جذبۂ عشق کی کارفرمائی زیادہ نظر آتی ہے۔

دکنی مثنویوں میں دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی عکاسی کی گئی ہے بیجاپور کی مثنویوں میں خاور نامہ (رستمی) قصص الانبیا (قادری) جنت سنگھار (ملک خوشنود) گلشن عشق (نصرتی) علی نامہ (نصرتی) یوسف زلیخا (ہاشمی) اور دلبستان گولکنڈہ کی مثنویوں میں وجہی کی قطب مشتری، غواصی کی سیف الملوک و بدیع الجمال ابن نشاطی کی پھول بن، طبعی کی بہرام و گل اندام ایسی مثنویاں ہیں جن میں دکن کی تہذیب اور طرز معاشرت کے ایک ایک پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔

دکنی مثنویوں میں شاہانہ طمطراق کے ساتھ ساتھ عوامی زندگی کے دکھ سکھ

کی بھی جھلک نظر آتی ہے۔ یہاں کے فنون لطیفہ اور یہاں کا ادب اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ دکنی تہذیب ہمیشہ سے قومی یکجہتی اور انسان دوستی کی مظہر رہی ہے دکنی مثنویوں میں قدیم اساطیر اور ہندو دیومالا کا ایرانی روایات اور اسلامی عناصر کے ساتھ تال میل نظر آتا ہے مثال کے طور پر مینا ستونتی کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

دبستان گولکنڈہ کے مقابلہ میں دبستان بیجاپور کی مثنویاں زیادہ طویل ہیں اور یہاں قصوں پر زور دیا گیا ہے۔ گولکنڈہ کی مثنویاں فنی اعتبار سے زیادہ سلجھی ہوئی اور صاف ہیں۔ یہاں جزئیات نگاری کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔

دکن کی مثنویوں میں حقیقت نگاری کا میلان ہے۔ قدرتی مناظر کی عکاسی جذبات نگاری، مشاہدات اور تجربات کے اظہار میں تصنع اور تکلف نہیں جس کی وجہ سے یہ مثنویاں گراں اور بوجھل نہیں معلوم ہوتیں۔ ان میں صفائی سادگی اور دلکشی آگئی ہے زبان اور الفاظ کے انتخاب اور استعمال میں بھی دکنی شعرا آزاد ہیں فارسی عربی الفاظ عام زندگی میں جس طرح بولتے ہیں اسی طرح نظم بھی کرتے ہیں۔ یعنی عربی فارسی الفاظ کے صحیح تلفظ اور املا کی بجائے عام بول چال کا صوتی نظام اور اسی کے مطابق آسان املا دکنی شاعری میں رائج تھا۔ اس میں کچھ شاعرانہ مجبوریوں اور ردیف قافیہ کی پابندیوں کا بھی دخل تھا۔ دکنی مثنویوں میں ہندوستانی عورت کا تصور کھل کر سامنے آتا ہے یہ عورت اردو کی عام مثنویوں کی طرح مجہول شرم وحیا کی پیکر اور حسن و محبت کی دیوی ہی نہیں بلکہ موقع و محل کی مناسبت سے بڑے بڑے مردانہ کام بھی کر جاتی ہے جیسے گلشن عشق میں رانی، بادشاہ کے غیاب میں حکومت کا سارا کاروبار سنبھالتی ہے۔ ماہ پیکر تیں ماہ سیاہ لباس زیب تن کر کے پیکر کو دیکھنے کے لیے تن تنہا مردانہ وار نکل پڑتی ہے۔ مشتری کو مصوری سے دلچسپی ہے اور فنون لطیفہ میں خواتین کی دلچسپی اور مہارت کی کئی اور مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ شاعروں نے دکنی مثنویوں میں اخلاق اور

پند و نصیحت کی بھی گنجائش نکال لی ہے۔ خدا کا خوف، موت کا ڈر اور اس دنیا کے فانی ہونے کا احساس دلاتے ہیں تاکہ انسانیت اور اخلاق کے حدود سے تجاوز نہ ہونے پائے۔ ما فوق الفطرت کردار اور محیر العقول حالات بھی پیدا کرتے ہیں تاکہ قاری کی حیرت اور دلچسپی برقرار رہے۔ جو ان کے تخیل کی کارفرمائی کا نتیجہ ہے۔

دکنی مثنویوں کے ابواب اور ان کے عنوانات فارسی یا دکنی اشعار میں باندھے گئے ہیں فائز نے غالباً سب سے پہلے "رضوان شاہ اور روح افزا" میں ابواب کی سرخیاں دکنی نثر میں لکھی ہیں۔

دکنی مثنویوں میں واقعات اور روایات کی تکرار ملتی ہے۔ جیسے ایک بادشاہ ہوتا ہے جسے دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ کمی ہے تو اولاد کی۔ نجومیوں رمالوں اور جوتشیوں کی پیشین گوئی کے مطابق اولاد ہوتی ہے اور اس کو بارہ سال یا چودہ سال میں کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یا پھر شہزادہ کسی دوشیزہ کو خواب میں دیکھ کر اپنا فریفتہ ہوتا ہے کہ سدھ بدھ گنوا بیٹھتا ہے۔ دلربا کی تلاش میں نکلتا ہے تو اسے راستے میں دیو پری، طوفان سحر اور جادو کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے کسی بزرگ کی دعا یا دوا کی بدولت مصیبت سے نجات ملتی ہے یا پریوں کی مدد شامل حال ہوتی ہے اور وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دکنی مثنویاں عام طور پر طربیہ ہیں۔ دو ایک ایسی ہیں جن کا انجام المیہ ہے جیسے چندر بدن و مہیار۔ سنسنی خیزی اور مافوق الفطرت عوامل قصہ کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ زندگی کی دشواریوں کے تمثیلی اظہار کا کام دیتے ہیں۔

ان مثنویوں کے بیچ بیچ میں دیگر اصناف سخن جیسے غزل قصیدہ، رباعی اور قطعات کا لطف بھی آتا ہے جس کی وجہ سے مثنوی میں یکسانیت کی اکتاہٹ پیدا نہیں ہونے پاتی۔ دکنی زبان کے لسانی مطالعہ کے لئے دکنی مثنویاں بڑی مدد و معاون ہیں۔ ان مثنویوں سے مشترکہ تہذیب کے اثرات، انسان دوستی، اعلیٰ اقدار

عام انسانوں بادشاہوں درویشوں وغیرہ کی وسیع النظری اور زندگی کے دیگر مختلف پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

اس انتخاب میں آٹھ دکنی مثنویوں سے ایسا انتخاب پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن سے دکنی مثنویوں کی خصوصیات کا صحیح اندازہ ہوسکے اور یہ انتخاب ان مثنویوں کے عمدہ حصوں پر مشتمل ہے

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ : دکنی ادب کی پہلی مثنوی ہمیں بہمنی دور میں ملتی ہے۔ یہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے جسے فخر دین نظامی بیدری نے بہمنی خاندان کے نویں بادشاہ سلطان احمد شاہ ولی بہمنی (۱۴۲۲ - ۱۴۳۵ء) کے عہدِ حکومت میں لکھا ہے جس کی طرف مثنوی میں خود شاعر نے اشارہ کیا ہے ؎

لقب شاہ علی آلِ بہمن ولی ‏ ‏ ‏ ‏ ولی بھی بہت بُدھ تد آ گلی

اس مثنوی کا دنیا بھر میں صرف ایک ہی نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانۂ خاص میں محفوظ تھا ہے اس کو ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کر کے ۱۹۷۳ء میں کراچی سے شائع کیا۔ یہ نسخہ ناقص الاوسط اور ناقص الآخر ہے مثنوی کا نام بھی قلمی نسخہ میں کہیں نہیں ملتا۔ اس مثنوی کے دو اہم کرداروں کے نام پر اسکو کدم راؤ پدم راؤ نام دیا گیا۔ یہی نام نصیر الدین ہاشمی نے بھی اپنی کتاب "دکن میں اردو" میں لکھا ہے۔

مثنوی کے آغاز میں حمد اور نعت کے بعد مدح سلطان علاء الدین بہمنی ہے اس کے بعد مثنوی شروع ہوتی ہے شعراء عموماً وجہ تالیف کتاب کے سلسلے میں بھی ایک باب قائم کرتے ہیں جس سے مصنف کے حالات اور مثنوی پر روشنی پڑتی ہے اس مثنوی میں چونکہ یہ حصہ نہیں اس لئے مصنف کے حالات اور وجہ تالیف کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے شاعر کے نام کا پتہ چلتا ہے عام طور پر ہر باب کے آخری شعر میں شاعر نے اپنا نام اور تخلص باندھا ہے مثلاً ؎

کہ جسے فخر دین گیان ہے دیہہ شد ‏ ‏ ‏ ‏ پدم ہکھ بانچے کلام کوں بدھ

اس مثنوی کے قصہ پر ہندوستانی اساطیر کی گہری چھاپ ہے۔ کدم راؤ بیدر انگر کا ایک راجہ ہے اور پدم راؤ اس کا وزیر ہے۔ کدم راؤ نے ایک دن ایک اسم ذات کی "ناگنی" کو دیکھا جو ایک کم ذات کے "کوڑیال" کے ساتھ ہے تو اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے کوڑیال کو مار دیا ناگنی کو بھی مارنا چاہتا تھا لیکن وار اوچھا پڑا ناگنی کی دم کٹ گئی اور وہ ایک جھاڑی میں چلی گئی۔ اس واقعہ سے کدم راؤ کا عورت ذات پر سے اعتبار اٹھ گیا وہ سوچنے لگا کہ عورت خواہ کتنی ہی اعلیٰ ذات کی کیوں نہ ہو قابل اعتبار نہیں۔ رانی اور وزیر پدم راؤ نے اسے بہت سمجھایا کہ دنیا میں سبھی یکساں نہیں ہوتے۔ لیکن کدم راؤ کا دل دنیا سے اچاٹ ہوگیا تھا۔ اس نے جوگی بننے کی ٹھان لی تھی۔ لوگوں نے ایک باکمال جوگی اگھور ناتھ سے بادشاہ کو ملایا۔ بادشاہ اس سے مل کر اتنا خوش ہوا کہ ایک پل بھی اس کے بغیر رہنا اسے گوارا نہ تھا۔ جوگی نے راجہ کو دھنور بھید اور امر بھید سکھا دیئے جس کی مدد سے بادشاہ اپنا جسم چھوڑ کر دوسرے جسم میں اپنی روح داخل کر سکتا تھا۔ تجربہ کے طور پر جوگی ایک مرے ہوئے طوطے کے جسم میں اپنی روح داخل کر کے طوطا بن گیا اور پھر کچھ دیر بعد اپنے اصلی روپ میں آگیا کدم راؤ نے بھی آزمائش کی خاطر مرتے ہوئے طوطے میں اپنی روح داخل کی اور طوطا بن گیا۔ جوگی اگھور ناتھ فوراً اپنا جسم چھوڑ کر کدم راؤ کے جسم میں داخل ہوگیا۔ ایک دن طوطا اڑتے اڑتے اپنے محل میں آیا اور اپنے وفادار وزیر پدم راؤ سے مل کر اپنا حال سنایا۔ پدم راؤ کو جب طوطے کی اصلیت کا پتہ چلا اس نے اگھورناتھ کو سوتے میں ڈس لیا وہ مرگیا۔ کدم راؤ منتر پڑھ کر پھر اپنے اصلی جسم میں آگیا اور مزے سے زندگی گزارنے لگا

دھنور بید اور امر بید دراصل کالا جادو ہے۔ نقل روح کا عمل اس کا ایک حصہ ہے۔ ایسے قصے پرانے زمانے کے مشرقی اور مغربی ادب میں کثرت سے ملتے ہیں۔ ہندو عقیدے کے مطابق کائنات کے تین طبقے (یعنی ترلوک) ہیں۔

سورگ لوک، مرتیو لوک اور پاتال۔ گناہگار پاتال میں ڈال دیئے جاتے ہیں اسی ترلوک کا ذکر مثنوی کدم راو پدم راو میں ملتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس مثنوی میں اسلامی روایات کی چھاپ بھی نظر آتی ہے اسلامی اساطیر اور ادبی روایات کے تحت شاعر صبر کو ایوب کے اور سخاوت کو حاتم کے حوالے سے واضح کرتا ہے ایک باب کے عنوان میں "توبۂ نصوح" کا اشارہ ملتا ہے اس مثنوی کی ساری فضا اساطیری ہے لیکن مثنوی کا ڈھانچہ فارسی مثنویوں کا ہے فارسی مثنویوں کی طرح حمد نعت اور نعت کے آخر میں منقبت خلفائے راشدین اور پھر مدح سلطان ہے اس مثنوی کے تمام عنوانات فارسی میں ہیں اور یہ مثنوی بحر متقارب مثمن محذوف (فعولن فعولن فعولن فعل) میں ہے۔

کدم راو پدم راو کی زبان نہایت قدیم ہے۔ اس میں شمالی ہند کی زبانوں مثلاً پنجابی، راجستھانی، کھڑی اور برج کے ساتھ علاقائی زبانوں میں سے مرہٹی اور گجراتی کے اثرات صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ اسکی لفظیات پر پراکرت اور سنسکرت عناصر کا غلبہ ہے اسکے باوجود عربی و فارسی الفاظ کی بھی کمی نہیں جیسے نیت، فراش، سقا، فرشتے، جرم، گبر، شرع، دنیا، سلام وغیرہ۔ اسی طرح فارسی تراکیب بھی بآسانی مل جاتے ہیں مثلاً نغز گفتار، کسریٰ وکئے (اولوالامر)، سرکلاہ سرگشتہ راہ رو، نقش بار وغیرہ لیکن مجموعی طور پر دیکھا جائے سنسکرت تت سم اور تدبھو الفاظ کی تعداد زیادہ ہے ان کا استعمال کہیں بڑا ثقیل معلوم ہوتا ہے۔ اور کہیں ہندی الفاظ کے استعمال سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور اسلوب میں سادگی سلاست آجاتی ہے۔ مثلاً

دنیا جھوٹ ہے جیو نا جھوٹ جان ۔۔۔ نہ کر جیو گدلا نہ تیر انکھ اس آن
گئی منھ اس ناگن پران آپ لے ۔۔۔ پرائن آپ لے کر گئی پونچ دے
سبھی کھیل اس کے کرن ہار وہ ۔۔۔ کرنہار جوگی نہ کرتار وہ

ایک ایسے زمانے میں جبکہ ابھی زبان مائع حالت میں تھی اور بہ حیثیت دکنی اس کی شناخت بھی نہ ہونے پائی تھی، نظامی نے ضرب الامثال محاورہ اور روزمرہ کا بھی خوب استعمال کیا ہے۔

جنتر گھال چھاس کھینچے جو کوئے ۔۔۔ نہ سیدھی کدھیں کو تری پونچ ہوئے
سنیا ہے کرکرتار جس دیہہ جس ۔۔۔ کیتے دوار بندا ایکا دے کھول دس
گھر ابھی بہت جھونٹ نہ بوتی جوڑ ۔۔۔ جنگل دھرت آکاس تارے نہ توڑ
جہاں سو ملیں پرکھ کل کل نہ ہوئے ۔۔۔ تہاں ہوئے کل کل جہاں نار دوئے

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے مطالعہ سے اردو اور پنجابی کے قدیم رشتے پر روشنی پڑتی ہے۔ خود نظامی کے نام فخر دین سے پنجابیت ٹپکتی ہے۔ اس مثنوی میں پنجابی لہجے اور الفاظ کا استعمال نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ صرف ایک مصرع ملاحظہ ہو۔

ع ۔ سنوئے فخر دین تو بسر آنکھیا

صیغہ مستقبل کی پنجابی علامت "سی" بھی استعمال ہوا ہے مثلاً

ع ۔ نہ رہسی جو دیسے کچھو نقش نانو ۔

ماضی مطلق بنانے کے لیئے مصدر کا "نا" گراکر "یا" لگانے کا طریقہ پنجابی میں بھی رائج ہے۔ اور یہ طریقہ لجد کے دکنی ادب پاروں کی طرح قدیم اردو کی اس ابتدائی مثنوی میں بھی ملتا ہے۔

نہ سُنیا الو لک کر اس ورتمان ۔۔۔ سُکھی آپنا جیو تو سب جہان
نہ اس بھاؤ آکھور کیتا بچار ۔۔۔ نہ بیرا رکھیا ٹھار اپنا نہ ٹھار

اس مثنوی میں زبان و بیان کے اَدلتے بدلتے کئی روپ ملتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی زبان پختہ نہیں بلکہ خام ہے اور ایسی حالت میں لسانی مطالعہ سے کچھ نتائج تو نکالے جا سکتے ہیں لیکن ان پر قطعی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ پھر بھی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ دکنی زبان ادب اور اسلوب و آہنگ کے مطالعہ میں اولین اہمیت رکھتی ہے

یوسف زلیخا

اب تک کی دریافت کے مطابق قطب شاہی دور کی سب سے پہلی مثنوی شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا ہے یہ وہی شیخ احمد ہے جس کی ایک اور مثنوی لیلیٰ مجنوں کا تعارف سب سے پہلے حافظ محمود شیرانی نے اورینٹل کالج میگزین لاہور نومبر ۱۹۲۵ میں کردایا ہے۔ اس مثنوی کے انہیں صرف (۹۴) اوراق ملے تھے۔ اس کا مکمل

نسخہ اب تک دستیاب نہ ہو سکا۔ یوسف زلیخا کا بھی ایک ہی نسخہ ہے جسے پروفیسر سیدہ جعفر نے ایک بسیط مقدمے کے ساتھ مرتب کر کے ۱۹۸۳ء میں شائع کر دیا ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے شیخ احمد گجراتی کے حالاتِ زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔

شیخ احمد نے اپنا نام مثنوی یوسف زلیخا میں کئی جگہ استعمال کیا ہے۔

بندا احمد سو کیا ان کو سرا دے — بھو دھا توں خدا ان کو سرا دے
جو ہے احمد کمینہ ایک بندا — سو نا ہے پاپ بن اس ہور دھندا
نہ کر اگلی فضولی بس کر احمد — نہیں اس روپ کے سنگار کو حد

ایک جگہ اس نے "شیخ احمد" بھی استعمال کیا ہے۔

جو شیخ احمد شریف اپنی زباں رکھ — سرن آیا سرا دن تج نا سک

ابن نشاطی نے پھولبن میں اپنے جن پیشرو اساتذہ سخن کا ذکر کیا ہے اس میں مثنوی یوسف زلیخا کے شاعر کا نام بھی شامل ہے۔

نہیں اس وقت پر وہ شیخ احمد — سخن کا دیکھنے باندھیا سو یں سد

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے نام کے آگے شیخ بھی استعمال ہوتا تھا۔ نصیر خاں بن شیخ کمال قریشی خاں مصنف مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کے حوالے سے پروفیسر سیدہ جعفر نے پورا نام "شیخ احمد فضل اللہ" بتلایا ہے۔ وہ لکھتی ہیں :

"راقمۃ الحروف کا خیال ہے کہ فضل اللہ احمد گجراتی کا خاندانی اور تاریخی نام ہے جس سے ۹۴۶ کے اعداد بر آمد ہوتے ہیں۔ شاعر کے حالاتِ زندگی کو پیش نظر رکھیں تو یہ سنہ یعنی ۹۴۶ھ درست بھی معلوم ہوتا ہے اور اس حساب سے مثنوی "یوسف زلیخا" کی تصنیف (۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء) کے وقت شاعر کی عمر بیالیس (۴۲) تا سینتالیس (۴۷) سال قرار پاتی ہے۔" (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۱۰)

جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ "شیخ احمد گجراتی کا رہنا والا تھا جس کا ذکر اس نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں بھی کیا ہے" ؎

احمد دکھن کے خوباں ہوتیاں ہیں پُر ملاحت
توں تو دکھن کو اپنا گجرات کرکے سمجھیا
(تاریخ ادب اردو جلد اول صفحہ ۲۲۱م)

اس مثنوی کے ایک باب "شاعر تعریف بخت خود کرد وند" میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے اسے خاص طور پر "نوازش نامہ نامی" لکھ کر بلوایا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں احمد گجراتیؔ کی شہرت گجرات سے گولکنڈہ تک پہنچ چکی تھی

کہ اس کا چاؤ شہ خاطر کوں لیا یا نوازش نامہ نامی بھیجایا

اس نوازش نامے میں "فتح دولت" "عزوحرمت" "امان ہور امن" "کرم" اور "عنایت" کے مضامین رقم تھے "سودہ نامے کوں سرا پنے چڑاکر" شاعر "شاہ کی خدمت کو دھایا"۔ اسی باب میں شاعر نے گجرات میں اپنی فارغ البالی کا ذکر کیا ہے اور اپنے علم وفضل اور کمال فن کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ احمد گجراتی کو اہل علم کی صحبت حاصل تھی شاعری سے قدرتی لگاؤ تھا صرف ونحو معنی وبیان منطق علم کلام الٰہیات وحکمت اصول فقہ عروض وقافیہ نجوم وطب سے اچھی واقفیت تھی۔ تلنگی اور سنسکرت کے علاوہ فارسی اور عربی میں کمال حاصل تھا۔ وہ شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتیؔ کا مرید تھا شیخ احمد نے دو مثنویوں کے علاوہ عید نامے، قصیدے، غزلیں اور رباعیاں بھی لکھی ہیں شیخ احمد کی تاریخ وفات کا پتہ نہیں چل سکا مگر ابراہیم زبیری مصنف روضۃ الاولیاء بیجاپور لکھتے ہیں کہ شیخ احمد گجراتیؔ کا مزار بیجاپور میں ہے۔

پروفیسر سیدہ جعفر کی تحقیق کے مطابق مثنوی یوسف زلیخا کا سنہ تصنیف ۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء کے درمیان ہے (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۶۱)

اس مثنوی میں تین ہزار سات سو نو (۳۷۰۹) اشعار موجود ہیں۔

مثنوی سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتیؔ ایک پُرگو اور قادر الکلام شاعر تھا وہ لکھتا ہے

جتے اصناف ہوں گے شعر کیرے کٹھن مشکل نہیں نزدیک میرے
خیال وخاص طرزاں خاص لیاؤں غرائب ہور بدائع لیا دکھاؤں
بچن موتی بڑے ہور ڈھال ڈھالو جو اس میں دو جگت سمار دکھاؤں
اگر تمثیل کے عالم میں آؤں بمثا اس عالم نوا عالم دکھاؤں

شاعر نے اس مثنوی میں جزئیات نگاری پر بہت توجہ صرف کی ہے جس سے اس کے وسیع معلومات کا اور مشاہدات کا اندازہ ہوتا ہے اس کے بہترین نمونے زلیخا کی خانقاہ، عزیز مصر کے محل اور خانہ باغ کی تعمیر اور تزئین کے وقت نظر آتے ہیں۔ سراپا نگاری میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے محمد علی قطب شاہ کا سراپا بے مثال ہے "زلیخا کے سروپ اپروپ انگ سنگار" کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی ہے چند شعر ملاحظہ ہوں

بسیالے تاگ سر کے بال کالے　　　گھنگر والے کنڈل آسان کھالے
پیشانی چاند آدھا لوزادک ہوئے　　　جو دیسیں اس تلیں چندر نوے دوئے
آدھر دو لال جوں مرجان جوتی　　　دیسیں بتیس ۳۲ آنیکے ڈھال موتی
نیکے دو گال روشن آرسیاں دوے　　　جو ان کی چھادن پر چندر سورج ہوئے

احمد گجراتی نے قدرتی مناظر کی عکاسی سے زبان پر اپنی قدرت گہرے مشاہدے اور باریک بینی کا ثبوت دیا۔ محل اور باغات کی تعمیر، زلیخا اور یوسف کی سراپا نگاری اور مناظر قدرت کی عکاسی میں شاعر نے نادر تشبیہات و استعارات سے مدد لی ہے۔

دیسیں وہ جھاڑ مل کر ڈال میں ڈال　　　رہیں زنار جوں مل باہنہ کل گال
جو پھولے پھول سو رنگ روپ سنگات　　　کرے نرگس نظر بازی کا الزمات
قد اس کا عشق کے مندر میں تھانب　　　پڑے نقشے کوں آچا کر رکھے تھانب

احمد گجراتی نے غم، خوشی، مایوسی، غصہ، حسد، ہجر، یاس، حسرت کے جذبات کی بہترین تصویریں کھینچی ہیں۔ زلیخا کا بیرہ آگ میں جلنا اور حسرت سے ہاتھ ملنا قابل توجہ ہے

دیکھی پھر پھر جو اس کے پیرہن لے　　　کہ تھا وہ جیو پیارا آپ تن لے
نہ سر کنگھی کری نا مانگ کاڑی　　　نہ کہ چونڈا کسی سو رنگ ناری
رہے وہ بال بکھرے سو پریشاں　　　کہ راہے آپ بہو تیک ہو پریشاں
انجھو جس نین کی کالک لجادیں　　　سو کیوں وہ نین سرمے سوں سہادیں

سیدہ جعفر کے بقول احمد گجراتی نے اس مثنوی میں اپنے عہد کی تہذیبی ثقافتی معاشرتی

مظاہر کو محفوظ کر دیا ہے۔ زیورات، لباس، کپڑوں کے مختلف نام سنگار اور سامان آرائش نوکر چاکر اور خدمت گاروں کے ناموں کی ایک طویل فہرست پروفیسر سیدہ جعفر نے مقدمہ کے صفحہ (۷۷) پر دی ہے۔ پارچوں میں نین سکھ، ٹکٹ دیبا، تافتہ، ریشم اطلس زربینہ، حریر، زربفت اور مخمل، عطریات اور خوشبویات میں کدم اگر کستوری، مشک، چندن کافور پرمل اور لوبان سنگار میں مہندی، سرمہ کاجل، غازا، کنگھی اور شنگرف (سیندور) زیورات میں گوشوارے، سربند، تاج کمربند، کنگن، لٹکتا، نورتن آرسی پنچن بچھوے، لرزک، طرہ، انگوٹھیاں ــ اور خدمت گذاروں کے ناموں میں تسبیح خواں، حاجب، بھالدار، ساقی، سیوک، داسی، غلام دائی، باورچی، شحنہ اور کتوال۔ ان تمام تہذیبی مظاہر کو اس نے مثنوی میں بڑی سادگی سے نظم کر دیا ہے جس سے عہد محمد قلی قطب شاہ کے معیار معاشرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شاعر نے مقامی عناصر کو بھی یوسف زلیخا میں استعمال کر کے عرب کی اس داستان کو مقامی رنگ میں رنگ دیا ہے۔ ان میں پھل پھول چرند پرند اور درختوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

تقریباً تمام دکنی مثنویوں میں مذہبی رواداری اور یکانگت کے گہرے نقوش ملتے ہیں۔ عزیز مصر اور زلیخا کے جلوے کی رسم دکنی رسومات کی یاد دلاتی ہے۔

یوسف زلیخا میں شاعر نے دعوی کیا ہے کہ

تو اس بولاں کی ڈونگائی کی نسبت　　　　دریے وہ تار سکلا گھنجڑ لاگت

مثنوی میں حکیمانہ اخلاق اور بصیرت افروز نکات بھی بڑی خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔ ضرب الامثال اور کہاوتوں کا استعمال زیادہ کیا گیا ہے

جسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے ؛ ولے سبوٹ کھیٹے پن تن او پھل کھائے
ترت کام آپنا کر لیونا خوب ؛ ترت کا نتا بھرسٹ ذیونا خوب
صبا کا کام بہتر سارتا آج ؛ نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج
جہاں پاپی جو بیٹھے سیل دو چار ؛ اودک ہوئے سہس گن پاپ نس بھار
کہ خدمت تھے بندے آزاد ہوتے ؛ عنایت تھے شہاں کے شاد ہوتے

مثنوی یوسف زلیخا لکھتے وقت شاعر کے سامنے فارسی یوسف زلیخا کے کئی نسخے تھے مگر شاعر خسرو یا نظامی کی کسی تصنیف کی تلاش میں تھا۔ ایک دوست نے اس کی یہ مشکل جامی کی یوسف زلیخا فراہم کر کے آسان کر دی۔ جامی نے یہ مثنوی نظامی گنجوی کی مثنوی "خسرو شیریں" کے جواب میں لکھی تھی۔ احمد گجراتی نے جامی کی مثنوی سے استفادہ کیا ہے۔ اس تعلق سے وہ کہتا ہے۔

نا تابع ہوں جو جامی کا کدھیں ہیں / روایت بن کہیں تابع کہیں نئیں
جسے کچھ اس کا شعر ہوے سو لیا لیا / زیادت شاعری کی فن دکھاؤں
معانی ہور عبارت کی تو فنن / اِدک لیاؤں جسے کچھ لیا یا اچھے اُن

چنانچہ مثنوی میں احمد گجراتی نے شعری محاسن کا برجستہ استعمال کیا ہے صنعت تضاد سے اس نے کثرت سے استفادہ کیا ہے۔

نہ جاگا اس نے اس بن کوئی جاگا / نہیں اس باج لس دن کوئی جاگا
مراتبا عاشقی سب بوجھتی سو / کدھیں عاشق کدھیں معشوق تھی سو
کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے / جگت میں دھن بھگت لیں کوئی نہ لوٹے

احمد گجراتی نے تکرار لفظی سے بھی کام لے کر مثنوی کا لطف دوبالا کر دیا ہے

کہن لاگیا لگے بھار آج یہ ڈول / نہ ہوئے اس ڈول کوں پانی تھے یہ تولا
خوشی تھے پھنگ پھلیا جوں پھول کھلیا / کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول سیلیا

احمد گجراتی اس مثنوی کے اسلوب کے بارے میں لکھتا ہے کہ

سو کیتا ابتدا ہندوی زباں سوں / بہو چھند بھند اُپم ہور جتناں سوں
عرب الفاظ اس قصے میں کم لیاؤں / نہ عربی فارسی بھو تیک سیلاؤں

مثنوی کا اسلوب ہندی سنسکرت اور مقامی زبانوں کے الفاظ سے بنا ہے کم ہی الفاظ عربی اور فارسی کے استعمال کئے ہیں یہ بھی وہ الفاظ ہیں جو عام طور پر بولے اور سمجھے جاتے ہیں اور انہیں اسی طرح لکھا ہے جیسے کہ وہ بولے جاتے ہیں یہ بھی دکنی زبان کی ایک خصوصیت ہے عربی و فارسی الفاظ کو سنسکرت اور ہندی الفاظ کے ساتھ بول چال رسم الخط میں اس طرح گھلا ملا دیا ہے کہ ان کی طرف آسانی سے نظر نہیں جاتی جیسے

وہی اسحاق ابراہیم نندن — جو مرسل تھے خدا تھے خلق کوں دن
گنت تھے نیک چھلیاں بابراس کوں — پتا یوسف یکا دس پتر اس کوں
تیرے کارن بہ رسم خواستگاری — سو بھیجے ہیں پرت سوں رائے بھاری

قصۂ یوسف زلیخا ہر زمانے اور ہر زبان میں مقبول رہا ہے۔ کئی زبانوں میں اسکا ترجمہ ہو چکا ہے فارسی میں جامی، خسرو، نظامی، فردوسی جیسے مشہور شاعروں نے اسے نظم کیا ہے دکنی میں بھی کئی شاعروں نے اس قصہ کو مثنوی کا روپ دیا ہے مگر احمد گجراتی وہ شاعر ہے جسنے دکنی میں پہلی بار اس قصہ کو نظم کیا ہے۔ یہ دکنی کی پہلی مکمل عشقیہ مثنوی ہے جسے احمد گجراتی نے تمام شاعرانہ محاسن سے سجایا ہے۔

قطب مشتری : وجہی محمد قلی قطب شاہ کے عہد کا ایک بلند پایہ شاعر اور مایہ ناز نثر نگار تھا۔ اس کا خاندان ایران سے آکر یہاں بس گیا تھا۔ اپنے فارسی دیوان میں اس نے ایک جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کہتا ہے ع

طبع پاک من از خراسان است

وجہی کی تاریخ پیدائش کا ابھی تک صحیح علم نہ ہوسکا۔ وجہی کی پہلی تصنیف قطب مشتری ہے جو ۱۰۱۸ھ میں لکھی گئی۔ قطب مشتری کی فنی خوبیوں کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا شاعر کوئی جہاں دیدہ اور تجربہ کار شاعر تھا۔ اگر اس وقت وجہی کی عمر ۴۰ اور ۴۵ سال کے لگ بھگ فرض کر لی جائے تو ۹۷۰ھ اور ۹۷۵ھ (م ۱۵۶۲ء - ۱۵۶۷ء) کے درمیانی زمانہ میں وجہی کی پیدائش قرار دی جا سکتی ہے یہ ابراہیم قطب شاہ ۹۵۷ھ - ۹۸۸ھ (م ۱۵۵۰ء - ۱۵۸۰ء) کا عہد حکومت تھا۔

بقول وجہی اس کے اجداد خراسان سے آئے تھے۔ لیکن قطب مشتری میں دکن سے جس محبت کا اس نے اظہار کیا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ وہ دکن ہی میں پیدا ہوا ہوگا۔ تب ہی تو وہ دکن سے وطن کی طرح محبت کرتا ہے ؎

دکن ملک کوں دھن عجب تاج ہے — کہ سب ملک سر ہور دکن تاج ہے
دکن سا نہیں ٹھار سنسار میں — پنج فاضلاں کا ہے اس ٹھار میں

دکن ہے نگینہ انگوٹھی ہے جگ ۔۔۔ انگوٹھی کوں حرمت نگینہ سوں لگ
دکن ملک بھو تیچ خاصا اہے ۔۔۔ تلنگانہ اس کا خلاصہ اہے

وجہی کا نام اسد اللہ تھا ایک فارسی شعر میں اس نے اپنا نام اور تخلص اس طرح لکھا ہے۔

اسمم اسد اللہ، وجہی است تخلص ۔ آرائش دکا نچہ بازار کارم است

اس نے اپنے تخلص کو کئی طرح لکھا ہے جیسے وجہی، وجیہی، وجہ، وجیہہ اور وجہا اسے عربی اور فارسی زبان اور کئی علوم پر دسترس حاصل تھی۔ ساتھ ہی اسے علاقائی زبانوں مرہٹی تلنگی اور کنڑی میں بھی دسترس حاصل تھی۔ اس کے علم وفضل اور کمال سخن سے متاثر ہو کر محمد قلی قطب شاہ نے اسے ملک الشعراء بنایا تھا۔ وہ صرف شاعر ہی نہیں تھا بلکہ فن شعر سے بھی اچھی واقفیت رکھتا تھا۔ قطب مشتری کے آغاز میں اپنے معاصر شعراء کے مقابل اپنی بڑائی جتلائی ہے۔

جتے شاعراں شاعر ہو آئیں گے ۔۔۔ سو منج تے طرز شعر کا پائیں گے
یو سب کہتے یو سب شعر شیں ۔۔۔ کر بولاں کدھر ہور سخن تھیں

وجہی کو اپنی بڑائی کا بڑا احساس تھا۔ اپنے ہمعصروں میں سے کسی کو وہ اپنے برابر نہیں سمجھتا تھا۔ غواصی پر اس طرح چوٹ کرتا ہے۔

اگر غوطے لک برس غواص کھائے ۔۔۔ تو یک گوہر اس دھات امولکا نہ پائے
غواصاں کتے غوطے کھا کھائے کر ۔۔۔ موئے ہیں اس سمد میں آئے کر

محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں وجہی قطب شاہی دربار کا ملک الشعراء تھا ۱۶۱۱ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب شاہ تخت نشین ہوا تو وجہی کی شہرت کا چراغ گل ہو گیا اور وہ گوشہ گمنامی میں چلا گیا۔ غواصی کو اس دور میں عروج حاصل ہوا اور وہ ملک الشعراء بنا دیا گیا تھا۔

۱۶۲۵ء میں جب عبد اللہ قطب شاہ تخت نشین ہوا تو پھر وجہی کے دن پھرے اور وہ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا وجہی نے طویل عمر پائی اس کی تاریخ وفات کا پتہ نہ چل سکا۔ عبد الجبار ملکاپوری لکھتے ہیں کہ وہ درگاہ برہنہ شاہ صاحب حیدر آباد میں دفن ہے۔

قطب مشتری وجہی نے محمد قلی قطب شاہ کی فرمائش پر صرف بارہ۱۲ دن میں لکھی تھی۔ وہ لکھتا ہے ؎

تمام اس کیا دس بارا دنے ۔ سنہ یک ہزار ہور اٹھارا منے

یہ وجہی کی طبعزاد مثنوی ہے۔ اس کے آغاز میں حمد، مناجات، نعت، ذکر معراج اور منقبت ہے۔ "در شرح شعر گوید" کے عنوان سے ایک باب ہے جس میں فن شعر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد تعریف شعر خود گوید' اور پھر مدح محمد قلی قطب شاہ ہے۔ پھر مثنوی شروع ہوتی ہے۔ قطب مشتری کا قصہ قدیم قصوں سے ملتا جلتا ہے۔ ڈاکٹر زور کا خیال ہے کہ مثنوی قطب مشتری کا قصہ بھاگ متی اور محمد قلی قطب شاہ کے عشق کی داستان ہے لیکن مولوی عبدالحق اور ہارون خاں شیروانی اس خیال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بھاگ متی کا قصہ ایک خیالی داستان ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے بھی اپنے ایک مضمون "بھاگ متی اور اس کا لوذریایت نقرہ" مطبوعہ 'آج کل' جولائی ۸۲ء میں مستند حوالوں کی روشنی میں بھاگ متی کے وجود کو خیالی کردار قرار دیا ہے۔ اس کے چھ سال بعد کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مقدمہ میں بھی انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مثنوی محمد قلی کی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اور وجہی نے قطب مشتری میں ایک خالص تخیلی اور رومانی قصہ پیش کیا ہے جس کا محمد قلی کی حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں (صفحہ ۸۲)

مثنوی قطب مشتری کا قصہ ایک ضمنی قصہ کے ساتھ مربوط ہے۔ اصل قصہ محمد قلی اور مشتری کے عشق کی داستان ہے ضمنی قصہ میں مشتری کی بہن زہرہ اور مریخ خاں کی داستان عشق ہے۔ مریخ خاں کو مصیبتوں سے نجات دلاکر محمد قلی اسے زہرہ سے ملا دیتا ہے۔ زہرہ کا قصہ دیر سے شروع ہوتا ہے اور اصل قصے کا ایک لازمی جزو ہوجاتا ہے اگر یہ قصہ شامل نہ کیا جاتا تو محمد قلی کے کردار کے بہت سے پہلو سامنے نہیں آنے پاتے۔ مثنوی کے تمام کرداروں کے نام ستاروں کے نام پر ہیں جیسے قطب، مشتری، عطارد، زہرہ، مہتاب اور مریخ۔

مرکزی کردار قطب (محمد قلی قطب شاہ) کا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے کردار اس کے اطراف گھوم رہے ہیں وجہی نے قطب کے کردار پر سب سے زیادہ توجہ صرف کی ہے۔ ملا وجہی نے قطب کی پیدائش سے لے کر اس کی شادی تک کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ عام

داستانوں کی طرح قطب بڑی منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہوتا ہے اس کی پرورش اور تعلیم وتربیت پر خاص توجہ کی جاتی ہے علوم و فنون کے علاوہ فن سپہ گری خوش نویسی میں کمال حاصل کرتا ہے۔ ایک رات خواب میں مشتری کو دیکھ کر اس پر عاشق ہوجاتا اور اس کی تلاش میں نکلتا ہے راہ میں خطرناک اژدھے، خوفناک طوفان طلسمی جنگل کے بھوتوں سے لڑکر اپنی منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ عام طور پر داستانوں اور مثنویوں میں شہزادوں کا کردار غیر فعال اور مجہول ہوتا ہے لیکن قطب کے کردار کو وجہی نے غیر معمولی طور پر فعال پیش کیا ہے وہ سحر البیان کے بے نظیر کی طرح اپنے آپ کو حالات کے حوالے نہیں کردیتا بلکہ اپنے لئے آپ راہیں بناتا جاتا ہے۔

مشتری اس مثنوی کی ہیروئن ہے جو بنگالہ کی شہزادی ہے وہ بڑی حسین و جمیل دوشیزہ ہے اسے شعر شاعری، مصوری کا شوق ہے وہ عطارد کی مصوری اور نقاشی کو بہت پسند کرتی ہے اور محمد قلی کی تصویر پر فریفتہ ہوجاتی ہے۔ وجہی نے مشتری کو ایک ہنرپسند اور نیک سیرت عورت کے روپ میں پیش کیا ہے۔

آنچل اس منے ہے جبریل کا سہہ تل سو سیجہ سرانیل کا

مشتری میں قربانی خلوص و ایثار کی نسوانی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں وہ شریف اور نیک نفس ہے اور اتنی ادب شناس کہ ایک ہندوستانی عورت کی طرح اپنے ساس سسر کے پاؤں چھوتی ہے۔ مشتری تقریباً نصف مثنوی کے بعد سامنے آتی ہے لیکن اپنے دلکش کردار کی وجہ سے قاری کو بہت متاثر کرتی ہے۔

عطارد قطب مشتری کا سب سے زیادہ پُر اثر کردار ہے وہ جہاں گرد ہے علمی ادبی ذوق کا مالک ہے اس کی فہم و فراست مسلمہ ہے اس کا حافظہ غضب کا ہے وہ دنیا کی دوشیزاؤں کی تصویریں بھی اپنے پاس رکھتا ہے شہزادہ قطب کے ساتھ سفر پر جانے سے پہلے اسے سفر کی نزاکتوں اور مصیبتوں کو سمجھاتا ہے جب شہزادہ نہیں مانتا تو اسے سوداگر کے بھیس میں سفر پر چلنے کے لئے راضی کرلیتا ہے یہاں وہ اپنے تجربات کا اظہار کرتا ہے اور اپنے تجربات کی روشنی میں قطب کو عشق و محبت کی نزاکتوں اور نشیب و فراز سے آگاہ کرتا ہے بڑوں کی عظمت اور فضیلت بیان کرتا ہے عطارد حالات کی نزاکت کو

خوب سمجھتا ہے شہزادہ کو کار آمد صحیح مشورے بھی دیتا ہے اسکی خوش بیانی اور فکر انگیزی سے قطب مشتری کی فضا دوسری مثنویوں سے مختلف ہو جاتی ہے وہ شہزادہ کی مہم میں سپہ سالار کا کام کرتا ہے ہمیشہ شہزادے کی نازک مزاجی اس کے وقار اور مقاصد کو پیش نظر رکھتا ہے عطارد شہزادے کا ایک اچھا رفیق اور اتالیق ثابت ہوتا ہے۔ عطارد کا کردار اسکی سوجھ بوجھ تیزی اور موقع شناسی تمام مثنوی پر چھائی ہوئی نظر آتی ہے

ملا وجہی نے قطب مشتری میں ہر ممکن جذبۂ انسانی کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے عشق میں گرفتار بے حالی پر شہزادہ کی موثر عکاسی کی ہے اسی طرح عطارد جب شہزادے کو مشتری کی تصویر دکھاتا ہے تو وہ بے اختیار ہو کر اس تصویر کو چومنے لگتا ہے اور کہتا ہے

میرے خواب میں آئی سو یوچ ہے — منجے یوں بلید ائی سو یو چ ہے
اسی نار کوں دیک میں بند ٹیا — اسی نار کے عشق میں لوٹیا

بنگالہ کی مہم پر جانے کیلئے شہزادے کے اٹل ارادے پر عطارد روکتا ہے شہزادہ اس نصیحت پر جھنجھلا جاتا ہے شدت جذبات سے عطارد کو ڈانٹتا ہے عطارد کے ساتھ ساتھ بڈھوں کو بھی آڑے ہاتھوں لیتا ہے کہتا ہے

تو سست ہوریا تاں بی تیرا بال ہے سست — درست میں تو کہتا ہے سو نا درست
نیت میں کیا ہوں ادھر جانے کا — نہیں حاجت اب تیرے سکلانے کا
بڈھیاں کوں تہ کچ عقل نا نام ہے — بڈھیاں کا چھنے نانو بدنام ہے

مشتری کی تلاش میں نکلنے سے پہلے شہزادہ قطب ماں باپ کی دعائیں لینے جاتا ہے اس وقت ابراہیم قلی قطب شاہ بیٹے کی جدائی کے تصور سے پریشان ہے پھر بھی پند و نصیحت کرتا اور سمجھاتا ہے۔ جذبات کے اس نازک مرحلہ کو شاعر نے بڑی خوبی سے اپنی گرفت میں لیا ہے

توں سور ہے نکو دور آسمان تے — توں ہیرا ہے نا بچھڑ کھان تے
توں شاہی کیرے بزم کا شمع ہے — توں جم جیو تجھ میرا جمع ہے

اس مثنوی میں جذبات نگاری کے مواقع زیادہ تر حسن و عشق کے درمیان پیش کئے گئے ہیں مشتری شہزادے کی تصویر دیکھ حیران ہو جاتی ہے اس کی حیرانی دیکھ کر مہرواں اسے سمجھاتی ہے کہ "عشق بازی دھوں کچھ سہنا کام نئیں" لیکن مشتری کو مہروانی کی

پہ نصیحت کڑوی لگتی ہے۔ شاعر شہزادے کی جدائی میں مشتری کی بے تابی اور اضطراب کا خود اس کی زبانی اظہار کرتا ہے۔

رتن تھے سو تن پر انگارے ہوئے کہ سکھ چاند انجھو سو تارے ہوئے
ہر یک رول میرے تن پہ جیوں تال ہے ستا تھا اول سو اُتال آگ ہے

وجہی نے جس قدر چابک دستی سے عشق و محبت کے جذبات کی ترجمانی کی ہے اسی مہارت سے نفرت، خوف اور غم و الم کی بھی عکاسی کی ہے۔ بنگال کی مہم میں شہزادے کو ایک اژدھے سے سابقہ پڑتا ہے۔ سارے ساتھی اسے دیکھ کر ڈر جاتے ہیں ایک بار شہزادے کو دیو سے لڑنا پڑتا ہے دیو کے غیض و غضب اور شہزادے کی بے خوفی کی واضح تصویر کھینچی ہے۔

جدائی کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ وجہی نے دو بچھڑے دلوں کی ملاقاتوں کے منظر میں بھی جذبات کا رنگ خوب بھرا ہے مشتری سے محمد قلی کی ملاقات، ماں باپ کا اپنے بیٹے سے دوبارہ ملنا اور ایسے وقت جذبات کا جو سمندر دلوں میں اٹھتا ہے اور جو اضطراری کیفیتیں سرزد ہوتی ہیں انہیں خوبی سے قلمبند کیا ہے۔

وجہی کی جذبات نگاری اعلیٰ درجہ کی ہے اسے انسانی نفسیات کا گہرا علم ہے اسکو زبان و بیان پر اتنا قابو ہے کہ وہ ہر کیفیت کو صفحۂ قرطاس پر لفظوں میں پیش کر سکتا ہے۔

مثنوی میں منظر نگاری کی بڑی اہمیت ہے۔ وجہی کے مناظر طویل ہیں لیکن پُر اثر ہیں پہلا منظر جو ہمیں ملتا ہے وہ شہزادے کا اپنے دوستوں کے ساتھ محفل طرب سجاتا ہے جس میں مطربوں اور ندیموں کی بدمستی اور بے خبری کی عکاسی کی گئی ہے۔

بسر گئے ندیماں طرز بات کا گنوا ئے خبر مطرباں ذات کا
جو عاقل اتھے وہ سو سب ہیچ ہوئے دو پیالے چڑا کو پچ کا پچ ہوئے
لگے مست ہو سٹنے مستی سنگات یکس نے سو یا دن اُپر ایک بات
سو لیوں پچ و دیاراں ہوئے بے خبر کہ پانی پیتے تھے شراب ہے کر
یکسوں بلا ایک اٹر نالوں سوں گلے لگئے تھے مست ہو چھاؤں سوں

اس منظر کو پندرہ سولہ شعروں میں وجہی نے بڑی خوبی سے پیش کیا ہے اسکے بعد شہزادے

کے خواب کا منتظر ہے اس میں تصنع ہے شائد اسی لئے کہ وہ خواب ہے۔ سپنے کی شہزادی کے فراق میں محمد قلی کے "ان ساس بھرنے" کا منظر بھی حقیقت سے قریب ہے اس منظر میں جذبات کی عکاسی ہے شاعر نے مناظر قدرت کے بھی مرقعے کھینچے ہیں کہیں صحرا کہیں سمندر کہیں اژدھا قطعہ گلستان کی تصویر کشی میں اس نے مقامی پھل پھول چرند اور پرند کے بیان سے حقیقت کا رنگ بھر دیا ہے۔ اس تصویر کے کچھ خطوط پیش ہیں۔

سو قطعہ گلستان کا وہ نہ تھا — چمن بہشت کا بھیں پر اتریا اتھا
کہ پاتاں کے پردیاں کوں سب پھاڑ کر — پھلاں جھانکتے تھے سراں کاڑ کر
سو فارس بنگیں طوطی کیک ہنس — بکر پیٹ لڑنے لگے ہنس ہنس
بھنور جھونڈ ہو بن میں گھمتے اچھے — سو پھولاں کرے سو کہہ چمتے اچھے

مثنویوں میں سراپا نگاری کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ وجہی نے قطب مشتری میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے پیش کئے ہیں خاص طور پر مشتری کی جب قطب سے ملاقات ہوتی ہے تو اسکے حسن اور سج دھج کی تعریف میں کمال کر دکھایا ہے یہ حصہ بہت طویل ہے۔ صرف چند شعر نمونتاً پیش ہیں۔

قطب شہ سو دھن یوں وو زیبا اچھے — کہ یوسف سوں مل جیوں زلیخا اچھے
دسیں یوں ادھر بیچ دسن جھمکنے — کہ گوہر تھے سنتے کے حقے منے
دسیں مانگ موتیاں کی بیچ سیر میں — کہ دستے ہیں تارے مگر تیر میں
دھڑی سوں دسیں یوں دسن بات میں — کہ بجلیاں پڑیں جا کے ظلمات میں

خود کلامی کردار کو سمجھنے اور جذبات کو پیش کرنے میں جہاں مددگار ثابت ہوتی ہے وہیں قصہ میں بھی جان ڈال دیتی ہے وجہی نے قطب مشتری میں قطب کی خود کلامی پیش کر کے قطب کی دور اندیشی اور زمانے کی دورنگی پر روشنی ڈالی ہے وہ اپنے آپ سے کہتا ہے

کہ دھرتا ہوں دل میں جلکچ بات میں — کروں جا کے وو بات کس سات میں
نکوئی یار دلسوز محرم ہے منج — نکوئی ہم نفس ہور ہمدم ہے منج
اپس سوں اپچ آج محرم ہوں میں — اپس سوں اپچ آج ہمدم ہوں میں
جتے اس زمانے منے یار ہیں — دغا باز عیاں چلتن ہار ہیں

اُننکوں پتیاں بات بولیا نہ جائے — انو کے کنے دل کوں بکولیا نہ جائے
پتیاں تا انوکوں کہو کیوں سگر — کہ دل میں بڑے خوب ہیں موں اُپر
لو پاری ہیں کس دھات کاتہر اچھے — جو بولیں شکر دل منے زہر اچھے

وجہی کی سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی کو ظاہری اور باطنی علوم میں ید طولیٰ حاصل تھا اس نے زمانے کے نشیب وفراز دیکھے تھے۔ قطب مشتری میں جگہ جگہ حکمت کے مضامین قلمبند کئے ہیں مثلاً لوڑھوں کی سوچ اور فکر عشق کے بھید بھاؤ جوانی کی دیوانگی، علم و ہنر کی قدر و منزلت، جھوٹ کی پستی اور کم ذات کی بے وفائی اور خدا پر بھروسہ کرنے کے بارے میں پند ونصیحت کی ہے

عشق کیا ہے کرکے پچھانی ہے توں — گڑیاں کا مگر کھیل جانی ہے توں
جوانی دیوانی اخل و ند نہیں — جوانی ہوبے بند اسے پند نہیں
کچے باج رنگ خوب پاناں میں نہیں — بڈھیاں میں بکچ ہے سو خاماں میں نئیں
ہنر ہور بجت جب ملے ایک ٹھار — تو دولت غلام ہور خدا ہوے یار
بلند مرتبہ جھوٹ تے ہوئے پست — دنیا میں نہیں سچ تے کچ خوب بست

وجہی نے دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی خوب عکاسی کی ہے۔ چرندوں اور پرندوں پھل پھول کے بیشمار نام گنوائے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

گدڑ، بیل، کتا، سگ گھوڑے، ترنگ شبرنگ، کاگ، ناگ شیر شرزا، سرخکال بھوز مرغ سیمرغ۔ طاوس مور، باز، بحری کلنگ طوطی کبک جونڑیاں بنفشہ گلاب، مشک انار، انجیر سیب

صفت میزبانی اور بخشش کردن ابراہیم قطب شاہ کے علاوہ، دیگر ابواب میں دکنی تہذیب اور شائستگی کے کثیر نمونے ملتے ہیں

حسن وجمال کی رنگینیاں، تزئین و آرائش محفل عمارتوں کی منقش، کھانوں کی قسمیں لباس اور زیور جانوروں اور پرندوں کے نام موسموں کی منظر نگاری، شاہی آداب اور عوامی تہذیب میں روزمرہ کی جھلکیاں ملازموں کی زبان رسم ورواج، ادب قاعدے جیسے مان پان، بڑوں کے پاؤں چھونا، سلام کے طور طریق، جنسی آزادی، نوزائیدہ لطیفہ سے

دلچسپیاں بہادری اور شجاعت اور فن سپہ گری کے نمونے خوب پیش کئے گئے ہیں قطب مشتری میں دیومالائی اور اسلامی عناصر ایک دوسرے کے ساتھ ملے جلے نظر آتے ہیں تشبیہ اور استعارے زیادہ تر دیومالا سے لئے گئے ہیں جیسے راون' کرشن راکشس دیو وغیرہ عام مثنویوں کی طرح قطب مشتری میں بھی مافوق الفطرت عناصر کی کمی نہیں ہے اژدھا ایسا ہے جیسے کوئی بڑی چٹان' راکشس ہے تو ایسا جو کم از کم لڈو یا ہاتھیوں کا ناشتہ کرتا ہو۔

اس زمانے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں کرناٹک اور گجرات کا حسن معیاری اور مشہور تھا چین اور ماچین کے علاوہ ایرانی حسن بھی بہت پسندیدہ تھا۔ بنگال کا جادو بھرا حسن پوری مثنوی کی جان ہے۔ پاکبازی اور شرم و حیا عصمت و عفت عورت کے زیور سمجھے جاتے تھے۔

قطب مشتری میں وطن پرستی کا جذبہ اس مثنوی کی وقعت کو اور بڑھا دیتا ہے دکن کی تعریف میں وجہی نے جو شعر کہے ہیں ان کا ذکر آچکا ہے۔ ان اشعار سے نہ صرف وجہی کی دکن سے محبت کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس زمانے میں دکن کی تاریخی اور سماجی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

یو کیا ہے ملک جو تجھے بھاوتا — یو کیا ہے جو خاطر تیری آوتا
تجے میں وہاں دلوں گا ہاں اے نار — سو اس دھات کے شہر ہزاراں ہزار
دکھن ملک وو کچھ عجب ٹھانوں ہے — دکن میں سو ایسا ہریک گانوں ہے

وجہی نے جاندار مکالموں اور زبان کے برموقع استعمال سے مثنوی کی ادبی حیثیت میں بھی اضافہ کیا۔ عورتوں کی زبان اور لب و لہجہ کی کاٹ دیکھئے۔

خرا سا برہ بیچ ستاتا اہے — سو پتی کوں پھر پھر تپاتا اہے
خدا اس برہ کا کرے گھر خراب — کہ تا حق مجے آج دیتا عذاب
جو سپڑے برہ میرے داواں تلیں — رگڑ کر سوں دے دے پاواں تلیں

قطب مشتری' وجہی نے صرف بارہ دن میں مکمل کی ہے جس سے وجہی کی قادرالکلامی کا اندازہ ہوتا ہے اس مختصر سے عرصہ میں بھی اس نے اس مثنوی کو زبان بیان

محاورے روزمرہ تراکیب اور نادر تشبیہ واستعاروں سے سجادیا ہے۔

تشبیہ اور استعارے کی چند مثالیں

کمل پھول طالب جو ہے سور کا — وہ محتاج نئیں چاند کے نور کا
ہر یک خوب محبوب بُتِ فارسی — بدن جیوں جلتے اچھے آرسی
سو بکھوے میں یو شہ دانی کی یوں اچھے — کچا موتی سیپی منے جیوں اچھے

تلمیح میں وجہی نے نہ صرف عربی فارسی ادبیات سے استفادہ کیا ہے بلکہ ہندوستانی ادبیات اور اساطیر سے بھی مدد لی ہے مثلاً

ہر یک گوپی شہ کی جیوں ماہ ہے — کہ اس دور میں کِشن او شاہ ہے
ہوا پرگٹ اس کا حسن یاں تلگ — کہ یوسف کی خوبی کوں بسریا ہے جگ
جہاں پانو دھرتا چلتا رہے — وہاں آب زم زم ابلتا رہے
انگوٹھی سلیماں کی تجھ ہات میں — کہ تاثیر عیسٰی کی تجھ بات میں

وجہی کلام میں سلاست کا قائل ہے کہتا ہے ؎

سلاست نہیں جس کیرے بات میں — پڑیا جائے کیوں جُز لے کر ہات میں

چنانچہ قطب مشتری میں سادگی اور سلاست کی وجہ سے کئی شعر اور مصرعے ضرب المثل بن گئے ہیں وجہی نے تکرار لفظی سے بعض جگہ بات کا لطف دوبالا کر دیا ہے۔

وہی نقش تن تھا وہی نقش من — وہی نقش پانی وہی نقش اگن
ہوا آرام میں، دل میں آرام نئیں — یو دل کیا کرے گا جنے کام نئیں

رعایت لفظی اور الفاظ کے حسن انتخاب نے اس مثنوی کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ وجہی کی اس مثنوی میں جہاں ان گنت خوبیاں ہیں وہیں کچھ عیوب بھی نظر آتے ہیں وجہی سب رس اور تاج الحقائق کا مصنف ہے جس سے اس کی عربی دانی کا پتہ چلتا ہے لیکن اس مثنوی میں اسنے عربی الفاظ کا تلفظ اسی طرح کیا ہے جس طرح عام دکنی زبان میں کیا جاتا ہے۔ اور ان کا املا بھی بول چال کے مطابق لکھا ہے مثلاً اخلِ خام، وفا نزیک، منا، واقے معزز المستید، صفے، ملما، نخشؔ، وخت زیاست۔ قافیہ کی بندش میں بھی واضح خلل ملتا ہے۔ کئی مثالوں میں سے تین پیش ہیں:

دکھیا شاہزادے کوں عابد اہیں — نوازش سوں پوچھیا وہ نادل اہیں
اگر ہور رضا تو یو دل شاد اچھے — نہیں تو مرے دل نہ سوداغ اچھے
تماشا دیکھن آئے جو پھیر سب — نفی ہو دکھیا آج کوں شہر سب

وجہی کی یہ مثنوی مقبول وزن فعولن فعولن فعولن فعول میں لکھی گئی ہے دکنی کی اکثر مثنویاں یا تو فارسی سے ترجمہ کی گئی ہیں یا سنسکرت یا عربی سے۔ قطب مشتری کو بھی محقوں نے ایک طبعزاد مثنوی لکھا ہے لیکن پروفیسر سیدہ جعفر پروفیسر دیو ستھالی کے حوالے سے لکھتی ہیں۔

"مثنوی قطب مشتری کے قصے سے مشابہت رکھنے والا ایک قصہ سنسکرت شاعری میں بھی موجود ہے۔ یہ تقریباً ۱۰۰۰ء کی تخلیق ہے۔ جس کا نام "نواساہا سانا چرتر" ہے اس سنسکرت نظم میں پدما گپتا موسوم بہ پری مالا نے جو سری گنگا گپتا کا بیٹا تھا شہزادہ سسی پربھا کی داستانِ عشق بیان کی ہے یہ کہانی مالوہ کے سندھو راجا نواسا ہانسکا کا قصہ محبت سمجھی جاتی ہے۔

پروفیسر دیو ستھالی لکھتے ہیں کہ اس قصے میں بہت سے تاریخی حوالے تبدیل شدہ صورت میں موجود ہیں" (کلیات محمد قلی قطب شاہ صفحہ ۵۲)

قطب مشتری اس منظوم قصے کے اٹھارہ سال بعد لکھی گئی اگر وجہی نے اس قصے سے استفادہ کیا ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے نقل کو اصل بنا دیا ہے قطب مشتری پر ذرا گمان نہیں ہوتا کہ یہ قصہ کہیں سے مستعار ہے۔

وجہی قطب شاہی عہد کا ایک نامور شاعر اور عظیم نثر نگار تھا اس کی سب رس دکنی انشاپردازی کا ایک انمول اور پہلا نمونہ ہے۔ سب رس وجہی نے عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پر ۱۰۴۵ھ م ۱۶۳۵ء میں تصنیف کی ہے۔ اس زمانے میں محمد یحییٰ ابن سیبک فتاحی نیشاپوری کی تصنیف دستور عشاق کے خلاصے "حسن و دل" کو بڑی مقبولیت حاصل تھی وجہی نے "حسن و دل" کو سامنے رکھ کر سب رس تصنیف کی ہے اس قصے کے سارے کردار تمثیلی ہیں سب رس کے قصے کی دو تہیں ہیں ایک ظاہری جس میں ایک عشقیہ داستان پیش کی گئی ہے اور دوسری باطنی جس میں علم باطن کی تہیں کھلتی

جاتی ہیں اس طرح سب رس میں وجہی نے عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کو ساتھ ساتھ پیش کیا ہے اس کی زبان مسجع اور مقفیٰ ہے اس زمانے میں فارسی میں یہ طرز تحریر عام تھا وجہی نے ایک نو عمر زبان دکنی میں نثر کا یہ اسلوب پیش کر کے نہ صرف زبان و بیان پر اپنی قدرت ظاہر کی ہے بلکہ نوخیز دکنی زبان میں موجود بے پناہ لسانی اور ادبی صلاحیت اور زرخیزی کا اظہار بھی کیا ہے

سب رس کی زبان داستانوی اور رنگین ہے عبارت آرائی کے باوجود سلیس اور سادہ تحریر کے بھی نمونے ملتے ہیں۔ سب رس میں وجہی نے انشاء پردازی کے جوہر دکھائے ہیں قصہ بیان کرتے کرتے گریز کر جاتا ہے کبھی 'دل' کی حقیقت بیان کرتا ہے کبھی 'عشق' کے بھید کھولتا جاتا ہے تو صفحے کے صفحے بھر دیتا ہے۔ اس داستان میں اخلاقی معاشی اور معاشرتی مسائل انسان کے عیب اور حسن پر رائے زنی کی ہے۔ داستان کا ماخذ پرایا ہے لیکن اس کا ماحول اپنا ہے اپنے وطن کا ہے وجہی نے اپنے عصر کے تہذیبی عناصر کی اس میں بڑی اچھی عکاسی کی ہے سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی عربی اور فارسی ادبیات کے علاوہ مقامی اور ہندوستانی زبانوں کے ادب سے بھی واقفیت رکھتا تھا اس نے جگہ جگہ آیات اور احادیث عربی فارسی اور دکنی اشعار سے سنوارا ہے عربی مقولے بھی کثرت سے ملتے ہیں مثلاً دانایاں میں یوں چلی ہے بات العقل نصف الکرامات' صبوری تے دنیا صبوری تے دین مصحف کی آیت ہے کہ

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِين

سب رس میں وجہی نے ہندی دوہرہ بھی درج کیا ہے۔

پنکھا ہو کر میں ڈولے ساقی تیرے چاؤ
مجھ جلتے جنم گیا تیرے لیکھن باؤ

سب رس میں بہیں محاورے ضرب الامثال اور روزمرہ کے قیمتی نمونے ملتے ہیں جیسے شکر کی چھری' گھر گھالو خوناخون' اصل سے کچھ خطا نئیں کم ذات تے وفا نئیں ادھر بات ادھر کرا ہے اس کے علاوہ دکنی کے مخصوص ضرب الامثال بھی کثرت سے ملتے ہیں سب رس کے سارے کردار تمثیلی ہیں مثلاً نظر' دل' ناموس' عشق' ناز' غمزہ

عشوہ، ادا، رقیب، عقل، قامت، حسن اور لٹ وغیرہ

سب رس اردو میں ادبی نثر کا پہلا نمونہ ہے اس سے پہلے جو نثری تصانیف ملتی ہیں وہ مذہبی نوعیت کی ہیں

وجہی کی ایک اور تصنیف کلمۃ الحقائق ہے۔ اس میں صوفیانہ خیالات پیش کئے گئے ہیں۔

سیف الملوک و بدیع الجمال : غواصی کی پہلی مثنوی ہے اس نے تین مثنویاں لکھیں۔ دو اور مثنویاں مینا ستونتی اور طوطی نامہ ہے مثنوی سیف الملوک غواصی نے محمد قطب شاہ کے آخر زمانے میں لکھی تھی اسکے انتقال کے بعد تھوڑے سے رد و بدل کے بعد اسے عبداللہ قطب شاہ کی خدمت میں پیش کیا غواصی گولکنڈہ کا ایک بڑا ہی باکمال شاعر تھا۔ اس کے حالاتِ زندگی کا خود اس کے کلام سے بھی کم ہی اندازہ ہوتا ہے سیف الملوک و بدیع الجمال کے مطالعہ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں ایک نومشق شاعر تھا۔ اس کی مشق سخن ابھی جاری تھی لیکن وجہی کے سامنے اس کا چراغ جل نہ سکا۔ محمد قطب شاہ کے زمانے میں شاعروں پر بڑی بڑی گزری۔ عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں شاعری کے چمن میں پھر سے بہار آگئی۔ غواصی سپاہی تھا اور پہرہ پر مامور تھا۔ عبداللہ قطب شاہ نے اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر اس کی درخواست پر پہرہ سے ہٹا دیا اور دربار میں جگہ دی۔ غواصی نے اپنی شاعرانہ اور ماہرانہ صلاحیتوں سے بادشاہ کے دل میں گھر کر لیا۔ ملک الشعراء کا خطاب دے کر ملک خوشنود کے ساتھ ۱۲۳۵ء میں گولکنڈہ کا سفیر بنا کر بھیجا۔ وہاں غواصی کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اس کی مثنوی سیف الملوک نے بیجاپور کے شاعروں کو متاثر کیا۔

یہ مثنوی ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء میں مکمل ہوئی غواصی لکھتا ہے ؎

برس یک ہزار ہور پنج تیس میں   کیا ختم یو نظم دن تیس میں

غواصی کی تینوں مثنویاں ترجمہ ہیں۔ یہ مثنوی الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔ اس میں مصر کے شہزادہ سیف الملوک اور چین کی شہزادی بدیع الجمال کے حسن و عشق کی داستان

ہے۔ میر سعادت علی رضوی لکھتے ہیں کہ عہد اورنگ زیب میں مرزا بدیع اصفہانی نے شمشیر خاں کی فرمائش پر اس قصہ کو فارسی میں نظم کیا۔ گلدستۂ عشق" نام رکھا تھا سیف الملوک کا ایک نثری ترجمہ نجم الدین احمد نجم نے دلی سے ۱۸۹۲ء میں شائع کیا غواصی کا ترجمہ آزاد ترجمہ ہے جسے شاعر نے اپنی قادر الکلامی سے طبعزاد بنا دیا ہے۔ اس مثنوی کا قصہ بھی عام داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔

شہر مصر کا ایک بادشاہ تھا ایک عرصہ بعد اسکے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام سیف الملوک رکھا گیا۔ جب شہزادہ بڑا ہوا تو بادشاہ عاصم نزل نے شہزادہ کو ایک انگشتری ایک زرین کپڑا اور گھوڑا تحفہ دیا اس زرین کپڑے پر ایک خوبصورت دوشیزہ کی تصویر تھی جسے دیکھ کر شہزادہ عشق میں مبتلا ہو گیا وہ تصویر شہپال ابن شاہ رخ بادشاہ اجنہ کی بیٹی بدیع الجمال کی تصویر تھی جو گلستان ارم میں رہتی تھی شہزادہ اپنے دوست ساعد کے ساتھ گلستان ارم کی تلاش میں روانہ ہوا۔ راستہ میں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا طوفان سے لڑتے، زنگیوں سے مقابلہ کرتے اور راکشس کی قید سے نجات پاکر ایک جزیرہ میں پہنچا۔ جہاں کے مکوڑے ہاتھی کے برابر تھے ان سے بچنا چاہا تو شتر مرغ کا نشانہ بنا وہاں ایک اژدھے کے منہ سے بچ کر نکلا ایک دریا کے کنارے پہنچا وہاں اسے ایک انار ملا۔ بھوکا تھا کھا لیا۔ وہ انار ایک دیو کا تھا شہزادہ حضرت سلیمان کی انگوٹھی کی مدد سے ایک اور جزیرہ پر پہنچا۔ وہاں ایک شہزادی شہر بانو سے ملاقات ہوئی۔ جسے بدیع الجمال کا پتہ معلوم تھا۔ اس نے شہزادہ کی مدد کی۔ شہر بانو سے ان دونوں نے درخواست کی کہ وہ شہپال سے سفارش کر کے ان دونوں کی شادی کروا دے وہ راضی ہو کر چلی گئی اس کے غیاب میں شہزادہ سیف الملوک ایک دیو کے پنجے میں گرفتار ہو گیا۔ جب شہپال کو معلوم ہوا تو اسنے فوج لے کر دریائے قلزم پر حملہ کر دیا۔ جہاں کا وہ دیو حکمران تھا۔ گھمسان کی لڑائی کے بعد بدیع الجمال اور سیف الملوک کی شادی ہو گئی۔ اور وہ مصر لوٹ آئے۔ غواصی نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ اسنے الف لیلیٰ سے استفادہ کیا ہے

کواڑاں کھلے سب میرے نام کے — کھلے پھول مقصود کے کام کے
مرا جیب بلبل ہو بولن لگیا — چھپے غیب کے غنچے کھولن لگیا

میرے طبع کا جھاڑ جم لیا وے بار — کھلے پھول تسکوں ہزاراں ہزار

غواصی نے اس مثنوی کے تجازم اور اسلوب میں وجہی کی قطب مشتری کی پیروی کی ہے منظر نگاری کے سیف الملوک میں زیادہ مواقع تھے اس لئے وہ وجہی سے آگے نکل گیا ہے سراپا اور جذبات نگاری میں بھی اس نے کمال دکھایا ہے۔ وجہی نے جذبات نگاری میں حقیقت کی عکاسی کی ہے غواصی نے مبالغہ سے کام لے کر اس میں رنگ بھر دیا ہے سراپا نگاری میں وجہی نے تفصیل سے کام لیا ہے جبکہ غواصی نے اختصار کو مدنظر رکھا ہے۔ غواصی نے جن راکشس اور دیو کی تصویریں اس انداز سے کھینچی ہیں کہ جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ جاتی ہے۔

انبا قد لبنی ناک چوڑے بلاخ — دلیسے غار کے نا د لبد اں فراخ
بڑے ڈانگرے سار کے کان دو — اجڑ کھر کرے گھوڑ جو راں دو
انگوٹھیاں بدل آپ نے ساز کے — خوش انگلیاں میں پہنا ڈلے ساز کے

غواصی کی مثنوی میں تخیل کی کارفرمائی نے بڑی جان ڈال دی ہے۔ دکنی اور اردو کی دیگر داستانوں کی طرح مافوق الفطرت عناصر اس مثنوی میں کچھ زیادہ ہی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مکوڑوں کا ہاتھی کے برابر ہونا۔ بڑے بھوت اور ڈائن کی خطرناک حرکتیں غواصی نے حیرت انگیز اور سنسنی خیز واقعات سے داستان کو دلچسپ بنا دیا ہے خاص طور پر شہزادہ کا طوفان سے مقابلہ کرنا دیو سے لڑنا اژدھا سے دوچار ہونا کشش کشش اور سنسناہٹ سے دوچار کر دیتا ہے۔

غواصی نے اس مثنوی میں رزم اور بزم دونوں موضوعوں کی اچھی عکاسی کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسکو رزمیہ اور بزمیہ شاعری میں مہارت اور کمال حاصل ہے نصرتی نے اپنے اس کمال فن کے اظہار کے لئے گلشن عشق اور علی نامہ سے کام لیا تھا۔ تو غواصی نے اس ایک مثنوی میں ہی اپنے یہ جوہر دکھا دیئے ہیں۔

غواصی کے یہاں باغ اور بیابان دونوں مناظر کی تصویریں ملتی ہیں باغ کا منظر پڑھتے وقت سحر البیان کا خانہ باغ کا منظر یاد آجاتا ہے۔ غواصی کے باغ میں کاغذ کے پھول نہیں کھلے۔ بلکہ حیدر آباد دکن جو اس زمانے میں "باغ نگر" تھا اس کی عکاسی ملتی ہے۔

اس باغ کے پھول پتے اور پھل اور ان میں چہکنے والے پرندے سب مقامی ہیں

سیف الملوک و بدیع الجمال میں دکنی تہذیب کی بھی اسی طرح تصویر کشی کی گئی ہے جس طرح دکن کی دیگر مثنویوں میں کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ فارسی قصوں کو اردو مثنوی میں دکنی تہذیب سے ہم آہنگ کر دیا گیا۔ دکن کی مثنویاں اپنے عہد کی تہذیب اور معاشرت کی منظوم تاریخ ہیں۔

سیف الملوک میں شاعر نے نادر تشبیہوں اور اچھوتی ترکیبوں کا استعمال کر کے اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ مہپال اور دریائے قلزم کے بادشاہ کی لڑائی کے منظر میں اس نے نئی اور اچھوتی تشبیہیں استعمال کی ہیں

جو دریا لہو ہو اُبلنے لگیا ۔۔۔ گگن اسپو کشتی ہو چلنے لگیا

سراں تیرتے لہو کے سمد و رتے ۔۔۔ جو دستے اَتے بُڑبُڑے دور تے

دھڑاں سب نہنگ موج کے لوٹ مار ۔۔۔ تھے ڈُبتے نکلتے نہنگاں کے سار

غواصی نے گولکنڈہ کے دیگر شاعروں کی طرح فارسی اسلوب کو آگے بڑھایا ہے اسکی بحر بھی فعولن فعولن فعولن فعول (بحر متقارب) سے لیا گیا ہے جو فارسی مثنویوں کی مقبول بحر ہے ساتھ ہی دکنی زبان کی نمایاں خصوصیات بھی اس مثنوی میں بدرجہ اتم ملتی ہیں۔ مثلاً (ان) سے جمع بنانے کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جیسے جاں، تشبیہاں، جیاں، دلاں، وزیراں، شرطاں وغیرہ۔

غواصی نے تذکیر و تانیث کا بھی زیادہ خیال نہیں کیا ایک ہی اسم کو مذکر بھی باندھا ہے اور کبھی مونث مثلاً

میرا حبیب بلبل ہو بولن لگیا ۔۔۔ چھپے غیب کے نغمے کھولن لگیا

میری حبیب عجب کہرگ ہے آبدار ۔۔۔ سدا تیز پانی دہرے بے شمار

ایسا نہیں ہے کہ اسنے صرف فارسی اور عربی کے الفاظ سے اپنے اسلوب کو سنوارا ہے بلکہ سنسکرت کے بھی سہل اور عام فہم الفاظ کو سیف الملوک و بدیع الجمال میں جگہ دی ہے سمجھنے کے

طور پر یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ہلبس، آنند، بسیس، اُتم، دیوانی، سکھ، بھوگنی، کارن وغیرہ ۔ غواصی کی تینوں مثنویوں میں سیف الملوک کو زبان وبیان اور فن کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہے۔

'مینا ستونتی' کو غواصی کی پہلی مثنوی سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اس مثنوی میں شاعر کے لہجہ میں انکسار ہے اپنے آپ کو کم علم اور کم فہم سمجھتا ہے اور اپنے حق میں دعا کی درخواست کرتا ہے

غواصی کمینے پو کرنا نظر دعا حق سوں کرنا مرے حق اوپر

میناستونتی کا قصہ اودھی میں منظوم چنداین سے ماخوذ ہے جو بہت مقبول قصہ رہا ہے میاں سادھن نے اسے 'میناست' کے نام سے لکھا ہے بنگال میں دولت قاضی نے ستی مینا دلور چندرانی کے نام سے اور فارسی میں حمیدی نے 'عصمت نامہ' کے نام سے لکھا ہے غواصی نے اپنی مثنوی کو فارسی سے ماخوذ بتایا ہے لیکن یہ مثنوی بھی اپنے اندر ایک انفرادی شان اور اپیل رکھتی ہے۔

رسالہ اتھا فارسی یو اول کیا نظم دکنی سیتے بے بدل

اس کا قصہ بہت دلچسپ ہے اس میں ہندوستانی عورت کی عظمت، وفاداری اور عفت مآبی کی عکاسی کی گئی ہے۔ قصہ کا ربط وتسلسل مثنوی کی شان ہے حالانکہ درمیان میں کچھ اور قصے آتے ہیں جنہیں دوتی سناتی ہے یا مینا لیکن یہ قصے مثنوی میں جذب ہوگئے ہیں انہیں علحدہ تو کیا جا سکتا ہے مگر مثنوی کی دلچسپی کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا ہے

اس مثنوی کے دو اہم کردار ہیں اور دونوں بھی عورت کے ہیں مینا عفت اور وفا کی نمائندہ ہے تو دوتی مکر، فریب اور حرص وہوا کی صورت ہے مینا کی ثابت قدمی دوتی کے مکر کو چلنے نہیں دیتی۔ آخر خیر کی فتح ہوتی ہے اور شر کو سزا ملتی ہے۔ دوتی اور مینا کے جاندار مکالمے اس مثنوی کی جان ہیں۔

مثنوی تشبیہہ، استعارے، ضرب الامثال کہاوتیں روزمرہ اور محاورے کا خزانہ ہے۔ اس زمانے کی عورتوں کی زبان ان کے اندازِ فکر اور طرزِ زندگی کے مطالعہ میں میناستونتی سے بڑی مدد ملتی ہے اس قصہ میں سادگی اور واقعہ نگاری پر زور دیا گیا ہے۔

طوطی نامہ سیف الملوک کے چودہ سال بعد یعنی ۹ ۴ ۱۰ ھ م ۱۲۳۹ء میں لکھا گیا ہے

برس یک ہزار ہور چالیس پر لنڈ ہوئے تھے یو موتیاں پرو یا ہوں میں
اس کا قصہ ضیاء الدین نخشبی کے طوطی نامہ (فارسی) سے ماخوذ ہے۔

ہوئے حضرت نخشبی مج مدد دیا میں اسے تو رواج اس سنک

ضیاء الدین نخشبی کا طوطی نامہ خود بھی سنسکرت تصنیف شک سپتا کا فارسی ترجمہ ہے جس میں طوطے کی کہی ہوئی ستر کہانیاں ہیں نخشبی نے باون کہانیاں لی ہیں اور غواصی نے پینتالیس کہانیاں رد و بدل کے ساتھ طوطی نامہ میں نظم کی ہیں۔ فورٹ ولیم کالج کے قیام کے بعد حیدر بخش حیدری نے گلکرسٹ کی فرمائش پر ۱۲۱۶ ھ میں طوطی نامہ طوطا کہانی کے نام سے اردو میں لکھا ہے۔

طوطی نامہ میں غواصی کی زبان سیف الملوک کے مقابلہ میں فارسی سے زیادہ متاثر ہوگئی ہے جدید فارسی الفاظ، محاورے اور نے کا استعمال بھی اس مثنوی میں ملتا ہے سیف الملوک میں غواصی نے جزئیات نگاری کے جوہر دکھائے تھے اس مثنوی میں اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔ لفظوں کی تراش خراش بیان کی تیزی اور زبان کی سادگی غواصی کی اس مثنوی میں سابقہ دونوں مثنویوں سے کہیں زیادہ ہے۔ زبان و بیان کی پختگی کے اعتبار سے یہ مثنوی سب سے آگے ہے اس کا خود شاعر کو بھی احساس ہے کہتا ہے۔

کھیا اے سخن سنج صاحب تمیز بچن کے سو ہے سر کا تاج عزیز
تری طبع پر صد ہزار مرحبا سچا تو ہے منظور اہل صفا

اس وقت تک غواصی کی شہرت دکن سے نکل کر شمال پہنچ چکی تھی چنانچہ میر حسن اپنے تذکرے میں غواصی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں "غواصی تخلص، در وقت جہانگیر بادشاہ بود. طوطی نامہ نخشبی را نظم نموده است بہ زبان قدیم نصفے فارسی نصفے ہندی بطور یک کہانی سرسری دیدہ بودم شعر آں نظم یاد نیست"

ماہ پیکر: ماہ پیکر عبداللہ قطب شاہ کے دور حکومت کی ایک اہم مثنوی ہے اس کے

شاعر احمد جنیدی کے حالات زندگی نہیں ملتے۔ ایک عرصہ تک اسکے صحیح نام کا بھی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ حکیم شمس اللہ قادری نے 'اردوئے قدیم' میں اس کا نام شیخ احمد بتلایا ہے (صفحہ ۷۰) اور نصیر الدین ہاشمی نے 'ماہ پیکر' کے شاعر کا نام صرف "احمد" لکھا ہے (دکن میں اردو صفحہ ۱۲۶) اردو شہ پارے میں ڈاکٹر زور نے علی اکبر جنیدی کو ماہ پیکر کا شاعر بتایا ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے مارچ ۱۹۸۶ء میں ماہ پیکر مرتب کر کے شائع کی ہے۔ اور داخلی شہادتوں سے ماہ پیکر کے مصنف کا نام احمد جنیدی ثابت کیا ہے۔ ان اشعار کے حوالے بھی دیئے ہیں جن میں شاعر نے اپنا نام بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ان اشعار کے علاوہ مثنوی کے آغاز میں حمد کے آخری شعر میں بھی شاعر نے اپنے نام کا اسطرح اظہار کیا ہے۔ ؎

کر احمد جنیدی پہ کر یوں کرم　　رکھوے نا لوں زباں پر محمد حرم

اسی طرح تقریباً ہر باب کے آخری شعر میں اس نے اپنے نام کا اظہار کیا ہے۔
مثنوی ماہ پیکر کے آخر میں شاعر نے "مناجات احمد جنیدی و خاتم کتاب" میں شجرہ بیعت دیا ہے، جس کی روشنی میں سیدہ جعفر نے احمد جنیدی کو مہدوی فرقہ کا پیرو قرار دیا ہے۔
مثنوی کے آخر میں احمد جنیدی نے اپنی مثنوی کے سنہ تصنیف اور مہینے کی نشاندہی کی ہے

بنی کی سو ہجر کا یو تھا قرار　　چہار سال تین بیس پر یک ہزار
کر تاریخ دسویں محرم الحق　　ہوا ختم یو نظم جیل سے سبق

اس لحاظ سے مثنوی ماہ پیکر دسویں محرم ۱۰۲۴ھ کو مکمل ہوئی ہے۔
مثنوی ماہ پیکر مفعول بحر فعولن فعولن فعولن فع میں لکھی گئی ہے۔ یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جسے شاعر نے اپنے دوستوں کی فرمائش پر نظم کیا ہے۔
احمد جنیدی نے ایک عرصہ تک شاعری ترک کردی تھی اور جب مثنوی لکھنے آمادہ ہوا۔ تو اسے یہ اندیشہ بھی لاحق ہوا کہ کہیں کوئی چوک نہ رہ جائے اسے اس بارے میں بھی یقین نہیں ہے کہ یہ کام "پختہ" ہے یا "خام" اس لئے اپنے قاری

سے درخواست کرتا ہے کہ

اگر چوک پاویں گے اس میں ذرا کر درست تم خوب اسکوں پھرا
نپٹ عیب اس کا سو مجھ پر دھرد اگر عیب اچھے گا عیب کرو
نہ جانے کہ پختہ کی یا خام ہے کرنا کام ہے یا بے کام ہے

اس مثنوی کا ہیرو' پیکر' ہے اور ہیروئن کا نام' ماہ' ہے اسی مناسبت سے جنیدی نے اس مثنوی کا نام "ماہ پیکر" رکھا ہے۔

رکھیا ماہ پیکر سو اس ہیک نام الہٰی توں کر اس نظم کو تمام

دو ہزار سات سو بیتیں شعر کی اس مثنوی کا قصہ اکہرا ہے قصے سے پہلے مثنوی کی عام روایت کے مطابق حمد اور نعت بھی شامل ہیں لغت ہی کے سلسلے میں مناقب خلفائے راشدین بیان ہوئے ہیں پھر سبب تالیف اور دعا کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے حسن میندی محمود غزنوی کا وزیر ہے۔ بادشاہ اسے بہت عزیز رکھتا ہے اسے دنیا جہاں کی نعمتیں حاصل ہیں۔ مگر اولاد سے محروم ہے۔ بڑی دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکی عطا کی جس کا نام' ماہ' رکھا۔ اسی ملک میں ایک بڑا دولت مند تاجر رہتا تھا جس کی کوئی اولاد نہیں تھی بڑی آرزؤں اور تمناؤں کے بعد ایک لڑکا "پیکر" پیدا ہوا۔ ماہ اور پیکر ایک مکتب میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بڑے ہوئے تو انکے عشق کا چرچا ماں باپ تک پہنچا اور ماہ کا مکتب جانا موقوف ہوا۔ پیکر ایک کنیزن کلیلالہ سے جو مالن تھی ماہ تک اپنے دل کا حال پہنچانے میں مدد لیتا ہے۔ دونوں کلیلالہ کی مدد سے ایک باغ میں ملتے ہیں۔ جہاں وہ نماز اور قرآن شریف پڑھتے ہیں ایک رات محمود غزنوی کوتوال کے بھیس میں گشت پر نکلا تو دیکھا کہ پیکر باغ کے کنگرے پر کمند ڈال کر چڑھ رہا ہے۔ اسے فوراً گرفتار کر لیا اور مار پیٹ کے بعد اس کے باپ عبداللہ کے گھر لے گیا۔ عبداللہ نے سمجھا کہ اس کا بیٹا چوری کے الزام میں گرفتار ہوا ہے تو بہت شرمندہ ہوا اور ضمانت دینے سے انکار کر دیا کوتوال پیکر کو لے کر آگے بڑھا راستہ میں پیکر کے دوست ملک زادہ کا گھر ملا۔ پیکر نے ملک زادہ سے تمام حال کہہ سنایا۔ ملک زادہ نے ضمانت دے کر اسے چھڑا لیا۔ اور اس کو اپنے گھر لے گیا۔ پیکر نے تمام قصہ ملک زادہ سے کہہ سنایا کوتوال ملک زادے کے ملازموں

کے بھیس میں چھپ کر بیٹھا یہ سارا ماجرا سن رہا تھا پیکر نے کہا ماہ باغ میں اس کا انتظار کر رہی ہوگی تاکہ آج کے پندرہ پارے پڑھے جا سکیں اور دونوں مل کر قرآن شریف ختم کر سکیں ملک زادہ نے اجازت دی تو کوتوال بھی آنکھ بچا کر ساتھ ہولیا تاکہ پیکر کی آزمائش کر سکے کوتوال ان دونوں کی محبت اور پارسائی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ صبح کے قریب پیکر نے ماہ سے رخصت چاہی اور بتایا کہ اب اسے سولی پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ غش کھا کر گر پڑی۔ صبح جب شہر میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ ایک چور کو دار پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ سیاہ لباس پہن کر سپاہی کے بھیس میں اس جگہ پہنچی۔ کوتوال کے بھیس میں غزنوی نے چوری چوری ساری باتیں سن لی تھیں اسے معلوم تھا کہ سیاہ لباس میں کون ہے اس نے پیکر کو سولی پر چڑھانے کے بجائے دونوں کی شادی کر دی۔

مثنوی ماہ پیکر ادبی سماجی اور تہذیبی اہمیت کی حامل ہے اس مثنوی کا قصہ بھی عام مثنویوں کی طرح شروع ہوتا ہے لیکن شاعر نے قصہ کی تشکیل میں تذبذب اور تجسس کی فضا پیدا کر کے قصہ کو دلچسپ بنا دیا ہے ایک عشقیہ مثنوی ہونے کے باوجود اس کا ماحول مذہبی ہے منظر کشی جذبات نگاری اور جزئیات کی پیش کشی میں شاعر کو کمال حاصل ہے۔ پیکر کے فراق میں ماہ کی بے قراری کے اظہار کے لئے احمد جنیدی نے پورا ایک باب قائم کیا ہے۔ شاعر کی منظر نگاری کا کمال باغ کی آرائش زیب و زینت کے بیان میں نظر آتا ہے منظر نگاری ہو کہ جذبات نگاری شاعر نے جزئیات پر پوری توجہ کی ہے۔ جس کی وجہ سے مثنوی طویل معلوم ہوتی ہے لیکن جزئیات کی تفصیل اور تہذیبی عناصر قاری کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں احمد جنیدی نے بہت سارے پھل اور پھولوں کے ایسے نام گنوائے ہیں۔ جن سے دکن کی بو باس آتی ہے جیسے سرو انار انجیر جامن آم انجیر رٹ نارنگی بادام بنفشہ پھولوں میں لالہ سوسن سمن چنبلی چنپا بٹ موگرا سیوتی دونا کنول سنبل نرگس جوئی (جوہی) وغیرہ۔ احمد جنیدی نے دکنی تہذیب کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی پر خاص توجہ صرف کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے شاعر کا مقصدِ اولین ہی تھا کہ وہ اپنے دور کے شادی بیاہ کے رسم و رواج زیورات لباس سجاوٹ و آرائش آؤ بھگت خاطر تواضع جشن اور رقص و موسیقی فرنیچر مختصر یہ کہ مکانوں اور محلوں کی سجاوٹ کو قلمبند کر لے ماہ اور پیکر

کے شادی کی رسومات کے آغاز سے لے کر ہیز بانی تک تہذیب و معاشرت کے رنگا رنگ مرقعے نظر آتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اپنی مرتبہ مثنوی کے مقدمہ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ رقمطراز ہیں

"احمد جنیدی کی مثنوی 'ماہ پیکر' عہد گزشتہ کے تہذیبی مظاہر کی ایک اہم دستاویز معلوم ہوتی ہے شاعر کے وسیع مطالعہ اور اس کے ثقافتی شعور نے اس مثنوی میں ایک مٹی ہوئی تہذیب کے نقوش کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

اگر ہم قطب شاہی تمدن کی ایک جھلک دیکھنا چاہیں تو اس عہد گزشتہ کے تمدنی عناصر اور ثقافتی میلانات کا پرتو ہمیں احمد جنیدی کی ماہ پیکر میں نظر آسکتا ہے" (ص ۷۲)

دکنی مثنویوں میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے ملتے ہیں ماہ پیکر میں اس کی کی کھٹکتی ہے ماہ کی خوب صورتی کی ہلکی سے تصویر کشی کی گئی ہے سراپے میں تشبیہات کے استعمال سے بہت کام لیا جاتا ہے گردن اور انگلیوں کی تعریف ملاحظہ ہو جس میں ایک اچھوتا انداز ہے

کہ گردن صراحی کے پانور ہے ۔۔۔ کہ صافی میں بلوریا حور ہے

کہ انگلیاں بیرٹیاں پان کی ترپلیاں ۔۔۔ کہ یا ہے توپلیاں جو نازک پھلیاں

اسی طرح سیاہ لباس زیب تن کرنے اور سیہ گھوڑے پر ماہ کے سوار ہوکر جانے کی بھی تصویر کشی ہے زیادہ پُر اثر نہیں ہے۔

مثنوی کے آغاز میں جنیدی نے شاعری ترک کر دینے اور مشق سخن چھوڑ دینے کا اظہار کیا تھا لیکن مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مشق سخن ترک کرنے کے باوجود اسکو فن پر کمال حاصل تھا زبان کی صفائی اور بیان کی روانی بے مثال ہے تشبیہات سے زیادہ استعاروں سے کام لیا ہے جس سے معنی آفرینی اور اثر انگیزی بڑھ جاتی ہے چند مثالیں پیش ہیں۔

کہ نازک ہے اوبر بھنوٹی مثال ۔۔۔ کری کیوں اپن تن کوں مانی کا حال

نرم ہے خفیاں ردی کے مانند وجود ۔۔۔ پڑی کیوں نبے نیاری اپیں کھول سود

دو امیں شمع ہو کر نس دن جلوں ۔۔۔ ہوا میں اگن نیہ میں ساری گلوں

بھتر کا ونے تجھے سو چپناں میں یوں ۔۔۔ نزاکت میں محبوب زلفاں کے جیوں

تشبیہات اور استعارات میں جہاں اسلامی عوامل سے کام لیا ہے وہیں ہندوستانی عناصر سے مدد لے کر ہندستانی تہذیب کا خوبصورت امتزاج پیش کیا ہے۔

کہ یا زلف ناگن کو نڈل گھال کر   کہ بیٹھے ہے جون جھاڑ گل لالہ پر

کہ پتلیاں کی ہے راوت اس کے سیاں   کہ سو کھے کناری لے بیٹھے ہے واں

کہ یا ماہ موسی عصا ناگ تیوں   پٹیاں پھن پسار کر کریاں چھایاں جوں

احمد جنیدی نے محاوروں ضرب الامثال اور روزمرہ کا بھی بھرپور استعمال کیا ہے جس سے روانیٔ بیاں میں تیزی آگئی ہے۔

مان دینا۔ غم کھاتا آس پکڑنا۔ افسوں سٹنا۔ تشریف دینا۔ صبوری پکڑنا باٹ دیکھنا۔ عقل کھونا۔ سینا کوٹ لینا، جیو نثار کرنا۔ ھنڈی لینا۔ کلیجہ کاڑنا چرن دھرنا۔ ضامن لینا، دھو ساز نا

جیسا کہ پہلے بھی ذکر آیا ہے اس مثنوی کی فضا پر اسلامی رنگ چھایا ہوا ہے غالباً یہ پہلی عشقیہ مثنوی ہے جس میں تقدس اور تقویٰ کی فضا ملتی ہے۔ حالانکہ اس کا قصہ مذہبی نہیں بلکہ ایک طبعزاد قصہ ہے۔ دوسرے عشقیہ قصوں میں ہوا وہوس کا عنصر بھی ہوتا ہے لیکن مذہبی فضا کو برقرار رکھنے کے لئے شاعر نے موقع موقع سے احادیث آیات اور تلمیحات سے استفادہ کیا ہے ماہ اور پیکر فراق کے بعد ملتے ہیں تو فراق کی گھڑیوں کا اس طرح ذکر کرتا ہے

تیرے سوں کی قبلہ سوں منجہ کام تھا   تیرا یاد منجکوں سوں احرام تھا

ورد ہور اوراد تسبیح مدام   تیری ناؤں کی منجہ اتھی صبح و شام

شاعر نے آیات و احادیث کا جس طرح برمحل استعمال کیا ہے اس سے شاعر کے علمی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے ملاحظہ ہوں در شعر

قراں میں سو آیت ہوا اس کوں حل   اطیعوا اللہ آیت سو آئی نکل

اطیعو اللہ و اطیعو الرسول   و اولی الامر منکم، بعد رسول

توں ہو ہرباں منجہ اوپر اے سو جیا ں   ھل جزاء الاحسان الا الاحسان

خدا کی سو فرقان میں آسیا   الشارق کی آیات دکھلا گیا

یہ مثنوی لسانی اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے اس میں سنسکرت کے تت سم اور تدبھو الفاظ کا استعمال ملتا ہے برج پنجابی اور مرہٹی کے اثرات بھی دیگر دکنی مثنویوں کی طرح اس مثنوی میں بھی ملتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اس مثنوی کے مقدمے میں اس کا صوتی تجزیہ بھی کیا ہے

دکنی بلکہ اردو کی اکثر مثنویوں میں ما فوق الفطرت عناصر سے دلچسپی اور حیرت کی فضا قائم کی جاتی ہے۔ ماہ پیکر میں نہ تو جن ملتے ہیں نہ پریاں نہ دیو نہ سحر نہ جادو اور نہ ہی ہیرو کی غیر معمولی طاقت اور غیر معمولی حرکتیں اس کے باوجود مثنوی کی دلکشی میں فرق نہیں آنے پایا یہ مثنوی اس اعتبار سے ایک خاصے کی چیز ہے

بقول سیدہ جعفر "احمد جنیدی کے اس شعری کارنامے کی ادبی، لسانی تاریخی اور ثقافتی اہمیت مسلمہ ہے"

پھولبن: شیخ محمد مظہر الدین شیخ فخر الدین ابن نشاطی دراصل ایک اچھا انشا پرداز تھا۔ پھولبن میں شاعر نے خود اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس نے شاعری میں بھی جان بوجھ کر اپنا کمال دکھایا ہے۔

اہے انشا پو میرا اصل دایم ۔۔۔ طبیعت کوں میری ہے حظ ملایم
سمجھ پر کس کوں سیر الطبع ہونا ۔۔۔ لگر میں ایک دکھایا ہوں نمونہ

پھولبن فارسی کی ایک حکایت بساتین الانس کا ترجمہ ہے۔

بچپن کے باغ کی لے باغبانی ۔۔۔ بساتین کی کئی سو ترجمانی

یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں لکھی گئی۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ م ۱۶۵۵ء ہے۔ اس میں بھی روح کی تبدیلی کی مثالیں ملتی ہیں اس میں ایک قصہ ختن کے سوداگر کے بیٹے کا بیان کیا گیا ہے جسے ایک زاہد کی بیٹی سے محبت ہو جاتی ہے زاہد کو یہ بات بہت ناگوار گذرتی ہے وہ رنجیدہ ہوکر بددعا دیتا ہے کہ دونوں کی صورت بدل جائے دعا قبول ہوئی تو عاشق بلبل اور محبوبہ گل بن جاتی ہے آخر میں کشمیر کے بادشاہ کو اس بات کا علم ہوتا ہے تو وہ اسم اعظم کی انگوٹھی کی مدد سے انہیں اصلی حالت پر لے آتا ہے۔

گل و بلبل کو شہ انگے منگایا ‫ ‫ دونوں پرسوں انگوٹھی کوں پھرایا
خدا کے فیض سوں جیوں تھے اول اد ‫ ‫ ہوے پھر آدمیانگی شکل سوں اد

پھول بن کی ایک اور حکایت میں بھی تبدیلیٔ جسم کا ذکر ملتا ہے ایک بادشاہ کو جوگیوں سے بہت عقیدت تھی ایک جوگی نے اسے نقلِ روح کا ایک منتر سکھا دیا۔ جس کے زور سے بادشاہ ہرن کا روپ دھار لیتا ہے وزیر نے بھی بادشاہ سے یہ منتر سیکھ لیا تھا اس نے موقع پاکر منتر پڑھا اور بادشاہ کے روح سے خالی جسم میں داخل ہوکر بادشاہ بن گیا۔ ادھر ہرن طوطی بن جاتا ہے اور اڑتے اڑتے محل میں آکر رانی کو بتلاتا ہے کہ وہی اصلی بادشاہ ہے۔ وزیر جو بادشاہ کے روپ میں راج کر رہا تھا اسے ملکہ نے اکسایا کہ وہ اپنے ہنر کا اظہار کرے اور اس قمری کا روپ اختیار کرلے جیسے ملکہ نے پیش کیا ہے وزیر نے جو دیکھا نہ تاؤ جھٹ قمری کے روپ میں آ گیا اور ادھر طوطی جو در اصل بادشاہ تھا اپنے جسم میں داخل ہوگیا۔ جسم بدلنے کے قصے دکنی مثنویوں میں دو چار جگہ اور آئے ہیں اس کا سلسلہ کدم راؤ پدم راؤ سے شروع ہوتا ہے غواصی کے طوطی نامے میں بھی روح کی منتقلی کا ذکر آتا ہے

پھول بن میں قصہ در قصہ مثنوی آگے بڑھتی جاتی ہے اس میں تین قصے اصلی ہیں اور باقی ذیلی کہانیاں ہیں یہ زیادہ طویل مثنوی نہیں ۱۷۴۴ اشعار پر مشتمل ہے اس کی بحر مفاعیلن مفاعیلن فعولن ہے (بحر ہزج مسدس محذوف الآخر) یہ ایک لاجواب مثنوی ہے جو درباری سرپرستی سے دور رہ کر لکھی گئی ہے۔ اس کا اسلوب نہایت رواں دواں ہے اور بحر پر ترنم۔ شاعر نے چونکہ اپنے کمالِ فن کے اظہار کے لئے مثنوی لکھی تھی اس لئے اس مثنوی میں تمام ادبی خوبیوں کو بھی سمونے کی کوشش کی ہے۔ اس مثنوی میں جہاں مناظر قدرت کا ذکر ہے وہاں اسنے بالالتزام ان کی جاندار تصویر کشی کی ہے۔

باغ کے منظر سے چند شعر پڑھیں تو اس کا اندازہ ہو سکتا ہے

اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار ‫ ‫ بندے پھل ڈالی کے مرغاں ہنڈولے
کلیاں لالے کی سرے کیاں نشانیاں ‫ ‫ دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں

کلی ہور پھول ہل دستے تھے اس دھاپر کر جوں چھپ کو کوئی کرتے رہے بات

اسی طرح جنگل چاندنی رات اور طلوع آفتاب وغیرہ کے مناظر بھی پیش کئے ہیں۔ خوشی اور غم حیرت اور حسرت کی بھی قلمی تصویریں کھینچ دی ہیں جس سے شاعر کی باریک بینی گہرے مشاہدے اور قدرت اظہار کا اندازہ ہوتا ہے۔ بلبل کی بیقراری کا حال دیکھئے :

اگر اچھتا تو بارے کا برا تن　　میں اڑ کر یاں تے لے جاتا کر برتن
کہاں وہ پاؤں جو میں اس تلک جاؤں　　وہ انکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاؤں

زاہد کی بیٹی کے حسن اور سراپے کو سوداگر کے بیٹے کی زبانی بیان کیا ہے سراپا ہے داستانوں کا ایک لازمی سا جز ہے اس سے اس عہد کے معیار حسن کا اندازہ بھی ہوسکتا

چتر، چنچل، سرگ، کمل، سہانی　　نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی
کہوں کیوں میں الک کوں اسکے سر کاں　　سرک میں دل کشائی کے اثر کاں
بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے کو　　وو کالی ہے لو محراباں کے اوپر
چندر آدھا کھول کر میں پشانی　　چندر آدھا نہیں ویسا نورانی

سراپا نگاری میں ابن نشاطی نے "پلک" "نین" آنکھوں کے سرخ ڈورے، ناک رخسار ہونٹ دانت ٹھوڑی کمر، قد اور ہنس کی سی چال تک تعریف کی ہے۔ منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں شاعر نے نادر تشبیہات استعمال کی ہیں۔ مرقع نگاری میں پھول بن کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ مثنویوں اور داستانوں کی مقبولیت کا اہم عنصر یہ بے ساختہ مرقعے بھی ہیں۔

ابن نشاطی دربار سے وابستہ نہیں تھا۔ اسے عوامی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ تاہم وہ شاہی اور عوامی ماحول کی کامیاب ترجمانی کرتا نظر آتا ہے جہاں سمن کے جزیرے کے محل کا نقشہ کھینچا ہے تو قطب شاہی محلات کی تصویریں آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ جزئیات پر اس کی نظر بڑی گہری ہے شکارگاہ کا ذکر کرتا ہے تو وہاں کی ایک ایک چیز پھل پھول پتے آسمان زمین دھوپ چھاؤں چرند پرند، درند کی تفصیل بتاتا چلا جاتا ہے۔ جانوروں میں سیہ گوش ہاتھی چیتے ہرن چیتل

کہتے پرندوں میں باز بحری شکریاں شاہین ذکرہ اشعار میں اس طرح آیا ہے کہ کہیں تکلف یا تصنع کا احساس نہیں ہوتا۔

ابن نشاطی نے اس عشقیہ مثنوی کو صرف تفنن طبع کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اس میں اس نے پند و حکمت جہانبانی اور جہانداری کی بھی تعلیم دی ہے دانہ کی لالچ میں جب بلبل جال میں پھنس جاتا ہے تو "طمع داری" کی مذمت میں مسلسل کئی شعر لکھ دیئے ہیں اس کے علاوہ بھی جگہ جگہ کئی شعر آگئے ہیں مثلاً

جو کچھ کرتا سوچ کر تا نہیں پھر ہے بات اس کے ہماری تات کی ڈر
نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ نمک کھا کر نمکدان کوں سٹیا پھوڑ

پند و نصیحت کی تلخی کو دور کرنے کے لئے وہ ضرب الامثال کہاوتوں اور محاوروں کے برمحل استعمال سے شکر گھول دیتا ہے

کچے ہیں جیو تے پیارا ہے شرم خدا سب کا رکھن ہارا ہے شرم
شکر بن کھائے نیں ہوتا میٹھا کام نہیں پڑتا ہے سچ بے مشورت کام

تشبیہہ اور استعاروں کی ابن نشاطی کے پاس کمی نہیں۔ بنیادی طور پر چونکہ وہ ایک انشاء پرداز تھا اس لیئے تشبیہہ کے انتخاب اور استعمال میں اس کا قلم دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

دسے یوں پھول میں لالے کے کالے چوا جیوں لعل کے پیالے میں گھالے
دسے بادل کلی ماہو کو لالا دسیا اس میں لگے تیوں مشک کالا

پھولبن کی زبان سادہ اور سلیس ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ عہد عبداللہ قطب شاہ میں لکھی جانے والی تمام مثنویوں میں پھولبن سب سے زیادہ سلیس انداز میں لکھی گئی ہے اس کی دو وجہ بات ہوسکتی ہیں ایک تو اس عہد تک دکنی زبان نکھر چکی تھی دوسرے ابن نشاطی خود بھی بڑا عالم فاضل تھا اسے اپنی قادری کا احساس تھا لکھتا ہے

زمانہ نا سمجھ کر قدر ہیرا بچھا یا ہے دلی سوں صدر ہیرا

تین مہینے کے عرصہ میں جب اس نے یہ مثنوی ختم کی تو اسے اندازہ ہوا کہ کوئی

اس کا قدرداں نہیں۔ تب وہ شعر و ادب کے جوہریوں یعنی قطب شاہی دور کے بلند پایہ شاعر شیخ احمد گجراتی، حسن شوقی، فیروز اور ملا خیالی کو یاد کرتا ہے کہ اگر وہ ہوتے تو میرے کلام کی داد دیتے۔

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد	کر دیتا شاعری کا کچھ مری داد

اس مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسے فارسی اور عربی ادبیات اور فن بلاغت و عروض میں کمال حاصل تھا اس نے اپنی فارسی دانی پر ناز حاصل کیا ہے ؎

تجھے ہے فارسی میں دستگاہ آج	نہ کر سے ترجمہ بھی کوئی تجھ باج

یہی وجہہ ہے کہ پھولبن میں فارسی کا اثر نمایاں ہے۔

گلشن عشق: نصرتی بیجا پور کا عظیم شاعر تھا۔ اس نے تین اہم مثنویاں گلشن عشق، علی نامہ اور تاریخ اسکندری لکھیں۔ نصرتی نے اپنے حالات زندگی پر اپنی تصانیف میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ دکنی کے کسی اور شاعر نے اپنی سوانح کی طرف اس قدر توجہ نہیں کی ورنہ دکنی ادب کی تاریخ کے بہت سے گوشے اور شعرا کے سوانح تشنہ اور نامکمل نہ رہتے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس کے والد "سلحدار جمع رکاب" تھے اور بادشاہ کے بہت وفادار ملازم تھے۔ انہوں نے نصرتی کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی ہمیشہ نصرتی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ منتخب اساتذہ کی نگرانی میں اس کی تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ اللہ نے ذہن رسا دیا تھا بہت جلد علوم و فنون پر اس نے عبور حاصل کر لیا۔

کچھ یک میں سنبھالیا جب اپنا شعور	کیا کر کتا بال پہ اکثر عبور

اپنے والد کے ساتھ دربار میں اکثر آتا جاتا رہتا تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کی شہزادگی کے زمانے میں اس کا مصاحب تھا اس کی قدر افزائی نے نصرتی کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

مرا شہ جو تھا جگ اہے جوہری	اد شہزادگی میں اتھا مشتری
مری طبع کے گھن کو قابل پچھان	نہ کوئی گھن ہے کر اس مقابل پچھان

دھرن ہار اکثر اثر مہر کی   رکھیا مجھ طرف نت نظر مہر کی

روضۃ الاولیاء بیجاپور میں محمد ابراہیم بیجاپوری نے لکھا ہے نصرتی کے بھائی شیخ منور صوفی منش انسان تھے اور علم تصوف میں کامل تھے۔ دوسرے بھائی شیخ عبدالرحمٰن فن سپاہ میں ماہر تھے اس طرح نصرتی ایک معزز گھرانے کا فرد تھا اسکی تاریخ پیدائش کا علم نہ ہوسکا۔ گلشن عشق کے مقدمہ میں پروفیسر سید محمد صاحب نے گلشن عشق کے ایک قدیم قلمی نسخے کے حوالے سے قطعہ تاریخ وفات لکھی ہے جس سے سنہ ۱۰۸۹ھ نکلتا ہے۔ (گلشن عشق سلسلۂ یوسفیہ صفحہ ۷)

ضرب شمشیر سوں یہ دنیا چھوڑ   جا کے جنت کے گھر میں خوش ہو رہے
سال تاریخ آ ملایک نے   یوں کہے "نصرتی شہیدا" ہے

نصرتی کی قبر تکیہ باغ بیجاپور میں ہے۔

نصرتی کو مثنوی کے علاوہ دیگر اصناف سخن میں بھی کمال حاصل تھا اس نے غزلیں قصائد اور رباعیاں بھی لکھی ہیں۔

'گلشن عشق' نصرتی کی پہلی مثنوی ہے یہ ۱۰۶۸ھ م ۱۶۵۷ء میں لکھی گئی ہے یہ طبعزاد مثنوی نہیں بلکہ اس سے پہلے یہی قصہ شیخ منجھن نے ہندی میں 'منوہر و مدمالتی' کے نام سے لکھا ہے اسی قصے کو گلشن عشق سے تین سال پہلے یعنی ۱۶۵۴ء میں عاقل خاں رازی عالمگیری نے مثنوی 'مہر و ماہ' کے نام قلمبند کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مثنوی کا قصہ اس زمانے میں مقبول خاص و عام رہا ہے۔ نصرتی نے اس قصہ میں چندر سین اور چمپاوتی کے قصہ کا اضافہ کرکے اپنی مثنوی لکھی۔ کہانی بڑی دلچسپ ہے جس میں قدیم داستانوں کے تمام لوازم سے استفادہ کیا گیا ہے کنک گر کے راجہ بکرم کے اولاد نہیں تھی۔ ایک بزرگ کا دیا ہوا پھل کھانے سے اس کے دل کی مراد پوری ہوئی۔ خوبصورت بیٹا منوہر پیدا ہوا۔ نجومیوں کی پیشن گوئی کے مطابق چودہ برس کی عمر میں اسے ایک مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ چاندنی رات میں چاندنی پر سو رہا تھا اتنے میں سات پریوں کا ادھر سے گزر ہوا۔ ہر ایک نے کہا ایسا حسن ہم نے کہیں نہیں دیکھا اور اسکا جوڑ ملنا مشکل ہے ایک پری نے بتلایا کہ مہارس نگر کی شہزادی مدمالتی ہی اس کا جوڑ ہو سکتی ہے

ساتوں پریاں شہزادے کا تخت اڑا کر مہارس نگر لے گئیں اور شہزادی کے پلنگ کے پاس رکھ دیا۔ جب دونوں کی آنکھ کھلی وہ ایک دوسرے پر فریفتہ ہوگئے اور انگوٹھیاں بدل لیں۔ جب وہ دونوں سو گئے تو پریوں نے شہزادے کا تخت پھر سے کنک گیر پہنچا دیا۔ شہزادہ بیدار ہوا تو مدمالتی کی فراق میں مضطرب ہوگیا آخر مصیبتیں اٹھاتا دکھ جھیلتا مدمالتی تک جا پہنچا۔ مدمالتی کی ماں کو پتہ چلا تو اس نے غصہ میں مدمالتی کو جادو کا پانی چھڑک کر طوطی بنا دیا۔ یہ طوطی راجہ چندرسین کے ہاتھ لگی۔ طوطی نے اسے سارا حال سنایا طوطی کو لے کر چندرسین مہارس نگر پہنچا طوطی کا جادو اتارا اور اس کی شادی کنک گر کے شہزادے منوہر سے ہوگئی۔ چندرسین کی شادی چنپاوتی سے ہوگئی جو مدمالتی کی سہیلی تھی۔

اس مثنوی میں نصرتی ایک باکمال شاعر نظر آتا ہے۔ اس نے مناظر قدرت کی تصویر کشی اور جذبات کی عکاسی بڑی مہارت سے کی ہے۔ چاندنی رات کا منظر طوفان کی حالت، شام کی کیفیت، برف کے گھاٹ، شب ظلمات اور گرمی کا موسم وغیرہ ان کے علاوہ باغوں کے مناظر خوبی سے دکھاتے ہیں۔

نصرتی نے پہلی بار مثنوی میں برف باری اور کڑاکے کی سردی کا حال پیش کیا ہے

کنکر ریخ سہل ٹھنکر ہوتا تے دسیں — ٹھنی ہونگ سیوں سونف دانے دسیں
ادک ڈرے کی سردی کا آزار ہو — نہالاں اتھے ٹھنڈ سوں بیمار ہو
نہ سکتی تے ہو کونپلی سرفراز — نہ ٹک ہو سکے بیل کا ہت دراز
چھپیاں کلیاں اوڑ لوڑپن لحاف — ہوا تھا سو اس پر بی یخ کا غلاف
اڑنے تو پنکھی تس کدھن پر جھٹک — پڑے برف سوں پر ہو گولا اٹک

باغ کی سجاوٹ اور اس کی خوب صورتی کی بات تقریباً ہر ایک اردو مثنوی میں آئی ہے۔ نصرتی نے جو باغ کا منظر کھینچا ہے وہ سب سے زیادہ تفصیلی اور انوکھا ہے۔ انوکھا اس اعتبار سے ہے کہ اس میں شاعر نے کئی قسم کے پھولوں پھلوں اور پرندوں کے نام گنوائے ہیں جو سب کے سب مقامی ہیں اس کے بعد باغ کی تزئین و آرائش نہروں اور حوضوں کا شفاف پانی باغ محل کی خشت کاری گچ چونا مرجان جیسا سرخ جو بینر نورتن کی طرح کے جگمگاتے دیئے، دروازوں پر لٹکے ہوئے زرد پردے ان کے

نقش و نگار در و دیوار اور منقش چھت کی تفصیل بڑے ربط و تسلسل اور رنگین پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ باغ محل کا حسن ملاحظہ ہو۔

سہاویں قصوراں ہے عالی محل کیا جن پہ خورشید کنچن کا حل
جسے خشت کاری کوں شمسی سونا جسے گچ کلا وہ چندر کا چونا
جسے سرخ چوبینہ مرجاں کے ناد جسے قطب نے خوش بلوریں عماد
دیوے زیب جن پر دل افروز کھن لگائے سو کندن سوں خوش نور تن

دکن کے بادشاہوں نے دکن کو ایک نئی تہذیب سے روشناس کروایا ایک نئی تہذیب کو جنم دیا جو خالص ہندو تھی نہ خالص مسلم۔ یہ ایک مشترکہ تہذیب تھی اس میں صرف ہندو مذہب، ہندو آرٹ، ہندو لٹریچر نے مسلم عناصر کو جذب کر لیا ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی میں بھی تبدیلی آ گئی۔ دکن کے شاعروں نے دکن کی اس ملی جلی تہذیب اور اس تہذیب کے مختلف عوامل کا اپنے فن پاروں میں بالاستیعاب ذکر کیا ہے نصرتی نے گلشن عشق اور علی نامہ میں خاص طور پر اسی طرف توجہ کی ہے۔ یہاں کے پھل پھول ترکاریاں جانور چرند پرند اور تعلیم و تربیت رسم و رواج مجلسی آداب، میزبانی کے طور طریق مختلف پکوان جیسے مزعفر، تنبولی، خشکا، پلاؤ، کھچڑی، قلیہ، کوفتے، لنو (دو پیازہ) کبتھلی، بورانیاں، شوروے، کھیر اور شکر پارے، سموسے، سوجی کا حلوہ، علیفی، جلیبیاں، پالودہ، فرنی، چلیپاں، رلوڑیاں، بتاشے، لڈو، ملیدہ، سیویاں، پنیر اور کباب وغیرہ، شادی کی رسموں کے ساتھ زیور کی قسمیں کپڑے اور لباس کی بھی ایک طویل فہرست کو اشعار میں سمو دیا ہے۔ اسی طرح جذبات میں خوشی، غم حیرت، غصہ اور اضطراب کی عکاسی بعض نازک اور شدید جذباتی موقعوں پر بڑے ہی مہذب انداز میں بات کہہ جاتا ہے۔ نصرتی نے گلشن عشق میں عورت کو ایک اچھی بیوی، ایک مدبر ملکہ، چاہنے والی ماں اور بہادر خاتون کے روپ میں پیش کیا ہے۔ بادشاہ جب جھک کر واپس آتا ہے تو خود رانی کھانے کا تھال لا کر کھانا کھلاتی پان دیتی اور پھر دربار عام کا لباس پہنا کر روانہ کرتی ہے۔ بادشاہ جب بیمار اور رنجیدہ ہو جاتا ہے تو رانی ہمت دلاتی اور اس کو درویش

کی تلاش میں بھیجتی ہے۔ نصرتی نے کردار نگاری میں بڑی چابکدستی دکھائی ہے کنور منوہر ایک شہزادہ ہے لیکن بے عمل نہیں، خردمند، بردبار بہادر اور موقع شناس ہے راجہ بکرم اللہ سے ڈرتا اور اللہ کے بندوں پر مہربانی اور کرم کرتا ہے عدل و انصاف اس کا شیوہ ہے۔ چندرسین دور اندیش ہوشیار اور بہادر ہے۔ سراپا نگاری میں بھی عوامی کمال دکھایا ہے

مثنوی میں سب سے اہم چیز قصہ کا ربط و تسلسل ہے۔ نصرتی نے گلشن عشق میں اس کا بڑا لحاظ رکھا ہے ایک ایک واقعہ موتی کی لڑی کی طرح جڑا ہوا ہے۔ اسی ربط و تسلسل کا جادو ہے کہ قصہ کے دوران جب غیر مرئی واقعات پیش آتے ہیں یا جن و پریوں کا ذکر آتا ہے تو قاری کو اچنبھا نہیں ہوتا۔ ایسے واقعات جزو مثنوی بن کر سما گئے ہیں۔ تمام مثنوی میں مناظر اور تہذیبی عناصر کی پیش کشی میں طوالت کو ملحوظ رکھا ہے اور واقعات کی ترتیب میں اختصار سے کام لے کر قاری کو اکتاہٹ سے بچا لیا ہے۔ جگہ جگہ تخیل کی کارفرمائی نظر آتی ہے وہ لکھتا ہے

کہیں جب روایت کیا حسب حال ۔۔۔ کہیں طبع کے بلے چلیا خوش خیال

وجہی، غواصی اور مقیمی کی وجہ سے دکنی مثنویوں میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں خاص طور بیجاپور کے شعراء نے فارسی اسلوب و آہنگ سے اپنی مثنویوں کو سجایا ہے یہی کوشش نصرتی نے گلشن عشق میں بھی کی ہے۔ کہتا ہے:

دگر شعر ہندی کے بوجھنے ہنر ۔۔۔ نکلتے ہیں لیا فارسی مضموں سنور

فصاحت میں گر فارسی خوش کلام ۔۔۔ دھرے فخر ہندی پہ مدام

ہیں اس دو ہنر کے خلاصیاں کوں پایا ۔۔۔ کہیا شعر ایسا دولوں ملا

دلویں داد سن فارسی شعر دل ۔۔۔ جو ہندی سنے بی کہیں دل سوں ہال

ہندی اور فارسی کے امتزاج کی وجہ سے قصہ کی دلکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہندی کے نرم اور عام فہم الفاظ کے ساتھ عربی و فارسی کے سہل اور آسان الفاظ سے مثنوی کی لڑیوں کو گوندھا ہے اکثر اشعار تو ایسے سادہ اور سلیس ہیں کہ ان پر آج کا گماں ہوتا ہے نصرتی نے تشبیہ اور استعاروں کے استعمال اور انتخاب میں بھی اپنی فنکاری کا مظاہرہ کیا ہے خاص طور پر منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں اس نے

تشبیہوں اور استعاروں سے زندگی بھر دی ہے

صفائی سوں چندنی کی چادر دل رُخن — جھلکتی تھی جیوں صاف ابرک نمن

بتیسی جو یاقوت ہی یاد آئے — اناراں کے دانے دکھیت رشک کھائے

شہزادی مدمالتی کی تلاش کے سلسلہ میں کوئی ۵۰ ملکوں کے نام گناتے ہیں جس سے نصرتی کی باشعوری کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان تمام ممالک سے یقیناً اس زمانے میں بیجاپور کے سیاسی سماجی اور تجارتی تعلقات رہے ہوں گے۔

نصرتی نے خوب صورت تراکیب تشبیہہ استعاروں ضرب الامثال اور کہاوتوں سے بھی کام لیا ہے۔ دکنی کے شاعروں میں ایک بات کا برابر احساس ہوتا ہے کہ وہ مثنوی کے درمیان جہاں بھی موقع ملتا ہے پند و نصیحت اور دانش و حکمت کے مضامین باندھ جاتے ہیں:

بڑے دردیں کا ہے درد اشتیاق — اد ک مرگ تے کیں تو سچ ہے فراق

کرو شکر تے رہو شکر پروردگار — کہ یک دُکھ کوں دے خوشیاں کئی ہزار

نصرتی کی اس مثنوی کا وزن "فعولن فعولن فعولن فعل" ہے۔ ہر باب کا عنوان بھی ایک شعر ہے یہ نصرتی کی ایک جدت ہے جسے علی نامہ میں بھی اس نے ملحوظ رکھا ہے۔ ہر باب کے پہلے شعر سے سارے باب کی کیفیت اور خبر مل جاتی ہے یہاں بھی نصرتی نے جدت کی ہے۔ گلشن عشق میں شاعر نے رزم اور بزم دونوں کے رنگ ابھارے ہیں

علی نامہ:

نصرتی کی رزمیہ مثنوی علی نامہ ہے جسے اس نے دکن کا شاہ نامہ کہا ہے

کتا ہوں سخن مختصر بے گمان — کہ یو شاہ نامہ دکھن کا ہے جان

یہ مثنوی بھی نصرتی نے علی عادل شاہ کے عہد میں ۱۶۶۵ء میں لکھی اسی مناسبت سے "علی نامہ" اس کا نام رکھا۔ علی عادل شاہ کا عہد ۱۶۵۶ سے شروع ہو کر ۱۶۷۲ پر ختم ہوتا ہے۔ علی نامہ میں اس عہد کے ابتدائی دس سال کی تاریخ ہے۔ ان دنوں شیواجی کے پیہم حملوں نے بیجاپور کی سیاسی اور معاشی حالت کو تباہ کر دیا تھا۔ اس جنگ میں علی عادل شاہ اور اس کے سپہ سالار خواص خاں کی مرہٹوں کی فوج سے لڑائی اور جنگ و جدل کے مرقع پیش کئے ہیں گلشن عشق کی طرح اس مثنوی کا آغاز حمد، مناجات، نعت اور منقبت سے ہوتا۔

"سبب نظم کتاب" کو علی نامہ کا دیباچہ کہا جا سکتا ہے۔ اس باب میں علی نامہ کی تعریف اور تعارف دونوں شامل ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مثنوی صرف رزمیہ ہی نہیں بلکہ بزمیہ بھی ہے

نشیمن ہے ہر بزمیہ دل نشیں   سر رنگ صدر ہر رزمیہ ہے یقیں

علی عادل شاہ کی مدح کے بعد ملک دکن میں سیواجی کی "فتنہ انگیزی" کی تفصیل دی ہے سیواجی کی سرکوبی کے لئے صلابت خاں کو بھیجا گیا۔ صلابت خاں کے بعد خود بادشاہ میدان جنگ میں اترا اور پنالہ کی فتح ہوئی۔ جس کی ایک قطعہ میں تاریخ نکالی ہے۔ جنگ پنالہ کے بعد جنگ ملنار اس کے بعد کئی اور جنگوں کا حال ہے۔ ہر کامیابی کے بعد نصرتی نے ایک قصیدہ لکھا ہے اس طرح اس میں سات قصیدے شامل ہیں۔ اس مثنوی کو نصرتی نے دکنی کا "شاہنامہ" کہا ہے اس کی دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ علی نامہ علی عادل شاہ کے دور کی مختصر تاریخ ہے جس میں اس کی جنگوں کا حال ہے۔ دوسری یہ کہ اس کا انداز بالکلیہ ایرانی ہے اس مثنوی میں نصرتی ایک عظیم اور باکمال شاعر نظر آتا ہے۔

اس مثنوی میں اس نے فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائے ہیں۔ اسمیں اسلوب کے اعتبار سے عربی اور فارسی کے الفاظ کثرت سے استعمال کئے ہیں اور ساتھ ہی سنسکرت کے بہت سارے تت سم لفظوں کا بھی استعمال کیا ہے زبان و بیان کے وسیع ذخیرے کے ساتھ جب وہ دکنی زبان کی مخصوص لفظیات بھی برتتا ہے تو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ الفتحا، نصر من اللہ بیت الشرف شب نوبیں، درج جھبلدت، جوہر جان، شہر گشت، شمشیر برداری، زاغ مردار خوار صورت حرام، شغال وگرگ، دلدار نلک اجد ایسی ہی کئی تراکیب دکنی کی مخصوص لسانیاتی خصوصیات کے ساتھ چند ایک دکنی الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ترکاں داتاں، اتنیاں، صدراں مہندریاں، ڈک، بھنیارا، تاوان، کھتے، رھیا، سکیا، نیچہ۔

نصرتی نے اس مثنوی میں منظر نگاری کا کمال دکھایا۔ میدان جنگ کے منظر میں جرات و شجاعت، غیض و غضب کے جذبات کی اچھی عکاسی کی ہے یہ مثنوی رزمیہ ہونے کے باوجود اس دور کی تہذیب اور معاشرت کی بھی ایک تاریخ اپنے اندر رکھتی ہے۔ مثنوی علی نامہ اپنی شعری آمد اور اپنے ربط و تسلسل کی وجہ سے شاعری کا ایک دریا امنڈتا ہوا محسوس ہوتی ہے۔ میمنہ میسرہ، قلب لشکر اور سامان حرب و ضرب، گھوڑے، سپاہی اور ہاتھی

فوجوں کے دبدبہ کی جیتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں ۔ کردار نگاری کے بھی اس مثنوی میں اچھے نمونے ملتے ہیں۔ فتح و کامرانی کی خوشی میں بادشاہ کا سجدہ شکر بجالانا خوشی کے نقارے بجانے اور جشن منانے کے موقع پر دکن کی مخصوص تہذیب کا اظہار ہوتا ہے۔

علی نامہ میں تشبیہات اور استعاروں کے نئے نئے جوہر نظر آتے ہیں اور ان کی وجہ سے علی نامہ کا آہنگ اور اسلوب پر شکوہ ہوگیا ہے۔

لگے تیر ہر تن پہ جب بانٹے بال ۔ دسیا ہوا چھلنے فوارے کا حال

سورج یوں شہ ضمیر آنگے جھڑیا سو شمع کا جوں گل ۔ تو یک گلزار ہے ہور او بچارا پھول بادل کا

دسیں اشتراں تیر چھٹے پہ ہور ۔ کر جیوں ناچنے پر کو لایا ہے مور

نصرتی نے اپنی اس مثنوی میں صوتی تکرار سے ماحول اور کیفیت کا تاثر ابھار دیا ہے

پٹاپٹ جو گرتے چلے رنڈ منڈ ۔ لئے ست ہاتیاں نے گرداں تنڈ تنڈ

سٹاسٹ جو برچھیاں موٹھیاں تے کھلیاں ۔ دیا کئی سواریاں کوں اٹھیاں سولیاں

کھڑا کھڑ کھلی پر ہو یک حال کا ۔ دسیا کارخانہ ہو ٹکسال کا

تکرار لفظی سے بھی اس نے یہی کام لیا ہے۔ علی نامہ سے نصرتی کے قدرت بیان اور مختلف اصناف سخن میں اس کے شاعرانہ کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ مثنوی بھی اسی بحر میں ہے جس میں اس نے گلشن عشق لکھی ہے۔

نصرتی کی آخری تصنیف تاریخ اسکندری سکندر عادل شاہ کے عہد میں لکھی ہوئی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ اس مثنوی میں سکندر عادل شاہ کی فوجی مہمات کا تذکرہ ہے۔ یہ مثنوی فنی اعتبار سے اس پایہ کی نہیں جس پایہ کی گلشن عشق یا علی نامہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت نصرتی میں سلطان علی عادل شاہ ثانی کے دور کا جوش و جذبہ باقی نہیں رہا تھا۔

مثنوی کدم راؤ پدم راو

۸۲۵ھ اور ۸۳۸ھ

م ۱۴۲۱ء اور ۱۴۳۴ء

کے درمیان لکھی گئی

از

فخر دین نظامی

گفتن کدم راؤ با ناگنی

ستیا رائے یا ئیک پھہانا ادھلائے   کہ مچک دیہہ کر رات منج دیک کھائے
پرن دیہہ مچک آج نکھند رات   سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
گلن سار کے منج کتک ارد گان   زنب راؤ دچنتار بے سان
کتک بھار بیتا دھروں راہ کیت   کر رند بندھ باندھوں سراسر سبیت
نہ سنیا کہ کیوں دل ملیا راہ کیت   کھلے چند سورج کتک راہ کیت
بہت بول نہ بول سوں بد ہوا   نہ کو تک کروں دیس بن راتوا
گئی دو پہر رات رام اور رام   رہیا سوت بر سوت اپ دیکھ کام
کدم راؤ ایسا ہوا کھتری   جو منجہ گال سوں لیہہ وہ اڑھری
کدم کے بجے جو ہوں سانہ کرو راندری   کدم رائے منج ہوئے تب کاوڑی
کہ جے منج نہ ہوئے کرتا اور ڈر   کدم سوں کتک بھگ بھگوں پکڑ
ولے مار بیری سیندوری کروں   نہ بیجھو کیہ ابیر جھنکر دھروں
بجلیں بتیں کہیا آج راماں منجہ   کہیا دیکھ توں کال ہنمان منجہ
دنیا جھوٹ ہے جیونا جھونٹ جات   نہ کر جیو گدلا نہ نیر انکھ ابس آن
کدم راؤ تیرا جب لگتا ادھارا   ادھا آج کہہ دن گلنتر ادھار

رفتن پدم راؤ تلف کردن کدم راؤ را

کرا کھیپ چلیا پدم رائے ناگ   چلیا ناگ دھر لے کدم رائے ماگ
چلیا ساندرے ساندرے ناگ دوات   سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
ہر اکر نگر جائے بیٹھا نکھند   کرن رائے کا بیس بن راج دند
سرہانیں دھرے دیکھ کر بان پھول   کہ کیا نول میں بیس کر رج کول
بچارن کیا جیو سوں ناگ راؤ   کہ جب پھول پے راؤ تب دیں گھاؤ

یہی چنت ہیں راؤ باسک پدم کہ رانی گئی پاس راجے کدم
الگ پائے چاپنی اٹھا جاگ رائے کری جوڑری راؤ کے چاپنی پائے
کہی بات رانیں کہ تجہ چھانو بل ہمیں جیو ناں جرم تجہ چاؤ تل
کہ جے راؤ مجہ کوں کہے کھول کر کہوں بول کا بول دیوں اتر ۱۱

گفتن کدم راؤ از قصہ کوڑیاں و ناگن با رانی خود

کدم راؤ آکھے زن دِرِہ آدھر کہ دھن بات سننا بات یک چیت دھر
سنیا تھا کہ ناری دھرے بہت چھند سو ہیں آج دیٹھا بری چھند بند
وہی چھند جب میں دیٹھا جگ میں اسی دیل تھیں ہوں پڑیا دگ میں
سنیا تھا جو گن پر دیٹھا آج انک نہ راہا تنھیں دیکھتیں نین تنک
سجات ایک ناگن کجات ایک ساپ اسنگت دیکھے تھیں لانپ چھاپ
جو کرتار مجکوں کیا ہوئے راؤ اسنگت کے کیوں دیکھ سکوں اپاؤ
کھڑگ کاڑ دو کھانہا یا نکھار اسی ٹھار کھورس کیا شب تہار
گئی بھاس ناگن پران آپ لے پران آپ لے کر گئی پیو نچ دے
نہ مارت گیا سانپ یک کوں دکھ تجھس کوتنا سانپ بن دون دکھ
نہ مرتا جو کھورس نہ گرتا پتال بلی دود دیٹھا نہ برکا کپال
مکوڑا ہتی مکھ دریا نجائے جو ہاتی کرے مکھ گانڈا نہ کھائے
نہ اب تھیں کسی نار پتیاؤ ناں نہ پتیاؤ ناں نہ تیسے راؤ ناں
نہ مرتی مری نام اُجیار کوں مری ماد ہی دھی مری جار کوں
سہاتی گئی آج ناگن کنار پڑی جھاڑ تل چھوڑ کر مکھ بھتار
یہی دیکھ مجہ من بھگیا تری نانو کہ جے اچھریاں ہوئے بھی نا پتیاؤ
تری نانو کا آن جے آن ہوئے کروں نہ اور گن مروں جیو کھوئے
چھری ات کتندن سی کہ جے ہوئے اسنگت نہ تس گھال لے پیٹ کوئے

دو دھا سانپ کا ہوئے جے کا وڑی   ڈرے کیوں نہ وہ دیکھ پھاندا پڑی
بڑے ساچ کہہ کر گئے بول اچوک   ددھا دو دکا چھاچھا پیوے پھوک
جنھیری سری ہت کارن سنور   پیی دیکھ تس ہت بھوگے بھنور
پرا پت نہ ہوئے اوٹ کوں چند کھائے   مکوڑا کوں کچھ چر کھنڈ جائے
تہیں فخر دیں دیکھ انیاو راو   کہ بن دوس دھن پر ہری دکھلاو
نظامی دھرم دکھ کیوں راو دے   کہ پت ورت گن پات دھن سو کیے

عرضداشت رانی با راو

کر جوڑ دھن پات بنوی سنار   کہوں جے سنے راو ان کا بچار
کہ جتنا کہیا راو سب ساچ بھاو   و لے ہوں کہوں دیکھ اس کا نیاو
چلو بیار سیتی جو پر کو ردشٹ   نہ اتم نہ مدھم سپورن گنشٹ
کسی آشتی دے کسی لوچ دے   کسی اونچ دکھلاو تل کھینچ لے
کہ جسے دوس ہے جیو اتال لے   نہ پرونس کا دوس منجہ دوس دے
کون پرس جونا گرے پاو تھیں   کون رکھ جونا ڈلے باو تھیں
ردی گھانس تھیں آگ جھاپنی جے جائے   تب او گھر کیا کچھ سکے چھپائے
سروپ آگلا چندلس بھی کلنک   نہ اس بھاو سنکا دھروں ہوں نہ سنک
رتن پر کھیا جاسے مانس نہ جائے   کہ جب لگ پڑے ایک سرکار دھائے
تری اور تو ہوئے جو گھٹ دیہہ   منجہ انچھول پایا نیں جو سر پیٹ لیہہ
کہ جیوں رو کھ سر کھنڈ پر مل دھرے   سو بھی رکھ جو بھی سو کندم کرے
تریا جات بیں (اور) میری سجات   نہ مانوں کپٹ بھاو بسواس گھات
نہ مانوں پرک اس جسے بھا سنا   نہ مانوں تری اس جسے کا سنا
نہ بس بھاو نیہ پاس بیسی جمک جیے   نہ ہت پاو کالک بھرا لیجیے

نہ سنیا لوگ کہ اس ورتمان
سُکھی آئینا جیو تو سب جہان

براہیم ادہم کہ جیوں چھوڑ راج
گیا اج تھل دے سنور آپ کاج

نہ تجہ لوت بدونت نہ بیر بل
سنور کون تھنے ترا راج دل

جو دیٹھا کچھو تھا سو رہیا نہ ٹھانو
نہ رہسی جو دیسے کچھو نقش نانو

بھلا کر جو توں بھی بھلائی لہے
کہ جم جم بھلائی تھا تجہ رہے

کہ جے فخر دیں گیان ہے دیہہ سدھ
پدم مُکھ باںچے کدم کون بدھ

کہوں سدساچی نظامی دھرم
پدم سب سنے بات باںچے کدم

بازگفتن راؤ بارانی

کدم راؤ کہیا کہ دھن بات سن
کہیا ساچ تیں بھید بت ورت گن

ولے من کسی کا جے بھاگے کہیں
استگت کے وہ من لگے بھی نہیں

بھگے ہت کوں کانٹ سوں باندجے
بھگے من کوں بدھ کون ساندجے

کہ جیوں تار سالے تتی گانٹ دے
تکن گانٹ من ہو رہے جیو کے

کہ جب لگ بھگے جیو تس گانٹ دکھ
اتیسری کرے جیونا دیوے سکھ

اجنبا نہ ہوئے گھنٹ جے ہوئے دھر
اجنبا رہے لوگ سب جے ہوئے کھتر

مکھی کھائیں نہ مرے کوئی ٹھانو؟
مرے ململے جیو سنملکھ نانو

گھرے کوئی ایجار نا چار پاپ
نہ بھاوے مجھے وہ جو بیراج پاپ

کیبٹ بھاؤ تیں مجہ اٹھے سیس اگ
بلندی چلے پائے تھیں سیس لگ

مجھے سکھ تب ہوئے دن تین بھر
ہیجوں چلے کوئی جے ست پر

بنکھیر وبوڑ سے دیکھ کر آپ وس
چڑی مل چڑی (اور) ہنس (مل) ہنس

مہرپا ..... کون سنگت پڑے؟
نہ خرفا ختا جفت میں گم کرے

سیاناں کرے سدھ سوں بدھ کن.
گنوارہ کرے گن میں جیوں پون

کہ جے گا دھرا دلک پرداں کھاتے
دھتی داکھ بن کون تس دیہہ کھائے

ولے دھوک ماریں گھٹا ٹوپ لوگ
نہ یہ گا دھرے جوگ نہ راتے جوگ

اسنگت کہ جے کوئی برا کچہ کرے
مرے سولی چڑھ کر کھڑگ تل مرے

نوالا آدھک مکھ لبناں نجاتے
نہ جوگت ایس کام کرناں نجائے

بھلی جات تمھ جات ناگن سنجات
کاننک آپ لایا کجا تی سنگھات

تری ایک میں جے لکھا کھون ہوئی
بھلی ایک پت ورت نکلے گی دوئی

تری مت ہوئی مت پرکت لگ
جو دوجا نہ دیکھے پرکھ تب لگ

نہ جانے پرکھ نار کے چھند بند
کرے دشٹ تل ہت من مانہ دند

جہاں سو ملیں پرکھ کل کل نہ ہوئے
تہاں ہوتے کل کل جہاں نار دوئے

لسن مشک کی کھان جھانپی جے جائے
تب او گھر کیا کچھ سکے چھپائے

مرد استری وہ جو پر پرکھ تل
کدل دیس کر ہوئے تس تل اول

سنوں نہ ہوئی ناگنی جب لگ
مجھے آپ سو یا رکھے تب لگ

ارو گن کردں بول سن برلہ ایک
بادلا ہوا جیو رکھے جو جھیک

کردں بھاؤنا جیو کالا ہ چک
اجادن جے پر دیہہ سرواہ چک

گیا پور بٹن جو بھر پور ہوتے
پڑے ایک چنتا تین جور ہوتے

بھلیں کون تس ٹھار کیتی بجھائے
کہ جس ٹھار پاین گئی منجہ تیجائے

کہیں جاؤں پاتال کی سدھ لیوں
کہ رین کھو دماریا نہ مکھواں نیوں

کدم راؤ آنکھے سنی بات دھن
کرے کنن پاسکھ تہیہ آکرن

جنش میں مکر کے گیا چند روپ
جبشنی جنت آجشنی سروپ

کدم راؤ گرڑوا سمندر گھیر
رتن دین مکھ سمند کھولے اہیر

کہیا آج رہ دیکھ منجہ مندرا
کروں آج ہوں تجہ مکھ جھانزا

کدم راؤ دوجا پدم راؤ رین
نہ تھا تیسرا دن حبرم راؤ رین

کدم راؤ قبول نکردماں پدم راؤ

کدم راؤ کہیا کہ کرتا رساک   کہ اب تھیں تہیں مت منجہ لیہہ عاگ
کہوں ایک تجہ بول جے پت کرے   کہ جے پت کرے دکھ منجہ نہ دھرے
سنیا ہے کہ جے مت گل دیہہ بھان   نہ تھینیں بجن مت نہ لیہہ ہان
کہ بن مت کیجہ کام مت کا کرے   جے دھن لے کرے کام بس گر بھرے
نہ لیکھو تسے مت جو دوئے من   سرا ہے دھن ارماد من ڈوبے دھن
تسے مت لیکھو کہ جو الجھان نغار   کھڑا رہوں دنہہ پاؤں دے ہت ادھار
سوالا کھ منج لاب ایک بول تجہ   سوا ہے کہ دھیں تیں کہیا کھول منجہ
جیس آس دھن ہوئے ہت بن نہوئے   کہ ہت بن نہوئے اور ہت بن نہوئے
سیانا کہے ات بدھ ونت توں   تجھے نہ کہوں اور کس کوں کہوں
گنوارین کرے کن میں بدھ (یوں)   یوں پنجرے ہانک میں نیر جیوں
کہ جے دھکسی رائے دھن منجہ پر   دیہوں کا کہوں بھاوتا جت دھر
کہ جے درب منجہ دین ہے تجہ دھیان   اچھوتا اچھو منجہ تجہ آستان
کروں پت تجہ بول ہوں اور ایک   کہ او گھڑ پڑیں سنور سوں سک لیک
پدم راؤ سکھی ہوا اس ستبد   کہ ہنکار سی راؤ منجہ جد کد
کدم راؤ کہیا پدم پت کیا   کیا پت پر ایک سنگت کیا
کہ جے تھا نبنے رائے منجہ پیار کر   سو سر کھنڈ کستوری لے دت
دھرے سیس پر بت منجہ بول لیہہ   کرن اکرن تھا نو جے بول دیہہ
سکھی ہو پھروں گوت پروار منہ   سو کندم کروں تا نو سنا رمنہ
کدم راؤ سے کھنڈ کستوری تل   پدم سیس پر ہت دھریا ادھل
تھا آد تھیں ناگ کے سر پدم   تدھاں تھیں ہوا جد دھریا ہت کدم
جرالی کہیا کوئی کیا آج جول   تل او پر سبد کے سبد یک پھول

تعریض کردن پدم راؤ کہ کدم راؤ کدنہ است

دودی رائے کرتے تنبو د آپ منجہ / تلاوار لے سور دلے سات منجہ
پدم راؤ اُٹھیا کہ سیوا دھروں / کرے گُن جے رائے بنتی کروں
سُنیا ہیں جے تجہ کال کما ہے پاس / نہ کھن اس نہ پانی نہ تنبول پاس
تجو کالا رہے کوئی نہ بھوک آج / سکے راؤ توں کیوں رہے ان باج
کوئی جے رہے بھوک گر آن روس / لبھا ہے ایسی آپ کرتار دوس
رہیا بھوک دن دیس توں گھنٹ پر / تل اوپر ہوا لوک ہیرا انگر
کہ جے رائے بھوجن کرے بھوگ سکھ / سکھی تجہ ہوا دیکہ منجہ ہوئے سکھ
اپاس آج رہنا بھلا تجہ نہوئے / بھلا جو کہے گھاتجی ہوئے توئے
نہ دے ان جے سکھ توں جیو بھاؤ / نہ ہوں جاؤں گھر آپنے کر نیاؤ
کدم راؤ کہیا پدم رلو سُن / کہ جے ساچ مانے کہوں آپ کن
سیوا سا کھو پر دلیس نہ باج ہوں / ارو گن نجانوں بتر راج ہوں
کہ ادآد واد و تہیں ریت ہم / سنتر چلے ریت ساساں جم
دساور پہ کھو ایک دوت آن پاس / ارو گن کروں دان تس دے اداس
نہ بولوں کدھیں جھوٹ کرتار ساگ / ارو گن کروں دوت لے سلے بھاگ

گفتن پدم راؤ مضرت صحبت مسافران و جوگی و جنگم و غیراں

پدم راؤ کہیا کہ بنتی دھروں / کہ جے چک سنے راؤ سیوا کروں
جگتر بھوندا نہ ہنکار پاس / کہ ترت آس دے بھوند کر جائے نراس
بھوندا آدھرے من بہت دشٹ بھاؤ / لیسارے اگر پیٹ میں بیس پاؤ
بھوندا جو پاوے سلک چک رائے / لگے سانپ کوں جان دو نیکہ دھائے

ڈسا اور پرکھ من دھرے بہت سہل — کہ مکہ پھول ڈرے جیو لے باہ ہول
جو کچھ بہت پن تھا سو میں تجہ کہیا — سیوا سا کھ اس بول جو منج کہیا
سہی بدھ گر توں جو کرتار دے — وہی دے سکے بدھ کے سدھ لے

تفتِ شد کدم راؤ بر پدم راؤ

کدم راؤ سن برجنا ناگ مکہ — بسری پڑیا بول سن ایک چک ؟
پھر پوچھیا راؤ انجاؤ کوں — بھوندا برا کیوں ہوا راؤ کون
بھوندا پرکھ تو کھرا جان ہوئے — لتسے راکھنیں کیوں ایس ہان ہوئے
سو کیسا ادت راؤ اس ور تماں — جو پر دیسیں تھی ڈرے وہ ندان
بھوندا مری دشٹ تل یوں دسے — کہ کسیت پڑیا بھوئیں اپر جیوں دے
گگن بھیر کی جے ملیں لگ ایک — پرا پت سکیں لگ مکہ پاگ ٹیک
تھری جے ہوئی مرچ تیکھت جات — سکے توڑ کر چک پانی سنگھات
نہ چنتا کریں ناگ اس بھاؤ توں — بھوندا بلد ورت ارو گن کروں

بازگفتن پدم راؤ کہ صحبت جوگی و مسافر نگردد

پدم راؤ ادبھا ہوا چھات لگ — بناتی گئی تق پہر رات لگ
کہیا راؤ دھر ناگ راوہ ڈرون — کہ جے راؤ انکھیں بناتی کرن
نکر راؤ توں گرب منج بول سن — کہ یہ کوڑ بانی دھرے بھت گن
نہ پتیاؤ توں جم سہدیس منجہ — وہی لوگ سہدیس پہبیس منجہ
بہت بھید کا لوگ ہے راج کاج — بہت کاترا کی دھرے کاج راج
کرے انکھ ادجھل بہت چھند بند — کہ دشٹ انت تجہ کوں کہے سو جند
کرے گھات کا کام دھنورت بنی — ملاوے سبھا لوگ سنگت بنی
نجانیں کہ بیری تہاں تن دھرے — نہا کا نکرا دانت تل کیا کرے

نہ رجنگی تہیں جانتے ہیں کر — اٹھے جھونپڑی تھی لگے دو لہیر
نکمر ناں کسی کستی سات ہت — کہ کست اسکے جاگ گیتھا رگت
نہ جھاڑی نہ بونٹے ڈرے باؤ کوں — بڑار کھوڑرے مت بڑے بیرسوں
کہ جے دید ھے اِت بل ہت رو — ادے نہ کدھیں توئے بن گھوگھرو
جو کچہ ملیں کہیا بھید سہدیس نا — کہوں اب کچ بھید پردیس نا
نہ نیڑے ایسی آن جگ کا پڑی — نہ پتیا و جوگی تڑی تا پڑی
نہ جوگی رہے جرم مدماس باج — نہ رکھے تتے کوئے کنک آس باج
جو جوگی رکھے پاس ایس آس دھن — سو تلتل کرے کرتے جوگی لچن
نجانوں کہ تجہ بھی کدھیں باہ بھول — پلاوے تجھے آن مت مد بھول
گھڑی کھاند کا سکھ مد پیو ناں — خماری کیرا دکھ لے جیو ناں
سرب نول میتر پنا جد گھرے — دھنی راج کوں پیو ناں تد گھرے
نہ دنہ گھور ن اچھر کوئی بانجسی — نہ مد پیو کر کوئی دھن ساجسی
کہ اس لبت تھیں ہات دھوتے چکوئے — نہ گوگا ند میں ہوئے دسرا ہوئے
جو تس نکھن کرا ہوئے تن — سوئی تن اسے لوڑتے دھن لبن
بہت جیتی من دھرے جوگ انگ — نہ جوگی تجھے بھنگ جو کے ابھنگ
کہادن ملک کھودن ہاں جوگی پتھال — کہ جیتا کہوں لانچ نہ باج ہاں
ولے ایک گردوت جد بار دیہہ — نچن کھنڈ سنبھال پردار ایہہ
نہ مانوں کنک وہ جسے سنر ہوئے — کہ جب سر ہوئے وہ کدھیں تھر ہوئے
کہ جے بار نہ دیہہ یک دس رائے — چلی وارتا پینک لو کھنڈ جائے
نکو جس جیو آدھار لگ جیو ہوئے — کرے گھنٹ وہ جیو لگ جیو کھوئے

نہ تپسیا کردن کام جس تھی ڈردن
ستم لے بھرے کوئی سی کچھ کول
ڈڑوں نہ کدھیں دکھ جو بن بچائے
جلو جو بن اپنچھیا اچھا را جو لیں
اسی جگ میں جو بن (وین) است مت
برا جو کرے سو برائی لہے
جو نیکا اچھے ترن بن رکھو کوئے
(جنتر) گھال چھاس کھلچے جو کوئے
شکر دو دنت گھال پالے جے گوئے
نہ ٹھک ٹھک پیا چھوڑسی جگ ٹھک
جس ادا آدھیں ہوئے سند یہہ کن
ادو ہوئے پنجم کہ روپ بھان؛
مدھر نہ کھتر ہوئے کھتر نہ مدھر
سدا کال پاچھے رہے مجھ نیر
سبھیں (با) پھرن ہوئے جے ایک مول
نہ سر پار کردو دکوں بین تاک
نہ برچھیاک کا چند کوں آدڈھانک
دھرم کوں دھرم باپ کوں (باپ) اساٹھ
کہ جے پان اگلا ہوا کاج کوں
نہیں آدمیں اور بھی آدمیں
نہ کر دشٹ سنگار پر روپ پر
لکھا کھوٹ کا جیو تجہ جیو بل
کرے گھنٹ دنماں توں لے پاس

نہ تیتا کدھیں کھاؤں نہ جل ہروں
نہ بیوے سہے کوٹ نا بات کھول
ڈروں جب جو جیتا لہے پرت اپائے
جو جو بن اچھیں پرت بیوہ پرھیں
نہ برھے کیسے سوکس بن پرت مت
ابل کا نٹھ یا نڈی جو آئیں لہے
سو سیدھا کدھیں رکھ بڈھن نہ ہوئے
نہ سیدھی کدھیں کو ترنی یو پنج ہوئے
بکاین سہنڈ نیب میٹھا نہ ہوئے
ہوسی کدھیں یا نڈ لوینک لگ
بھلے کت کن ہوئے وہ دیہہ کن
نہوسی کدھیں پانچ انگل سمان
مدھر سو مدھر ہوئے کھتر سو کھتر
نہ بیٹھے کدھیں کھان بانچے سر پر
رتی کوئی نہ مول لے کا نٹ کھول
سبھی استریاں ایک لکڑی نہ ہاک
نہ گھن کیت کے مک سنو رچھانک؛
ہتولا نہ کتیلی پرن دیہہ گا نٹھ
نہ سر باز کرنا تیسے پاج کوں
گلگت کے کیا او پنج تل پر تھمیں
کریں دشٹ تس کام پر انگ پر
رہے آس کر جرم تج بائے تن
مرے بھوک پر دار اور رانڈ اس

یوسف زلیخا

۹۸۸ھ اور ۹۹۳ھ

م ۱۵۸۰ء اور ۱۵۸۸ء

کے درمیان لکھی گئی

از

احمد گجراتی

داستان یوسف علیہ السلام تولد شد و پرورش یافتند

پچھلے یوگ جے تھے یہ یو جن ہار
پچھلے کیاں کھیں خبراں سمر اچار

کہ جوں یوسف بڑھے نت جیوں داں چاند
رہے ان سوں نپٹ یعقوب دل باند

نین ہیں نین پتلی کر دینا ٹھار
سبہہ پنگھڑیاں تھے موندھیا نین کی دار

ایسے تلتل یوں پرتوں سوں دیکھے
جو ہلتل ہوئیں سب تنگڑے آ دیکھے

کہیں یعقوب تھے آنگن میں تھا رکھ
جو اس پر رشک کہ طوبی کرے دوکھ

لگیاں ڈالیاں جو ناڑیاں تمامے انبر
فرشتے جوں پنکھے ہو ڈال اوپر

کرن تسبیح جیماں سر و بتر
جو اس ہر جیب پر کئی لاکھو دفتر

کھڑے جم جوں قرات میں نمازی
جو اس کی چھاؤں تجھے سو فرازی

وڈے جوں ورد سوں مست ہوئے عابد
نہ بولے جوں کہ عارف پائے وارد

جو ھاں فرزند ہوئے یعقوب کے گھر
اسی ساعت پھٹی یک ڈال اس پر

بڑھی وہ ڈال اس فرزند سنگات
برابر ہوئے اس فرزند قد سات

تو بالغ ہوتے لک فرزند کوں پال
عصا کر ہات میں دیوے وہی ڈال

ولے یوسف ہوتے جب جگ اجال
نہ ان سانت اونچی اس جھاڑ کوں ڈال

کہ تھا یوسف اَت اچھا جیو سو رنگ
کہاں لکڑی کوں ہوتے جیوں سوں سنگ

جو بھایاں تھے چھپا یک رات یوسف
کہیا یعقوب کے سنگات یوسف

کہ لے میرے جینا باپ اَت مہربان
خدا تیرا کہیا مانے سبج مان

دعا کر اس خدا کے دار منج تئیں
جو پاؤں سرگ بن تھے یک عصا میں

جو میں سب عمر میں اس تھے مدد پاؤں
سرفرازی منجے اس تھے ہوتے ہر ٹھاؤں

جو غالب ہوؤں سب بھایاں پر اس تھے
ہر اک جھگڑے میں دشمن پر ہور اس تھے

دعا کرنے کو جب یعقوب بیٹھا
لگیا مانگن جے کچھ مانگیا سو بیٹا

فرشتا یک اتر صد مرے تھے آیا
زبرجد کا عصا سنگات لیایا

نہ کچھ اس تئیں پڑا ئی کوں لگے کام / نہ تیشے ہور آرے سوں لگے کام
توی سٹکا و لیکن مول کوں بھار / سبھہ جگ مل کر اس تئیں سچکار
کہیا بھیجا یہ ہے تحفا خداوند / جو اس تئیں تج کہیا تھا تج فرزند
دکھے ہر ٹھاوں اس فرزند کوں تھا تب / منڈپ تئیں بھاگ دولت کی ہوئی کھانب
جو یوسف اس عصا تھے تقویت پائے / ادیکھے دل اُپر دکھ ٹھونپے کھائے
حسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے / ولے سیوٹ کھٹے بن کی او پھل کھائے

یوسف در خواب خندند و پدر او پرسید یوسف را خندہ چہ

نہیں جگ میں عجب کچھ سوتے سنسار / نین موند اس میں دیکھیں سر و سنسار
نین کھولے نہ دیکھیں یاج یک رخ / نین موندے دیکھیں یک حال لکھ رخ
ستا نئیں میں انبر دھرتی بھولن ہار / جو اتنے میں نہ سیکھے کوئی یک مار
جیسے کوتی جگ جاگتے کرتے گدائی / کرین سپنے میں ہو تیک بادشاہی
ستا سپنے میں راجہ جاگتا ہوئے / سدا سپنے میں ہو گی ایک تل سوئے
سبھہ جگ جاگتے جے کچھ کرن ہار / اول آخر سبھہ سوتے دلیں ہار
زلیخا مصر میں سپنے تھے آئی / جے کچھ ان کھیکی سپنے تھے کھائی
سو یوسف بھی سپن تھے کھیکی کھائے / نگر کنعان سٹ کر مصر کوں آئے
جو سکھ سوں یک دن یوسف ستے تھے / سو بیٹھے باپ وہ مکھ دیکھتے تھے
ادھر بیٹھی ہنسی میٹھا ہنسا یوں / جنک کے من منیں پرتوں شور اٹھے یوں
اٹھیا جو جاگ کر جوں بھاگری آپ / ہلنی کیرا سبب پوچھیں لگیا باپ
کہیا سوتے دیکھیا تارے اگیارا / سورج ہور چاند ستیں ایک بارا
جو وہ سجدہ کیتے سب میل کر منج / کیتے تعظیم اپیں سر دھرت دھر منج
جنک کہیا نہ کر یو بات توں پھیر / چپ اچھ کٹ سوں نہ کر تو گٹ باہر
بھو کدے بھائی جے یہ گٹ بجھیں گے / تج آزاراں کیتے جیلے سجیں گے

جس ان ای سو نا حسید تھے ہوئیں گے بے تاب　　کہ بہہ اتم دھرے تعبیر یہ خواب

نہ فارغ چھوڑسیں تج یہ قضا سن　　سدا ہے سو عطا ہوئے گا سہس کن

اول تاکید سوں یہ پند بولیا　　پچھیں تعبیر جے کچ ہے سو کھولیا

کہ دے گا فضل سوں تج رب عزت　　سچا تعبیر خواب ہور بھاگ دولت

ایکبارا بھائی ہور ماں باپ تج کوں　　کریں سجدہ خدا کیرے رضا سوں

وصیت یوں کتیا اس کوں جنک تو　　ہوا لیکن جو کچ لوڑیا خدا سو

جو یوسف جا کہیا یک بھائی سنگات　　سو وہ کہیا سبھہ بھایاں سوں یہ بات

بڑے بولے کہ جن گٹ دو منیں تم تے　　سو تل میں ہوئے پرگٹ جگ سن جائے

دلے اس دوتی کوں دو ہونٹ کر جان　　کہ یوں بولے حکیماجان سبحان

جے کچ گٹ دھرے ہونٹاں تے بھر ہوئے　　نہ لاگے بار کچ سنتیں سبھہ کوئے

پنکھر و پنجرے میں تھے چھٹے جب　　پکڑ سکیں جو اس کوشش کریں سب

دلے منہ تھے پڑے جے گٹ باہیر　　نہ سکیں کوئی چھپا یوں اسے پھیر

جو یک منہ تھے پڑے جگ منہ میں جے بات　　کوا کھل ایک جوں سمدر ہوے سات

سکیں ڈھابین کوئی کا منہ سبھہ کرتے　　نہ سمدر رکھہ بند ص کس کوں سکتے ہوئے

کہے یوں سب بڑے انتر بچار کے　　جو سر لوڑے سلامت گٹ چھپیا رک

جو یوسف تھے خبر یوں بھائی سب پائے　　لگیا سینا بھٹن غصے تھے تنگ آئے

کہے یوں کیا ہوا ہے اس بڈھے کوں　　جو لیوں بھولیا رہیا ہے یک نخنے سوں

کچ ایپلاب ہور نشٹ اس لنہ سوجے　　نہ کچ ہمنا بیتیاں کی قدر بوجے

کتے نت بیتیا ہے جھوٹ قصے　　جو اس کسوت سوں آپی خوب دیسے

بھو تیک جھوٹ نت اپجاوتا ہے　　بچارے اس بڈھے کوں بھوبند ماہے

بھلاتا اس حیلے مکراں ستیں نت　　تڑاتانت ہمن تھے باپ کا جت

ہرا ما [illegible] تھے باپ جوتس　　سوا تنے اس برائی آچھوں نین نس

منگے جے سب ہمیں اپنی سرج آئے　　پڑیں سجدے سوں بھو تیس پرسس بھائے

نہ یہ لوڑے ایکیلے ہمنا تھے
منگے سجدے الیس تیں باپ ماتھے

نہ جگ میں کوئی منگے ایسی بڑائی
نہ کس سر جھوئیں دھریں ماں یا بھائی

جنک کوں جم ہمیں سیوا کرن ہار
جتک تھے ان سو آپ سیوا منگن ہار

کریں جنگل میں دن سارے شبانی
کریں نس جاگ گھر کی پاسبانی

بھرم اس کا ہمن تھے دشمناں میں
شرم راہے ہمن تھے دوستاں میں

مگر جیلے بن اس تھے کیا دیکھیا ہے
جو اس ہمنا تھے اگلا کرم کھیلا ہے

ہمن کوں اب ضرور آکہ لگیا یوں
جو دیکھیں آپنی تدبیر ہو کیوں

ترت کام آپنا کرلیو نا خوب
ترت کانٹا کھرسٹ دیونا خوب

سلے سینے میں کانٹا ہو ہمن کوں
پکیا سینا سیلے کب لاک اچھوں

بڑا ہو مے گا اگر یہ باپ کے پاس
کریگا باپ تھے سگلیاں کوں نراس

اپتا ئیچ دیکھنا اس کا ن تدبیر
درنگ کرتیں نہ فرصت پاوسیں پھیر

صبا کا کام بہتر سارنا آج
نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج

جو مو لکے کوں ایا ڑن لوڑنا کوں
نہ چھوڑیں دکھ بلوند ہوتے لگ اس کوں

سکے بن زور جس مو لکے کوں آیار
نہ سو بلوند تھے بلسے جو ہوتی جھاڑ

قراریوں جب دیتے تدبیر کارن
سبہہ یک ٹھاوں مل بیٹھے بچارن

خبرِ خواب برادران شنیدند و حسد کردند از یوسف

جے کچ مشکل جو عاقل کوں پڑی آئے
جو عقل اس میں نیٹ حیراں ہو جائے

برائی بد میلا اب بدسنگات
جو آسان ہوئے مشکل اس ہو دسات

بڑے گھر میں جو یک دلوا نہ ہوئے بس
اجالا ہوئے جیسے دیوے نگیں دس

دلے سچ ہوئے ستونتاں میں یہ بات
جو اندشیں نہ وہ سچ باج ہرجات

جہاں بھائی جو بیٹھے میل درجار
ادک ہوئے سہس گن باپ نس بچار

ملیں جب کئیں جتنے یک خیال کے سب
جبے کچ ہے خیال انو کا ہوئے ادک تب

ملین جب کیں جتنے یک خیال کے سب جے کچھ ہے خیال انو کا ہوئے ادک تب
جو بیٹھے بھائی یوسف کے بچارن کہ کیا چھلے کریں یوسف کے کارن
یکن کہیا اسے نا مارنا کت جو حسرت سوں ہمیں اس تھے مرنیت
جو مارا جائے چھپا رہے نہ یہ گھٹ کہ فریادی نہ ہو سکے موا اتھ
نہ جیو تا چھوڑ بیری کوں جو سنیڑے کہ تج چھوڑے نہ وہ جب ہات انیڑے
یکن بولیا خدا کوں کچھ تو ڈرنا یکایک بے گنہ کیوں خون کرنا
غرض اس کوں کنارے پاڑنا ہے نہ کچھ اس کوں دُکھانا مارنا ہے
سٹیں اس دُور ایسے یک جنگل ماں جو اس میں نہ بھرت ہور باگ کچھ ناں
نہ جھراں باج پانی پائے اس ٹھار نہ دیکھے رات ہوتے بن کمن کیری چھاؤں
نہ روٹی روپ واں دیکھے اجت باج نہ بن کانٹے بچھا ناں لیٹنے کاج
جو کتی دن اس منے بھٹکا کرے گا تو اپنی موت سوں بیشک مرے گا
بن اس کا جیو لیتیں آپنے ہات ہوئے جاں کندنی تھے فارغ اس دھات
یکن کہیا ادک یہ مارنے تھے بُری یہ مرگ سب مرگاں منیں تھے
بھلا یک بار جیو لینا کھڑک سات جو دیویں جیو پیاس ہور بھوک سنگات
دھونڈیں اب دوریا نزدیک اس تائیں اندھارے تنگ ہوئے گے پاٹ کی تئیں
جو ست سوداگراں اتریں وہاں کوئی تو حاجت جب انوں کوں نیر سوں ہوئی
جب اس میں ڈول سٹ دیں نیر کے تئیں تو پانی کے بدل یوسف کو سیندھائیں
تو وہ اس کوں غلام اپنا کریں گے نہیں تو نیکڑا کر کردھریں گے
یہاں تھے تو لیجائیں گے دور بہر دھات نہ کچھ سہناں تھے اس تئیں نیڑے گھات
سبھہ اس بات کوں کیتے مقرر اٹھے اس کام کوں بھا کر رضا پر

درخدمت پدر آمدند پدر رضا گرفتہ یوسف را بردند

کپٹ کا نانا سُلے سینے منیں جس اسے کیوں نیند آئے ایک تل تس

حسد کی مار تل جن جو نہ ہوئے — سو وہ کیوں رات کو سکھ سات سوئے
اُنا دل ہوتے یوسف کے ادیکھے — سبھی نس جاگ دن کی باٹ دیکھے
دیکھایا مکھ جو سورج دن دپن ہار — کھیلے کل کے اندیشے پر کمل سار
سبھی مل باپ کیرے بندگی آئے — جے کچھ معتاد بندگی بجا لیائے
نفاق اپنے جنک سوں من میں دھر — کپٹ کرطواتی سینے میں چھپا کر
ادب سوں باپ کے نزدیک بیٹھے — لگے یہہ دھات بولن بول میٹھے
بھلے ہو کر بہو باتاں میں آئے — سو ہر یک باپ کیاں باتاں اچائے
یہاں لگ اپڑا ہے بات لچ رچ — کہ تنگ آتے ہمیں بہو دلیں کھر اچ
ہوس ہے جی میں جے نکلیں ہوا کوں — جنگل میں جا ہنڈیں دل کی صفا سوں
برادر یوسف ہے جیو کے برابر — جو مانیں اس ہمارا لاڈ لا کر
بھولا ڑوں ستیں اسکو لجا دیں — جنگل کیرا تماشا اس دکھلاویں
کرو بھوتیج بھنا تھا جو کئی دن — ہمیں ہنڈتے تھے سب باہر اس بن
اسے سنگات لے جاویں رضا ہوئے — تو کچھ دل کوں ہمارے بھی صفا ہوئے
ہوا ہے تنگ دل نت گھر اچھن تھے — نہ وہ تھی کد ہنڈیا کھنوا دین تھے
صبا کھر اُسے توں بھیج سنگات — ہنڈے گا ہور کھیلے گا ہمن سات
کبھیں اس صاف میدا نا ہنڈ لنگے — کدھیں اونچے پہاڑاں پر پھرا لگے
ہوس سوں دود بکریاں کا دُھالا نگے — کبھیں ہنس کھیل سوں دُھو دو پلا نگے
بہو رنگ کھیلیں گے اس کر کھلا نگے — تھنڈ سے رکھ پلنگ بندھا کر نکا لگے
سُرنگے بھول جاسن لال جن جن — کلیاں باراں جھنیلاں گوند یو گن
بیچھاں گے جا تو سوں یوسف کیر خوش رنگ — جو اسکے رنگ چڑھتیں پھول سو رنگ
ہرن اور دوج پاڑ ڈ مار پاڑیں — بھجرت ہو باگ کا کالج اُپاڑیں
تماشے سات ایسے یوں جو کھلاویں — گمت اس کوں اپنوں کن شاد یاویں
جتنے جاوں سوں نفرادان کو دھر سیں — نہ بن ہنس کھیل انوں دلشاد کر میں
انوں تھے جب سنے یعقوب یہ بات — پھرائے مکھ نہ مانے خوب یہ بات

کہے اس کا لبھاون منج نہ بھاوے — کہ بھوتیک یہ اندیشا منج ڈر آوے
کہ اس جنگل میں ہے بھیڑیاں بھوتیک — تجھنے کوں دیکھ کر کھا دیں یکا ایک
بہتیں ہنگلے سو ہوئیں کھیل کے نام — تمن انجان تھے ہو جائے یہ کام
جے کچھ آزار اس کے تن اپر ہوئے — سو وہ منج جیو کے جیون اپر ہوئے
جو یا اتر سنے وہ دس منتر کار — ہر یک منتر سوں کام اپنا لیسے سار
کہے دس بھائی ہم ہیں باگ بلوند — جو یک تنکا ہمن کن باگ کے ڈند
بھرت کیا ہے اگر جے باگ آدیں — ہمیں اچھتیں کہاں اس لاگ آدیں
بھرت تھے بھائی کوں جی دکھ نہ سکیں — تو جتنیاں نکے سوں کیوں بکریاں کوں دکھیں
سنے یعقوب جب بیٹیاں تھے یہ بات — نہ کیتے عذر بھی دو جا کیسی دھات
رسائیے جو یوسف کوں لے کر جائیں — ولے بہوت آنس تھے جے اس پھر الیائیں
عجب بازی دیتے بازی کے بھانے — نہ وہ بازی نچھے یعقوب سیانے

برادران یوسف را بردند و درچاه افتادند

دھریں جے کوئی دنیا میں آ دبنیاد — کریں دنیا تھے مت فریاد بن داد
نہ اس کے مکر ڈونگے کس بجھا جائے — وجیت سب کوئی کرمت کسیں عجائے
بڑے اس کے دغا کے بائیں میں جن — نہ کد نکلے غلط کھا کھا مرے تن
دتیاں کے مکر کی بائیں تھے کہ تار — ہوا یوسف کے حق دایم نگہ دار
جو یوسف کوں دیتے بھایاں کے منگات — چلے لے کر کرن یوسف کے تیں گھات
اچا لینے ایسے ہنستے ہوس سات — لجاوے میگ کوں جوں بھرت اس سات
جہاں لگ باپ اسکو دیکھتے تھے — بکیس کے گود تھے یک لیوتے تھے
بکیں کھاندے پر اپنے بلسائے — بکیں پیار سوں جکل سینے کوں لائے
بکیں چومے پیشانی تھن ادھر دھر — نین اس کے چرن رگڑیں نین کر
نظر تھے باپ کی غائب ہوتے جب — بھوت اس پر جفا کرنے لگے سب
سٹے کھاندے تھے سارن آپنا ہٹ — دیسے بھتریاں میں ہور کانٹیاں مین منٹ

ننگے پاؤں سوں کانٹیاں میں چلاتے
چبے کانٹے جو چیرے گے سو نگ ماتیں
جو کچلے جائیں اس پتھروں منے پاؤ
جنوں تلویاں کو پھولوں چھاؤں جو بے
بھری اس چرن کے لوہے سوں دھرتی
چرن یوسف کے جس چھوئیں پر جو آدے
پچھیں پچھیں جو یوسف بیٹھ ساریں
کریں جب نیل آپچھے مکھ ابر پھار
انوں میں جب کسی تھے جائیں آگل
کھنڈیاں کا بھار مکھیاں کا ڈھونہار
انوں تھے جب ہوتے باز جو بیاپر
او جیکا دور جی زاری سوں پھاڑے
دھریں ازونے سوں جس کے پاؤں دھریں
دکھوں تھے عاجز آکر جس پکارتے
اچھیا اڑ راجو توڑیا اس انوں تھے
پچھاڑی کھائے یا لڑتا دھرت پر
ڈوبے انچھواں منیں سو ونگ کا پنیں
غریبی تھے کلیجا پھٹ کے ہو ہوتے
جھلیا دھاکوں تھے دل جھل جھل کرنہار
نہ کوئی اس کو نکو ڈر کر کہن ہار
نکس تھے یک ادک آزار دیوے
سٹیا دھرک ہوا پلیٹ تر آدھار
حیاکیج تلملاتے بلبلا وے
چلاتے تین کوس اس کو انوں دھات

عبل ایسے پاؤں کانٹیاں سوں چیرائے
پھلوں پھنکڑیاں کعن چھن کانٹیاں سوں اگولا نیں
سنا جوں چور ہوتے پتھریاں کیر گھاؤ
پتھر کانٹیاں تھے لوہے مان ڈولے
کیا دور روکت کمھولال کرتے
سو وہ بھوئیں سرخ دبی کیوں نہ پائے
نیکے مکھ پر جو اٹھے بات ماریں
کنک جوں سور بھی پایا چند رسار
گنداویں بیٹ مکھیان مار کوچل
ہوتے وبیٹ جب ترتے پیر ہن بھار
مرڈوڑیں کان مارین گال امیر
ان اس پر پاؤں بیزاری سوں بھارجو
ہنسے تب ہوے کٹن ہو پاؤں دھریں
وٹا دیں کوپ سوں ماریں ہنکارے
بھریا مکھ پن رکت ردجا سیلوں تھے
سیہہ تن ڈوب رصیا مائی رکت بھر
کینے کرہاں سوں جوں سورجگ میں
ہنیں اس کوں کوئی بس ہاردان ہوے
ہوا بیبت سیتی جھل کر مرن ہار
نہ کوئی اس بٹھاؤن سیلنے لادین ہار
نہ کوئی دھرک سیتے آدھار دیوے
ترختا باپ کوں کیو کار نیو کار
نہ کچ اس پر کسی کوں مہر آوے
بھوگن پاپ سوں ہور او گنو مات

جو پائے بائیں اتنے میں یکایک
اندھاری تنگ سانپوں سات بےنور
نہ اس ڈونگائی ڈو تنگے فکر میں آئے
بھرے سب جو کہ منیڈک کھنکر لیاں سات
جو کوئی جا کر کھڑے ہوئے گنبد اوپر
سبھہ وہ بائیں یوسف تئیں جو جونے
جو نکھ اڑا اڑا اٹھیا فریاد کر کر
کرے نرمی انوں سیتی جتے دھات
پھیرنے کاڑ کر لیتے تنگا کر
سلول اچھے نرم دو دوند نیکے
سو بالوں کیاں جو رسیاں سات نرلے
کمر اس کی جو باریک یالی کی دھات
اتارے بائن میں رسریاں لیبا چھوڑ
پڑی بائن منیں سورج کیری چھاؤں
اُپر پانی تھے کڑکی کوں پھترا یک
رتن مانیک واری اس پھتر پہ
وییے اس نور تھے اچھا ہوئے پتھرا
کھلیا اس بائیں کا اندھار کالا
مہکتی باس مہکے انگ کی یوں
ادھر امرت ادھر کی چھاؤں پڑکر
جتے کیرے پتنگے لیں بھرے سب
یکایک جبرئیل اتنے میں آئے
جو تھا تعویذ یوسف پانہ باندھیا
جو وہ پیرہن سر تھے اوتریا تھا

کھڑے رہے وہاں سو بائیں کوں دیک
نہ ہوتیے اس دھاتن کا فکر بے گور
اُسے دوزخ کیرا کڑکا کھیا جائے
سڑیا چیکڑ گندا پانی بہو دھات
ایسے کو ندن ہوتے دم لے نہ سک کر
نپٹ بکسن لگے یوسف جو سونے
جو یوسف کو گلے وعل موم پتھر
انوں ہو تیں نپٹ کر ملوے کیتے دھات
دستے تن جوں سورج مسکیں تے کھن پر
جو چھیلے جائیں ریشم تھے سر کے
لگیں اس دنڈ پر تیریاں تھے کڑے
کیسے اسکوں ہمی پالوں یا دھریاں سات
سو آدھے دور تھے اس کوں دیتے چھوڑ
سو ہوئی وہ بائیں اپی سورج کیری چھاؤں
جو تھا بیٹھا اس اُپر جائے پل دیک
جو بیٹھے یوسف اس پر پاؤں دھر کر
کہ جوں سورج تھے پانیک ہوئے کنکرا
کھید پیریا رات کوں جوں سو اُجالا
جو ہوئی وہ بائن نافہ مشک کا جوں
ہوا وہ نیر سب جوں شہد شکر
بھرے سر رنگ امرت اس دیکھے
یکیلی پن تھے یوسف کوں چھوڑا سے
سو تھا یک پیرہن اس ہاں باندھیا
سوا ابراہیم انگ اپنے دھریا تھا

جو اسکے انگ میں وہ پیرہن ہوئے — سو اس تھے آگ اسے سنگار بن ہوئے
سو اس تعویذ میں تھے کاڑ پیرہن — بنائے جبرئیل یوسف کیرے تن
پچھیں یوسف ستیں یہ بات کیتا — کہ خالق یوں بشارت توج دیتا
کہ توں جس تھے دیکھیا ایسے بڑے دیس — انوں کوں توں دیکھے اسا تھے بڑے بھیس
سرن ستیں سبھہ تج پاس آویں — تیرے صدقے وہ من آس پاویں
جے کچ کیتی جفا تج پر جو مارے — چھپائے اپنی نشاں ان کوں بچارنے
توں تو ہر بال بال ان کا پچھانے — دنوں یک بال تیرا لو نہ جانے
جو یوسف سوں کیتے یہ بات جبرئیل — رہیا سب دیکھ بسر کر جوں کمل کھیل
رہیا پھر اموک لک تحت گر ہوئے — جو اس پر وہ اچپل تخت شہ ہوئے
رہیا جب جبرئیل اس ہو سنگاتی — رہیا غربت بسر اس پائے ساتی

یوسف درچاہ سہ روز ماندہ بودند جبرئیل ہمراہ بودند

جو یوسف تین دن تھے بائیں بھیتر — سو جے تھے دن جو نکلیا سورا نبر پر
مدینے تھے بڑے سوداگر آ کر — وہاں اترے سبھہ ڈیرے دیلا کر
نہ تھی نیری انوں اوں ہور یک بائیں — ایسی بائیں کوں آئے نیر تائیں
پچھلے نیکے جنت یک مرد آیا — سو امریت نیر سیندھن ڈول بھایا
کہیے جبرئیل یوسف کوں کہ اٹھو بیگ — بھگا پیاس انکی تج درسن تھے جوں میگ
سورج دن دیپ ہو کر داؤ میں جا — کیتا اس مین راہی ہیں لیچھے گا
کہ اس بائیں کے کنٹھ آجیت چھانا — نکل جوں سور ہو کر جگ دیپا نا
کہیے جبرئیل جب یوسف کوں یہ بول — تو بیٹھے ڈول میں سٹ آپنا تول
جو کھینچیا ڈول کوں وہ مرد پربل — پچھانیا ن جے نہ اپنا بھار ہوئے جل
کہیں لا گیا لگے بھار آج یہ ڈول — نہ ہوئے اس ڈول کو لا پانی تھے یہ تول
جھکا ڑیا ڈول اس بائیں منیں تھے — لگے دیدے بھرن اس دیکھنے تھے
دیکھت وہ مکھ یا بشریٰ کہہ اٹھیا — خوشی سوں دھن بیان امول لوٹیا

بڑے بھاگ اس جو پاوے مال کاڑیا   سو وہ یہ بھاگ کا دھن جیو کاڑیا
جتا دھن ہو نہ پاوے جیو کا مول   سو جب جیو مل نہ ہوتیا سف کیرا تول
ادک دھن جیو تھے جب ان جو دیکھیا   سو سب جیو سنجے کار اس کوں نہ لیکھیا
خوشی تھے پھنگ پھلیا جوں پھول کھیلیا   کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول بیلیا
چھپا کر گٹ ستیں ڈیرے لیجا کر   نہ کھیا یک ٹھاوں اسے جھوٹیک چھپا کر
سنیچی یہ بات جے جن گنج پاوے   چھپا کر جے نہ راکھے رنج پاوے
اجھوں بھائی کیتک بیری لہے تھے   تفحص تیں ایسے نیڑ رہے تھے
کہ آخر ہو تے کیوں اس کا سرانجام   نہ دوجا اس تفحص باج تھا کام
سو اس سوداگراں کیری خبر پائے   مکر سوں ڈھونڈتے تیتوں ماتی کن آئے
جو یوسف کوں پکارے   نہ ہونے باج گرجن بائیں کیرا
چلے سوداگراں ستیں جھگڑنے   الوں پر مدعی ہو کر پکڑنے
کیتے یوسف کے تیں اس سات نہ چھوٹ   سو پائے آن پاس تھے یوسف کوں لوٹ
سو پکڑے اس کہ یہ بندا ہمارا   نہ کیچ ہتو نت ہو سیوا تمھارا
نہیں کچھ بندگی میں دھر کی دھات   چکاتا کام ستی سات دن رات
سو آخر کام تھے جو تیک کچوائے   چھپیا اس بائیں بھیتر تھا اس کرائے
ہمارا ہے ان آخر زاد لیکن   نہ اب تدبیر ہے کچھ بیچنے بن
کتیا کاہش کریں نت او تھا اس سات   نہیں بات آوتا ماریں جتنے دھات
نہ کچھ بیکیاں کیری پروا ہمن کوں   جتنے تھوڑے کوں نگیں دیں تمن کوں
نہ گھونٹے باج کچھ بیکے ہمن لیتیں   جو یہ کھوٹا بندا ہم تھے تمیں لیں
کھاڈیا بائیں منیں تھے جن جوانبخت   خوشی سوں مول لیتا مفت دیکھ سخت
کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے   جگت میں دھن پھگٹ تیں کوئی نہ لوٹے
سورج کوں ایک ذرے سوں لیتا مول   لیتا امرت ہور ٹھکر پال دیتا مول
ہوا یوسف کے تیں دے دام مالک   سو تھا اس تیں جگت میں تمام مالک
پچھیں سوداگراں لادے سبہ بھار   ہوئے سب مصر کو دھن جاونے سوار

مالک یوسف را در چاہ بیرون کردند در ڈبرہ خود نہادند

جو مالک پالیا بختیاں تھے برسن — لیتا من چت برس یوسف کے درسن
اچا یار سیں اس چیڑ کھن تھے اوپر — نہ ٹھیرے پاؤں شادی تے زمین پر
چلن لاگیا آتالی سوں بہو تیک — کرن لاگیا بہو تیک منزلاں بیگ
جو مالک مصر کے نزدیک آیا — سو شہر مصر میں بھو تیک پایا
سبہ اس شہر میں ایسی خبر تھی — کہ مالک پھیر کر آیا سفر تھی
لیکر آتا ہے ایسا ایک بندا — جو گھٹتا دیکھا اسکا روپ چندا
. . . تین انبر کھوے رکھے ہیں — نہ ایسا روپ کد بھوئیں پر دیکھے ہیں
خبر ایسی جو پایا مصر کا رائے — اٹھے اس کی خبر بہہ رشک میں آئے
کچھے میرا نگر سو کہاں خوبی — بھلے مصریاں کوں حوراں ہوئے توبی
سرگ بن کے جو بھولاں نانے کھلیں تھے — سو ان کا مکھ دیک پر توں جلیں گے
عزیز مصر کوں کھیا کہ اب لتوں — نکل مالک کوں سامن ہونے کوں
نظر سوں دیک اس نیکے بھنے کوں — لیکر آ اس دیکھاون ہمنے کوں
عزیز مصر جب فرمان پایا — سو کوچ کر سامنے مالک لگ آیا
دیکھا یوسف کو دھن وہ ایک تعارجب — یکایک ہور ہیا وہ بے خبر تب
نوایا سر کہ مت سجدہ کرے اس — جو تعظیم سوں سر بھوئیں دھرے اس
ولے یوسف سر اس کا آپ اچایا — کرن سجدہ ایس کے تیئں نہ بھایا
کہ یہ سر تو نہ دھر بن اس کی دار — جو رکھیا سر سوں تج گردن پر ایکار
عزیز اس بعد مالک سوں کیتا بات — کہ لے چل شاہ کن یوسف کو سنگات
کھیا بن شہہ کن آئے کیوں سری گا — خریدار ایسے کوں شہہ بن کون کرے گا
ہمیں جو آئے سو شہہ پاس آئے — ولے اب تج تھے ہم یوں آس لائے
کر دن چار اک ہمنا کوں رمنا ہوئے — تو تہنا کوں بھی آتی نیں صفا ہوئے
کہ ہم تیک دور تھے چل آئے ہیں ہم — ہوئیں آسودہ مے جو لیں چار یک دن دم

آتا ریں ماندگی حاگن لنگھن کی ۔ ڈھولا دیں کپڑے ہور گرد تن کی
صفا پا کھے سوں شہہ سیوے کوں ٹانکیں ۔ خوشی سوں شہر کی رخ یاور اکھیں
عزیزا ایسے بچن نیکے سنیا جب ۔ پھر یا راجے کیری سیوے کے تئیں تب
کہیا شہہ سو جو یوسف روپ کیرت ۔ جو جا کے من میں شہہ کوں آگ غیرت
دنیا تیرو پ جے سب روپ نیکے ۔ جو سورج سو نکھیترا ان کے لیکھے
کھڑے ہوئیں سبہہ بازار میں رست ۔ جو چھوڑیں دیس کا بازار ایک ست
اجالا جوت ادک فلیتوں کوں دلتے ۔ اندھارا رات کا اندھار پھاٹے
حریری کسوتاں سب از زنگاری ۔ سُنیا جو ہر جیڑت سو رنگ بھاری
کہ جوں بازار میں یوسف کوں لیاویں ۔ یہ سب بازار یوسف کا جھکاویں

مالک بعد چہار روز یوسف را غسل داد در دریائے رود نیل

جو جو تھا دیس وعدے کا جو آیا ۔ سورج کھن نیل کنٹھے پہ سیس اچایا
کہیا یوسف کوں مالک اے سہن ہار ۔ کہ توں اب نیل کنٹھے پر آ سورج سار
سوگند باس انگ کیرا امیل کر دوار ۔ جو دیسے دیہہ سب نرمل نجل نور
بدیم یگ کیہہ پر مل مرگ مد سوں ۔ گدم کر چھوڑ سکلے نیل ند کوں
سو مالک کے کہے پر وہ جگ اُجیال ۔ دپیا یا ند کوں جھاؤں آپنی گھال
جھمک دوٹی جو بالوں پر تھے کھنچیا ۔ سورج اندرے میں تھے لنس کا کریا
لگایا کپڑے ات صاف تن تھے ۔ کھلیا جوں میگ سورج دن دین تھے
جو باندھیا نیل کا تہبند کالا ۔ میلیا جوں رات سو تن دیس اجالا
جو سب جگ دشٹ دانتا روپ کا نور ۔ کہے امبر تھے مت آیا اتر سور
یہ جانتے بھی کہ سورج تھے ادک تجے ۔ نہ دے یہ جوت جو سورج نزدیک تجے
حیوان دیتے سورج ڈانتی ہارے ۔ چھپے اس تھے سورج تھے جوں ستارے
جو شہہ اس دیک خبر اپنی گنوایا ۔ خبر اس روپ کی اس وقت پایا
ہر ڈے لوگاں تھے ایسی سچ خبر ہے ۔ کر دیکھے ہور سنے کوں بہہ اتر ہے

پچھلے شعبہ خبر اس روپ کی سن ‌ ‌ ‌ نہ مانیا سچ کر لاکھوں میں یک گن
جو اپنی دشٹ سوں وہ روپ دیکھا ‌ ‌ ‌ سبھہ جگ رعیب ل یک تج نہ دیکھا

بوقت آمدن یوسف در دربار بادشا زلیخا را معلوم نہ بود

جو یوسف آدتے تھے پاٹ لگ جب ‌ ‌ ‌ نہ پائی تھی زلیخا دہ خبیر تب
ولے جیو کوں اکو جانتیا کیا تھا ‌ ‌ ‌ ہوا تکھ گن بیرہ جبتنا سوا تھا
ہوا من مت کے تئیں سن ات اتالا ‌ ‌ ‌ ادک ہوتے تلتل جیو کا الالا
نہ سوجے اس کہ اسکا کیا سبب ہے ‌ ‌ ‌ عجب راہی کہ یہ حالت عجب ہے
کری بھلا لیوں تلتل کیتے چھند ‌ ‌ ‌ ادک ہوے دکھ کرے جیج کچ چھند بند
اچاٹیا دل نیٹ جب گھر اچھیں تھی ‌ ‌ ‌ چلی بھلا لیوں جنگل ستے ڈن تھی
بہوت تیاگ کی دیر اک سیتی ‌ ‌ ‌ کیتے دن لاگ جنگل میں رہی تھی
دکھوں دنوں اس لے جنگل میں پھری ‌ ‌ ‌ ولے یک تل برہ بھڑکا نہ بھڑی
جو اس ایک تن کی تنگی تھے اٹھی آگ ‌ ‌ ‌ سوا گلے کیوں نہ تپے ڈونگر سیہ لاگ
عجب تنکا جو نت یوں جلتا ہوئے ‌ ‌ ‌ جو اس آگوں تھے سب جگ جلتا ہوئے
جرم جلتا اچھے پھر راکھ نا ہوئے ‌ ‌ ‌ نہ تنکا جگ میں ایسا دکھیا کوئے
بجھاوں آگ برساوے انجھواں مینہ ‌ ‌ ‌ بجھے ڈونگر نہ بوجھے جلتا دیہہ
میلاوے اسباب وا شادی کیرے سب ‌ ‌ ‌ ولے اسکوں اچاٹ انگلا کرے سب
نجو تیک تلملی ہور چٹ پٹی تھی ‌ ‌ ‌ نہ چک سکھ تھا جہاں بیٹھی اٹھی تھی
ہو جھاڑے جھاڑ پھر پھر واز آئی ‌ ‌ ‌ نہ کس سوں کہ سکھے بن دکھ پھل کھائی
سو پھر گھر کی طرف جب رخ پھرائی ‌ ‌ ‌ جیڑی ہو دج میں ہوا ونٹن چلائی
نگر میں آئی جب اب گھر کوں جاوں ‌ ‌ ‌ سو تھے اس باٹ شہہ جیچھے کے سامنے
توا اک غلغلا ہور طور دیکھی ‌ ‌ ‌ نہ دیسا شور بھی کس دور دیکھی
لگی پوچھیں زلیخا ہوئی حیران ‌ ‌ ‌ کہ یہ کیا شور کس یوں جگ پریشان
کچھے مالک سفر تھے پھر کو آیا ‌ ‌ ‌ سو کنعان تھے غلام یک وہ جو لیا یا

سو اس کے روپ تھے حیران ہے جگ
لبد اس کوں اسی کے دھیان ہے جگ

جو کچ لکھو سورج اسکے سامنے آویں
نہ یک ذرہ کیرے مولوں بکاویں

زلیخا سیں اچا دیکھت بچھانی
کہ ہوتی یہ ملکہ الپس جگ کی دیوانی

سو کچھ ارڑا اُٹھے ان کو خبر تھے
جو اس تھے جگ سنے کر جن انیر تھے

بچھارڈی کہا پڑی بے سدھ ہو کر
پڑلے جیو ڈب الپس تھے ہات دھو کر

ترت وہ او نٹ وال اوٹن چلائے
اسے اس کے محل لگ انیڑ اٹھائے

وہاں جب جلکہ زلیخا کوں خبر آئی
لگی پوچھن اسے بہہ جیو سوں دائی

کہ تیرا حال کی ایسا پریشان
منجے کہہ کھل میں بلہار قربان

کہی لسے ماتی میری کیا کہوں میں
دیکھی پیو کوں اب اس بن کیوں رہوں میں

تھا کنعاں تھے مالک جو لیایا
جو سارے شہر میں وہ شور چھایا

جو سب جگ تھے سنی اسکی خبر توں
خبر سن کر جو دیکھی بھی نظر سوں

وہی ہے ساج میرا من مہانا
اسی کی پنتھ دھاوے من پرانا

نہ میں اس باج مانگوں جیو اس تن
نہ میں اس باج مانگوں جیو جیون

سپن میں جو دیکھی سو یہی ہے
سمت مت کر جو دیکھی سو یہی ہے

دھرن تن تاب میں سنتاپ اسی تھے
غریبی لے ستی ماباپ اسی تھے

اسی سے جیوتے مرتے سہے ہوں
اسی کی آس تھے یہ دکھ سہے ہوں

یہی منج کوں ہوا ہے آج مشکل
جلے تلتل اسی ڈر تھے میرا دل

کہ میرے جیو سوں کن آنگ سنگ پلائے
اس اندیشے تھے میرے جیو پر آئے

میرا انزل جیتا کس لیں جگا سے
سورج جوں دیپ ہو کس دن دیا سے

نین کس کے ہوئیں سٹ اس بھر دستی
محل کس کا ہووے اس تھے سرگ بن

رکن اس کن آپی سنیت سرا گا
رکن اس یک کیہ آپ نین بھرا گا

میں اس تھے آس من کی پاؤں یا نہ
نیکے تلو یاں کوں پینو لاؤں یا نہ

جو لوچھین جائی وہ توں کائی جلتی
بچھانی ہے نہ کچ تدبیر چلتی

برہ کی آگ پی بن کن بجھادے
دو جا پیہ کوں ملا وے تن بجھادے

کہی اے شمع سوز اپنا چھپا رکھ — تجے یہ فکر سیوٹ ہوئے مبارک
جتن رکھ صبر کیلی آپنے پاس — کھلے گا بیگ تج اس تھے کلف آس

در دربار بادشاہ آوردند یوسف را برائے خریدی بہا کردند

سو دیس وہ دیس امرت بیل وہ بیل — جو میٹھا لالا پھل دے یہ لبس میل
میلا وا سو رہتے ہوتے دیس اجالا — کھلے بچھڑے کیرا اندکار کالا
جو سب مصری ہوئے یوسف کے موزرت — سبہ اس مول لیون تیئں رکھے چیت
چھپے جس پوتی جو دست اس تھا — سو اس تیئں خرچنے تئیں ان ہوس تھا
کہیں جے مصر میں تھی سو بڑھی یک — جو اس نہیہ تھے پریشان ہوئی ہو تیک
نہ سیکے تھا اپ اپنے دل کی کلکوت — سو لے کر آئی ڈال کتیک سوت
کہی جگ سنیت اس کا مول نا ہوئے — سبہ جگ جیو ل کا تول نا ہووے
جو ہوتے اس انگ تھے یک بال کا تار — تو مول اس کا کہوں در مگ تھے بھار
جو پاؤں ایک پر کیا اس چرن کی — تو داروں سنیت اس پر تھوں کی
نہ اس کی مول پورت کچ دھرن میں — دلے کلکوت اپنے تیئں کردن میں
کہ ہوئے اسکے خریدار ان میں منج تاؤں — یہی منج لبس جو یہ سنیت اسوں پاؤں
منادی ہر طرف آواز لاتی — کہ کون ایسے تھنے کوں لیوں آئی
جو جیب اس روپ نا سکے سراون — اذک دو جگ تھے اس یک ... پاون
ادھر امرت بجی امرت گن امرت — گن امرت نیر کے نا ہو گے ایتو ریت
اتوں میں تھے نکیں اوٹھیا نگن مول — گنے ٹکیاں کیرا بھدرا بھریا کھول
جو دیکھے اس ٹکیاں کیرے گنیت کر — تو ہوتے وہ تھے سب ایک تھیبر
کیرا ایک ہودیجا مول اس جیتا ہے — سو سو ہد ریاں ... مول انیز ہے
چڑا آیا بھی سبہ یہ یک خریدار — کہ دیرن ... یوسف کیرا سنبھال
جو چڑ آیا بھی سبہ ہوئے ایکتی — تجھ مانگ اسکے تول جو کھیں
چڑاتے تھے آخر ہو کیتے اپنوں بھاؤ — زیادت کر اموک بھیت اور بھاؤ

زلیخا اس قصے تھے ہوئی خبردار — دد گن کیتی سبھوں سوں آپ یکبار
گیرا یک سب تی اس تھے آس توڑے — ہوئے عاجز ہور اسکی بات چھوڑے
عزیز مصر کوں بولی کہ اب جا — اپنوں مولوں نیا اڑا کر لیے کر آ
کہیا جے کچھ مرا ہے سو دفینا — سنے مانک درب دھن کا خزینا
نہ اسکے مول کا آدھار جو ہے سب — کہاں ہیں مول سالم دے سکوں سب
زلیخا پھر جواب اس کوں دیتی جو — دیوں اس دھن جے کچھ ہیں بی ڈھیروں سو
رتن مانک جو صندوقاں بھرے ہیں — گگن پھر جوں نکھتر بیکھرے ہیں
جو یک مانک کا قیمت کریں گے — خزینے کئی شہاں کیرے سریں گے
عزیز یک ادر بھی لیا یا بہا تہ — کہ لیتا ہے اسے سٹا ہی مہاتہ
زلیخا بھی کہی جا بادشاہ کے پاس — سرن کر بھو تیک اس جم شاہ کے پاس
کہیہ اس کوں کہ منج من یہ بڑا دکھ — جو جگ میں منج نہیں بینگرا نیں سکھ
دھروں شہہ کے کرم تھے آس ہو تیک — کہ غم خواری کرے یہ دکھ مرا دیکھ
جو اس بکتے کوں لیوں منج رضا ہو جے — تو بینگرا منج ہور شہ تیں بندا ہوئے
عزیز اس بات کوں شہ سات آکھیا — رضا دی اس کوں پھر فرماں را کھیا
عزیز مصر تب اس مول لیتا — اسے فرزند گن بھیان دیتا
خوشی سوں لے گیا اس آپنے گھر — کیتے اس تیں زلیخا من مینے گھر
گئی بابیل سجنا کی پاس آ کر — وہ راس آتی بڑی من آس پاکر
پھری اس کی خبر شادی تھے ہو تیک — پھر آتی ڈرشٹ دونوں جگ تھے اس یک
پیارے پر نپٹ پیار آونے تھے — چلی پیار دن انجھو نینوں منے تھے
گلے نینوں سوں نکلنے دوئے رگڑاہی — پیرت انجھواں سوں تلتل دھوتے پکڑی
خوشیاں تھے تلتل اس ہوش جاوے — امس تھے جھک جگت میں تا سماوے
گھو دوزخ تھے جس جنت لیجا دیں — زلیخا کی خوشی وہ بھی نہ پا دیں
جو پائی بھاگ تھے من آس سنپور — سبھی بھاگوں کی پردا ہوئے معذور
گنگس سر کرن تھے پک تل نہ بجاوے — سبھ جگ من میں یک کرج کر نہ لیاوے

نہ رہیا تاب اسے جو بیک خوشی تھے — رہی گم ہو خوشی کی بے ہوشی تھے

سو حیرانی سوں پھر پھر سنگ کرتی — کہ میں انجتیاں تھے یہ باور نہ دھرتی

کہ دیکھی جاگ میرے کارنے جیکھ — جو پاؤں جاگتے میں ملتی سکھ

نہ جانوں سوتے نہنا دیکھتی ہوں — کہ جاگت روپ پیا کا دیکھتی ہوں

کبھی شُد سوں میلا و اسیج مانے — آپ آپ مان بھوگ اپنا لکھا نے

جو کیتی دن برہ لبس تھا منج جارا — ملن امریت پاتی اس کا اتارا

جو میں دکھ کے اندھالے میں بسی تھی — نہ منہ سک بات اپنی سینڑ تھکی

سو سائیں جگ دیا دن روپ اجالے — منج بنہ بھوگ دولت کی دیکھا لے

کریں تلتل شکرانا خدا کا — کر دنیا سکھ گنوایا دکھ سدا کا

کدھیں اس دیکھ کر حیران گم ہوتے — کبھیں گذرے سو دکھ دن یاد کرتے

کبھی اسکو دیکھ دکھ ناؤں بسارے — ایسے یہ حال تھا اس دیس سارے

قطب مشتری

۱۰۱۸ھ م ۱۶۰۹ء

از

وجہی

آراستن محل مشتری

بجد ہو کے جدّو و جود دھرنے لگیا ۔ سو اُس محل کوں نقش کرنے لگیا
جو زر یخ جیوں چاند سنا سو سور ۔ سفیداب تارے ہیں سُرخی سو نور
عطارد چتارے کوں نیں کچھ غم ۔ کہ دھرتا اچھے ہات جو زا قلم
جو خوش ہو اُمس لیا ٹک دل منے ۔ تو لک محل چترے وہ یک تل منے
رنیٹ دھیان یک دل سوں دھرنے لگیا ۔ بکتر چتر وہ چترنے لگیا
کہیں بن بیاباں کہیں سمد بھار ۔ کہیں مرغ ماہی کہیں پھول جھاڑ
کہیں شیر شرزا کہیں گج ترنگ ۔ کہیں باز بحری کہیں یک کلنگ
کہیں بت بت خانے ہور بت پرست ۔ کہیں نار ہور پُرش یک ٹھار مست
کہیں شاعراں شعر کہتے اہیں ۔ کہیں چشمے امرت کے بہتے اہیں
کہیں ہیں ملانے کہیں ہیں خمار ۔ کہیں ہیں دیوانے کہیں ہیں ہشیار
کہیں تخت پر کوی سُستی مست ہو ۔ کہیں بیٹھے دو یار ہمدست ہو
کہیں پیر شہید ہور پیغمبراں ۔ کہیں دیو جن ہور پریاں اچھریاں
کہیں خسرو ہور شیریں یک ٹھار اچھے ۔ کہیں لیلی ہور مجنوں دو یار اچھے
کہیں گاتی گاون خوش آواز سوں ۔ کہیں پاتراں ناچتیاں ساز سوں
کہیں دھترے مرغ سیمرغ سہر ۔ کہیں چاند سور تج تارے انبر
چتاریا چترو واکیس ہات سوں ۔ سنواریا محل کوں کوت دھات سوں
کیا چوک بیچ چوک اس چوک پر ۔ نزاکت سوں سنگار نازک کر
سُہے چوک اس نقش میدان پر ۔ کھلا چاند کا جیوں ہے اسمان پر
لکھیا شہ کی صورت وہاں آن جو آ ۔ ہلی کاند نہ جیو سب جیو پا

اگر اسگوں باتاں میں کوی کھولتا
تو ہر سنگ اس کا بچن بولتا

اہیں سنگ جو اس کا مذ رنگ رنگ میں
کو تاثر مسیحا اچھے ہر سنگ میں

لو تاثیر اچھے شہ کی تاثیر تھے
کہ جیوں جھاڑ مڈتا اچھے نیر تھے

لکھیا نقش سینسار کی نار کا
کیا شہ کوں مدنایک اس ٹھار کا

چتر جھمکے یوں شہ کے مکھ بھان تے
کہ روشن زمیں جیوں اچھے آسمان تے

دیکھایا محل کوں جو مستید کر
کہ ہر ایک انگلی کوں تھا سو ہنر

سراسر محل جیوں کیا بوستاں
کہ خوشحال ہوئے دیک سب دوستاں

محل خوب اعلیٰ یو جیوں سرگ ہوا
دندی دشمناں کا سو جھل مرگ ہوا

اسی دائی کوں واں بلا تیں بھیج کر
لکھیا مشتری شاہ کوں کر خبر

تمیں کام جو کئے تھے سو سب ہوا
اسے دیکھنے کا سو وقت اب ہوا

دیکھو یک نظر اس محل کوں آتال
کہ میں لی مشقت کیا اس دنبال

دھرو منج اپر یک شفقت تمیں
کرو چیز میری مشقت تمیں

ہر ایک کام ہوتا جو اولاس تے
سو شاہاں کی امید ہور آس تے

اگر شہ کی اچھتی نہ امید احس
نہ ہوتا منجے یوں اس ہور الاس

بڑا شاہ و وچھے جو کچھ دان دے
نوازے ہنرمند کوں مان دے

ہنر زیاست ہوتا اچھے دان تے
نہ اُس کی فہم عقل ہور گیان تے

نکو کر توں تقصیر کچھ دان کوں
کہ ہوتا اچھے بل دان تے گیان کوں

سندیوں ہنر پروری کا اچھے شہ
نہ یاں جھوٹ کچھ شاعری کا اچھے شہ

ہنر اچھے ہنرمند کوں کیا غم اچھے
جو بخشیں ہنروند کوں سو کم اچھے

طلب ہے جو غالب طلب گار پر
کرے ناز ہنروند خریدار پر

ہر ایک خوب جان ہور خریدار نیں
بچارے ہنروند کوں واں بھار نیں

یو موقوف ہے سب خریدار پر
سہرا فراز کرتا سبج کار پر

ہنر خوب ہر بار ہوتا نہیں
رتن پاک ہر ٹھار ہوتا نہیں

اگر مانی اچتا تو اس وقت پر
تو معلوم ہوتی مری کچھ قدر

مجھے ناز کی ہے مرے کام میں　　سو مشہور ہے روم ہور شام میں
نہ کچھ آشنا کس پہ دھرتا ہوں میں　　غرض بات دنیا کی کہتا ہوں میں
توں درمیانے آئی تو لیو کام کر　　مرے کام کا کچھ سرانجام کر
ادھر سٹ نہ دے کام توں کر تمام　　کہ تیرا بزرگی ہے میرا سو کام
جو سمجے سو دو بول کس نا دھرے　　بخت خوب تیں تو ہنر کیا کرے
ہنر ہور بخت جب ملے ایک ٹھار　　تو دولت غلام ہور خدا ہوے یار
دیے دو لو یک ٹھار آنا کدھاں　　ہنروند مقصود پانا کدھاں
کہ بینکھی کے تیں زور پر کا اہے　　ہنروند کوں تقوا ہنر کا اہے
بخت نیں ہنروند کوں تو غم نہیں　　ہنر خوب پن بخت تے کم نہیں
ہنر خوب اس پر جو بخت ہے بلند　　لو دو لو بی ہوویں تمنا ہور سگند
توں خوشحال آج ہور نکر کچھ غم　　بخت خوب گی ہے ہنر خوب کم
وہی شاہ عالم میں عارف کہاے　　ہنروند کا لاڑ جے کوئی چلاے
کہ نازک ہے یوں دل ہنروند کا　　جو نیں تاب معشوق کی چھند کا
ہنر خوب ہنروند جو دھرتے اہیں　　سو نت یاں آپ پر ناز کرتے اہیں
ہنر خوب جیوں خوب محبوب ہے　　ہنروند محبوب تے خوب ہے
سراؤں اسے شاہ ور ساز سوں　　جو سو سے ہنروند کے ناز سوں
ہر ایکس کوں دل فہم سوں جگت نیں　　کہ عارف لکھوانا لیو کچھ منت نیں
عطارد وہاں بیٹ بجومان سوں　　لکھیا بات اس دائی محرمان سوں
ہنر میں جو اس دھن کوں کچھ نام ہوئے　　تو جس خاطر آیا سو وو کام ہوے
عطارد دیو بات اس تے بولیا لکھے　　کہ دیکھے دل اس نار کا ٹک بجھا

دیدن آرائش محل و انعام دادن مشتری بہ عطارد

لکھی دائی جا مشتری شاہ کوں　　سورج جس تے روشن ہے اس ماہ کوں
کہ شہ مستعد سب ہوا ہے محل　　توں اس محل کوں دیکھنے آج چل

ترے حکم کوں شاہ جیس نئی اچھے — تجھے اس محل کا ہوس لئی اچھے
توں دھرتی تھی لئی دیس سوں یوچ آس — کہ کو ہوئے گا یو مرا محل راس
خدا آس تیری سچے اب دیا — کہ جیوں محل منگتی تھی توں تیوں کیا
محل دیکھ ہور مان شہ ساپچ کر — مری بات تو ہور اس کا ہنر
کہ شاہاں کنے جھوٹ کہیا نہ جائے — مجکوی جھوٹ کے سو پتیا را گنوائے
بلند مرتبا جھوٹ تے ہوئے پست — دنیا میں نہیں سچ تے کچ خوب بست
اگر جھوٹ سچ کوئی بجنہار ہوئے — ہنر عیب جو چھے سو اظہار ہوئے
عیاں شکل ہے دیکھتا عیب کوں — ہنر ہے سمجنا ہنر عیب کوں
بچن دائی کے سن سو دھن کر منج — درست ہے لکر اپنے دل میں سمج
چلی نار اس ٹھار اس کے سنگات — تماشا محل میں دیکھی وو دھات دھات
محل دیکھ دائی کوں گل لائے کر — انند شوق ہور ذوق حظ پائے کر
جو بولی اتھی بات وو دھن سجان — عطارد کوں اس تے بی دی زیادت دان
شہاں کا دل اس دھات اچھنا بھلا — دست اس وضا بات اچھنا بھلا
خدا جب جسے کچھ دلاتا اچھے — توں شاہاں کے بی دل میں لیاتا اچھے
خدا جب دلاوے تو کوی کچھ پائے — نعمتاں کاں تے دیں جو خدا نا دلائے
خدا پاس تے توں امید آس منگ — اگر توں منگے تو خدا پاس منگ
جو شاہاں اپر بول دھرتے ایں — غلط ہے الوپاں بسر تے ایں
عطارد کا حاصل مقصود کر — منبا دان دی دل کوں خوشنود کر
جو یک ٹھار ٹک ٹھیر چنچل کھڑی — نظر شاہ کی صورت اوپر پڑی
صورت شہ کی دیکھت بھلی نار وو — پڑی بے سُدھ ہو کر اسی ٹھار وو
کتک وقت لگ دھن ودبے ہوش تھی — سو شہ کی محبت کرے جوش تھی
کہ آہاں پر آیاں جو ماری اُسنے — ستی مست ہو ہوشیاری آنے
سکھو دائی پکڑی دکھوں جھورنے — لگی بات الیس میں اپنے جوڑنے
کہ وا اس نھنی کوں یہاں کیا ہوا — مری چندنی کوں یہاں کیا ہوا

کہاں جاؤں کس کو کہوں کیا کروں ۔۔۔ اتال اس کوں اس ٹھار میں کیوں دھروں
مبادا پری کا اچھے اس نظر ۔۔۔ کہ یو ہوئی لیکایک یوں بے خبر
مُنجے آج دستا نہیں کچ کہیں ۔۔۔ منتر کاری بھی کوئی حاضر نہیں
تو محل جے کیا ہوا یاں اسے ۔۔۔ لیکر جاؤں یاں تے اتا کاں اسے
اُٹھاتی تو اُٹھتی نہیں نار یو ۔۔۔ نہ جانے کہ کیا دیکھی اس ٹھار یو
سو پیسے میں وو نار ہشیار ہوی ۔۔۔ جو تھی بے خبر سو خبر داری ہوی
صورت شہ کی تل تل بُجھانے لگی ۔۔۔ کھڑے قد پہ بلہار جانے لگی
دیک اس نقش کوں نار حیران تھی ۔۔۔ سو سُدبُد گنوا سب پریشان تھی
نہ ان بھاوتا تھا نہ پانی اُسے ۔۔۔ ہوی تلخ سب زندگانی اُسے
پکڑ رہی تھی واں نار اس ٹھار کوں ۔۔۔ کہ بھاتی وہی ٹھار اس نار کوں
وہی نقش تن تھا وہی نقش من ۔۔۔ وہی نقش پانی وہی نقش ان
قطب جیوں قطب ٹھار پر تھیر جے ۔۔۔ وہاں مشتری پھرتی جو پھیر سے
محبت جو پکڑیا جے یوں دات کر ۔۔۔ بچاری کہا جائے وو نہاٹ کر
اگر کس کوں بل بل جو رستم اچھے ۔۔۔ محبت کی تل تل سوں کم اچھے

پیارے میں ہوں راتی بکیلی کیوں جیوں مای ۔۔۔ موتی ایک ہاری موتی سو برجے کی جھار کھائی

غش کردن مشتری از دیدن تصویر قطب و پند دادن دائی

لگی پوچھنے دائی اس نار کوں ۔۔۔ کہ اے مائی کیا دیکھی اس ٹھار توں
ترا دل نہیں کی انند سُکھ پر ۔۔۔ کہ قربان گئی دائی تج مُکھ پر
محل دیکھنے آئی تھی شوق سوں ۔۔۔ سو اب بیٹھی کی یوں توں بے ذوق سوں
چھپاتی توں اس بات کوں کی اے نار ۔۔۔ تجھے کون ہے منج تے بھی دوستدار
تو بیگانی منج جانی اس دھات کی ۔۔۔ نہیں بولتی کھول یو بات کی
کہ ماباپ ہور یک بڑے بھائی سوں ۔۔۔ چھپاتے نہیں بات کوئی دائی سوں

جوتوں ناکھسی منج کن اپنا یو حال / تجے دوو ہرگز نکر سوں حلال
اگرٹک جوتوں ناز سوں چھند کرے / تو پنکھیاں کوں بارے یہ پابند کرے
ترے مکھ جل تل جگت لون ہے / توں جس تائیں یوں ہوی سوو کون ہے
کہ یو بات توں منج تے پر کسول / اے بھی زیاستی سوں مرے بہر کسول
فرشتا اگر ہوئے اسمان میں / تومیں لیا دیوں تیرے فرمان میں
کہی دائی کیا پوچھتی حال توں / نکو پڑ تجھٹے میرے دنبال توں
بجا ہے توں اس بات کوں مکھو لنے / ولے منج طاقت نہیں بولنے
زبان من منے لٹ پٹاتی اہے / نہیں بات لیکائیک آتی اہے
فہم داری کی خام سوں فام توں / وِرکد پر وِرکد دینے کیا کام توں
ترے ہات تے کام آسی نہ یو / جو کوئی تجے میں تو نھاسی نہ بو
کہی سچ ہے کیا ہوئے گا منج تے کام / کرے گا حق اس کام کا اہتمام
جو بھوئی تج پوچھی جہروان دائی / تو اس دائی کوں شہ کی صورت دکھائی
یدی اس صورت کی دیوانی ہوں میں / چھپیا بھیدیاں کچھ جانی ہوں میں
یہی نقش بھوو بھلایا منجے / یہی نقش ینہہ اب لایا منجے
اسی نقش کا دھیان دھرتی ہولی میں / اسی نقش کے تائیں مرتی ہوں میں
اسی نقش کوں دیکھ پریشان ہوں / اسی نقش کوں دیک حیران ہوں
یدی نقش اے دائی منغم کیوں کیا / میں عاقل اتھی دیک بیغم کیوں کیا
منجے میری صورت یہ لی تھا گمان / ولے یو تو منج تے بی ہے خوب جان
کہ جس جان کا نقش اس دھات ہے / سو شہ جان آپے و کس دھات ہے
سو شہ کی صورت ٹک بجھا دیکھی دائی / سو وو دائی بھی سد اپنی گنوائی
کہی نیں ہے تیرا گنہ یک دھن / کہ ایسے صورت ہے یو من ہرن
لِسن اوپر توں بی نار ہے باؤلی / اُچھا لیا بدن ہوی ہے اوتاؤلی
توں چنچل چتر نار اتنی سی ہے / بڑی چھند بھری بھوت فتنی سی ہے
یو کیسا اہے عشق جو توں کری / بھلی ہے توں شاباش جو نیں ڈری

پرت پینت میں توں لوی آئی ھے
عشقبازی دھن کچھ نہسا کام نیں
کچی توں تجے بُر کچی ا ت ھے
خوشی آہ ھے دشمنی توں پچھان
غرض وناکوں یو بات کال قام ھے
توں اس نقش سوں عشق سازی اچھے
عشق کیا ھے کر کتے پچھانی ھے توں
ہوس ھے نکو جا ہوس کے دُنبال
طرز عشق کا تھا سو تھی پائی وو
تلیں تل مٹکتی تھی اُس مائی کوں
تو ما باپ فرزند کوں بیچ گود دھر
وو دھن جلنے ہور اُس کے من کا حبیب
(ن) تھوڑا ابھوت جانی ہے بھی جان گے
انگے عشق کیا ہے سو جانے گی توں
توں کس باپ کنوا کر ہوئی ھے تمکس
توں صورت ستی جیو کیا لائی ھے
اگر معنی سوں جیو توں لائے گی
عشق صورتی کام نا آئے بیچ
عشق صورتی جائے گا جان توں
سو دھن دائی کوں کئی کہ تیں تج قام
منجے معنی دستی ھے صورت بھتر
ترک کس کے کہنے کوں نیں آئی ھے
جو معنی عیاں تج ھے صورت منے
اولتے ہوا ھے میرا حال یوں

اجھوں نینہ کے چرکے نیں پائی ھے
نھنی ھے توں اجھوں تجے فام نیں
کہ کانڈاں کے نقشاں سوں جیو لائی ھے
دو کھاکر جو لولے اسے دوست جان
دُکھا لولتا دوست کا کام ھے
لو نینہ نیں ھے طفلاں کی بازی اچھے
گڑیاں کا مگر کھیل جانی ھے توں
بھلی و وجو ایسے رکھی یاں سنبھال
وے پند کوں کہتی تھی دائی وو
کہ واجب اچھے پند دنیا دائی کوں
بھروسا بھوت کرتی ہے دائی پر
کنا تھا سو کی وو بچھیں یا نصیب
مری بات توں سانچ کر مان نگے
بڑی ہوے گی تو پچھانے گی توں
کہ آدھا اچھے عشق سارا ہوس
توں صورت منے معنی کیا پائی ھے
تو صورت تھے بھل بھی توں کچ پاے گی
لگا معنی سوں جیو جو توں پاے پچ
عشق صورتی خوب نیں مان توں
ازل تیج تھا ہو بہارا لیو کام
تو لبدتی ہوں اس پاک مورت اُپر
اگر ما اگر باپ اگر بھائی ھے
بیاں نا کیا جاے وو کس
پڑی کی توں خبی میرے

جو میں منگتی دارو سو دیسی نہ کوی | کسی کا درد بانٹ لیسی نہ کوئی
دنیا میں جتا دیکھتی ہوں جسے | الیس کا الیس کوں پڑیا ہر کسے
یو دلسوزی تیری خوش آتی نہیں | دیوانی ہوں میں پند بھاتی نہیں
دیوانی دیوانے کی پند دے نکو | رو ننگا کر بڑے بول توں کے نکو
اچھیں جو لگی اُس نہ جھنجولنا | یو دُکھ پرتے دُبل تیرا بولنا
کہ غصے سوں منج پر اٹھتی ہے توں | کہ جلتے اُپر تیل سٹتی ہے توں
اگر میں تجے پچ کہی اے مُبلدھر | دیوانی ہوں اس کا نکو عیب کر
نکو عیب کر دل میں پچ ریب تے | دیوانا ہے کالی (؟) ہر ایک عیب تے
کیا عقل میں آپ کے لہو گھونٹنا | بھلا ہے دیوانی ہو کر چھوٹنا
دیوانا جو کوی ہوئے زمانا پچھان | وو عاقل ہے اس کوں دیوانا نہ جان
غرض ایسی باتاں سوں کیا ہے تجے | نصیباں منے تھا سو اپڑیا منجے
نہ کوئی عشق کوں لیا نہارا اہے | کہ یو عشق اپے آ نہارا اہے
جہاں عشق ہے واں ہے حیران سب | اخل ہور فہم شُد بُد گیاں سب
نہ جاسی پرت منج تے اب چھوٹ کر | کہ دل لے گیا ہے میرا لوٹ کر
یو فرزیاد میں کس کتے جا کروں | نہ ہونا اتھا ہور ہوا کیا کروں

پرسیدن مشتری و خبر صورت محمد قلی از عطارد

عطارد کوں بھیجی بُلا نازو و | دو نوں بیٹھے ملکر سو یک ٹھار دو
کہی توں سنوار یا محل ساز سوں | لکھیا صورتاں اس میں بھو ناز سوں
صنعت دور تے تیری سنتی تھی جیوں | سو نزدیک تھے آج میں دیکھی تیوں
ہنروند توں سچ پچھانی تجے | کہ مانی تھے تج زیاست ماتی تجے
کہوں کیا تیری خوبی کی باب میں | ہراؤں تج ایسے کوں کس دھات میں
سو دھن بات بھو دھات اس سات کر | کہ اس سات بھو دھات یو بات کر
کہ تج سات یک راز دھرتی ہوں میں | سو اس راز کی بات کہتی ہوں میں

سکی شہ کی صورت اُپر کی نظر ۔ کہی اے عطارد توں سن کان دھر

(ن) کسی شاہ اپنی یوں اس نار کوں ۔ چمک کھینچ لیتا ہے جیوں سار کوں

(ن) نہ جانو کہ یہ نقش کیا سحر سے ۔ کہ ہر دل میں اس نقش کا مہر ہے

دنیا میں تو کیں صورت اس دھات ہیں ۔ توں جیوتے لکھیا یا کہ دیکھیا ہے کیں

میرا من مجلایا یو من ہر صورت ۔ لیا دل دیا جیو یو دلبر صورت

عجب راز ہے یوچ پایا نہ جائے ۔ جو پائے تو مقصود کہیا نہ جائے

(ن) کتا لگ رکھوں دل میں ناپول کر ۔ کہتی ہوں تیرے پاس اب کھول کر

(ن) کہ یو بھید کرتوں سجے فام ہے ۔ کہ تجھسوں انگے بی منجے کام ہے

عطارد کھیا دل میں اس دھات لیاے ۔ کہ سنیڑی ہے اب یو(۱) تو جانے نہ پاے

بہت سیج ستی آج یو کام تھا ۔ اتال انت اس کا منجے فام ہوا

جو مقصود کوں یاں لگ آیا ہوں میں ۔ سو الحمد للہ کہ پایا ہوں میں

سنے گا اگر شاہ اس بات کوں ۔ تو خوش ہوے گا منجہ مجو دھات سوں

چتارا چتر گونتا خوش لکھن ۔ کھیا کھول سب مشتری نار کن

تعریف کردن عطارد پیش مشتری از محمد قلی قطب

براہیم قطب شاہ ہے شہ شہان ۔ دکھن تخت کہ شہر اس کا مکان

شہاں نعل بندی دیتے ڈرتے سب ۔ جنگل یکڑے ہے(۲) وو نکل گم تے سب

ظلم زیاستی تھے مُلک پاک اس ۔ کہ مشرق تے مغرب تلک دھاک اُس

سٹے گا بنی گاب اس ہاک تے ۔ چھپیا بھیں بھتر رستم اُس دھاک تے

جو اُس ڈر نہ اچتا سمند دل منے ۔ تو جگ کوں ڈباتا دو یک تل منے

اگر ہیبت اُس کا نہ دھرتا پون ۔ اُڑا اسٹ دیتا بھیں کوں تنکے نمن

اُسی عدل تے گال کر سب سہریہ
محمد قلی فرزند اس راج کا
تلاسیں(۱) پیشانی سوں پگ سُندریاں
جھلجھ نور شہ مکھ چندر میں اچھے
پریاں شاہ کے عشق کا پا اُمنگ
جو انگلی چکل چکھ(۲) دھرتا اچھے
لگا عشق لاک استریاں لاک دھات
ہریک گوپنی شہ کی جیوں ماہ سے
اگر سور جیسی اچھے کوئی سُندر
ہُوا پرگٹ اس کا حُسن یاں تلگ
جہاں پانو دھر شاہ چلتا اچھے
رہے جان جہا(۳) جان شہ تجھ بل
دو ایسا اچھے شہ جان سُن اے سُندر
صورت اُس کی اس دھات اچھے خوب جب
جو شہ باغ میں ٹک تماشے کو جایں
شہنشہ کے دیدار کے نور تھے
کھیا سب ولے ان کھیا میں یو بات
کہ مت سہرچے بات یو سون کر
جو عاجز ہو د کھلائے عاشق نیاز
کہ خوباں میں عادت سو اس دھات سے
سُلکھن چتر دھن چنچل گنو تی
کہی کیا اچھے تدبیر اس کی اتال

اگن کانپتی ہور لرزتا اچھے نیر
کہ لایق ہے دو تخت ہور تاج کا
دیوانیاں ہیں اُس کیاں سو حور و پریاں
نہ جن ناپری نا بشر میں اچھے
پڑیں شہ اُپر شمع پر جیوں پتنگ
تو سوراخ شہ سنگ کوں کرتا اچھے
دیوانیاں ہوں پھرتیاں ہیں اُسکے سنگات
کہ اس دور میں کشن او شاہ اچھے
بلا دور ہُوے شہ کے پاواں اُپر
کہ یوسف کی خوبی کوں بسریا اچھے جگ
وہاں آب زمزم اُبلتا اچھے
اچھے چھانو جیوں دولت اس پانو تل
سگی ماں بھلے گی اسے دیکھ کر
جو توں دیک اُسے بھولی تو کیا عجب
توں رت جھاڑاں پھلاں بار لیایں
سُنگے جھاڑ ہرے ہویں بھی سیر تھے
کہ عاشق اچھے تیرا سگھڑ شہ شجات
ہوا کام بھی سہرتے ہوی تل اُپر
تو معشوق کرتا اچھے تیر تج ناز
چھپی میں ہے مشہور یو بات اچھے
سو شہ عشق کے رسول ہوئے بھی متی
کہ منج تو اب رہیا نہیں کوچ حال

دکھایا صورت جیوں توں تصویر کر
ترا حال کیا ہے سو جانے تمہیں
تہیں میرے غم کا سو غم خوار ہو
کسے بات یو لوکاں میں جاے کہ
جو منت لگی کرنے مجبودحات سوں
دیا آس اس نار کوں پیو کا

تو تو یو منج کہہ اس کی تدبیر کر
چھپیا راز دل کا پچھانے تمہیں
کہ میں بیٹی توں باپ کے ٹھار ہو
کہ تدبیر میری کرے آے کر
عطا رد قبولیا وو اس بات کوں
کہ مرتے کوں لقوا دیتے جیو کا

غزل گفتن مشتری از فراق محمد قلی قطب شاہ

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگ آمل رے پیا
تج بن منجے جیونا بہوت ہوتا ہے مشکل رے پیا
کھانا برہ کھیتی ہوں پیا پانی انجہو پیتی ہوں میں
تجتے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل رے پیا
ہر دم توں یاد آتا منجے اب عیش نیں بھاتا منجے
برہا لو سنتا تا منجے تج یاد تل تل رے پیا
منج تن پتنگ جانے تہیں منج ٹھار جیو لانے تہیں
منج دل مندھر میانے تہیں کیتا ہے منزل رے پیا
توں جیو میرا میں سو دل تج سات رہنا کیوں نہ تل
دن رات میں نیں ایک تل نیں تج تے غافل رے پیا
جس یار کو میں منگتی ہوں وہ یار کہاں ہے
منہ سوں سکی چل جاتی وے ٹھار کہاں ہے

دل ہات میں تجھے چھین لے کر نٹھاٹ گیا ہے
وو یار دغا باز جو نٹے مار کہاں ہے
مشتاق کے بازار میں ہیں نہ بکتی ہوں جیو
دلال کدھر ہور خریدار کہاں ہے
عاشق تو تج ایسے سکی لاکھاں ہیں و لیکن
معشوق سو اس دور میں اس ہار کہاں ہے
دیدے مرے نا پڑے جو دیدار دیکھے تجھے
تج صبر دیو بہار وہ دیدار کہاں ہے

یاد کردن مشتری محمد قلی قطب شاہ

لگیا ہے میرا شہ سوں بہوتیج دل　　رہیا جاے نا منج تے اب ایک تِل
ملا دو منجے کوی میرے شاہ سوں　　سورج سہر وقد سہرنگ ماہ کوں
نا منج باغ خوش آے نا بوستاں　　نہ منج خویش بھاتے ہیں نا دوستاں

حالت مشتری در فراق محمد قلی قطب شاہ

نہ سکھ سوں منجے نیند آتی اہے　　نہ پھل سیجڑی منج بھاتی اہے
لساے ہوے کیس یوسس تے　　تپاتی اہے رات منج دیس تے
کہاں ہے وو شہ نرملا نوجوان　　کہاں ہے وو شہ گنونتا گن ندھان
کہاں ہے وہ لالن منٹھی چال کا　　کہاں ہے وو ساجن لٹنے بال کا
کہاں وو چتر چنچلا من ہرن　　کہاں وو سگھڑا چیلا ہے سجن
نہ منج دیس ہے سکھ نہ منج رات　　تجا نو کہ گمتا ہے شہ کس سنگات
مجکوی نار اُس کن ہے اس نار تھے　　منجے رشک آتی ہے اس ٹھار تے

ہوے جل کجل نین دیدار باج
یکلکی کدھاں لگ رہوں یار باج

رتن تھے سو تن پر انگارے ہوے
کہ مکھ چاند انجھو سو تارے ہوے

ہریک روں میرے تن پہ جیوں ناگ ہے
سنا تھا اول سو اتال آگ سے ہے

دو بادام تھے اُس چنچل نار کے
لگے دانے جھرنے سو انار کے

کہی شاہ کے تیں سو دحسن یاد کر
دُکھیا جیو میرے کوں ٹک شاد کر

منجے تیرے ملنے کی لئی آس ہے
کہ تن منج کنے جیو تج پاس ہے

میرا حال کیا ہے سوا شاہ نیک
توں اس جیو میرے کوں ٹک پوچ دیک

بچھڑا منج پڑے کے توں جنجال تھے
توں غافل نکو اچ میرے حال تھے

کیا ہے برہ زیاستی داد دے
پریشاں ہے جیو دل شاد دے

کہ کوئی داد ویسی نہ تج باج منج
عجب کام آکر پڑیا آج منج

رہی ہوں بھوت درتے تج آس کر
منجے گن توں اے شہ ایس داس کر

منج ایسیاں تجے لاک باندیاں اہیں
کہ تج (۱) سات ملکر و ناندیاں ہیں

پریاں ہور حوراں رہے تج سنگات
تیری ناند نک شہ اہے دھات دھات

ہوا کیا جو سیلیاں ہیں دو چھب ستی
محبت میں میں زیاست ہوں سب ستی

محبت میں جو زیاست سو زیاست ہے
کہی بات میں راست ہور راست ہے

بڑا سا برہ منج ستاتا ہے
سو تیتی کوں پھر پھر تپاتا اہے

خدا اس برہ کا کرے گھر خراب
کہ ناحق منجے آج دیتا عذاب

جو سینٹرے برہ میرے داواں تلیں
رگڑ کر سٹوں دے دے پاواں تلیں

اگر وصل ٹک آکے سنبالتا
تو برہا منجے کیا سبب جالتا

بڑا ایے کٹڑ اس میں خوبائی نیں
منجے مارنے عار اسے آئی نیں

گرب کی نہیں گل پڑیا مائی کا
لفا کیا ہے جگ میں برہ آئی کا

کہ ما اس کی ناجنتی باٹ کی (۹)
دکھوں چھاتی یو میری سب پھاٹ کی

میرے پاس میرا قطب شاہ نیں | میرے حال تے کوئی آگاہ نیں
کدھر دیکھوں شہ میں کدھر دیکھوں تج | نہیں منج توں دستا جدھر دیکھوں تج
نہ وعلاے کی منج آس نادرس کے ہے | ہریک دیس تج باج سو برس نے ہے

رباعی خواندن مشتری

تج یاد بنا ہور منجے کام نہیں | نس جاگتے جاتی ہے دن آرام نہیں
میں تو تجے منگتی اد کہ جیو ولے | توں کیوں منجے منگتا نسو کچ کام نہیں

نامہ نوشتن عطارد بہ قطب شاہ

عطارد دبیر ہو کے تقریر سوں | لکھیا نامہ مضمون گنبھیر سوں
سو بھیجیا اتے کاغذ اس شاہ پاس | کہ برآئی ہے تج اُمید و آس
اگر دھن اہے تیرا شاہ جی | تو واں کھان کھا ہوریاں پانی پی
کہ جیوناج تج باج مشکل اسے | گذرتا ہے جگ ہو کے ہر تل اسے
نکو بار لا بیگ توں بیگ آ | کہ وو نار ہوی ہے تیری مبتلا
ترے تائیں ہوی ہے لو بدنام یاں | کہ تج کرتے کچھ ہوگیا کام یاں
ذکر لائی ہے دل میں تج دھیان دھر | قطب شاہ قطب شاہ قطب شاہ کر
ترے وصل کا میں جو دیتا نہ آس | تو یک تل میں مرتی سو دھن بھراس
میرے پاس احوال سب کئی اہے | اسی آس سوں چوب کر رہئی اہے
لو دلسوز نامے کوں لکھتے براں | صفے پر نکل پڑتے تھے اچھراں
نہ لک سک قلم دُک تے گھٹتا اتھا | رُخے پر قلم کالی ستّا اتھا
بھیں عشق بھیدیا ہے اس ماہ میں | کہ سو سو خسرو اہے اک آہ میں
نیت ما تجھوں لیدی اہے ناروو | ترا دیکھنے منگتی دیدار دو
نہیں ایک تل تج بن آرام اُسے | نہیں کام تج یاد بن کام اُسے
تہاتوں سو دھن کوں تو منگتا ہے زیاست | ولے وو تجے منگتی تج تے بی زیاست

نہ ہوے کام اس کام پر ہوئے بن / کہ ماڈو دیتی نہیں روے بن

توں اب ... مقصود ہوے بول نے / برگ پھل بٹے باد کے تول سنتے

برگ بار سے ہور جہاں باد نیں / ترت پھل لینے کا وہاں داد نیں

جو پھل لینے منگتا ہے ہنگام پر / تو بیگی نکو کر ہر یک کام پر

ملے گی تجے وہ چنچل سندری / نظر آ کر اب شہ میری چاکری

دیوانی تیری مشتری نار ہے / سو شاباش کہنے کی منج تھار ہے

کیا کام یو میں یہاں میں سنجر / میرے بخت اے شاہ تیری نظر

تجے بات یو شہ کہیا جاے نا / ولے باج کئے بھی رہیا جاے نا

کہے تو نہ ہوتا سو ہوے کام سب / کہے تو چھپیا بھید ہوے کام سب

بشارت یافتن شاہ و رخصت شدن از مہتاب

پڑیا شاہ نا ماہو خوش چاو سوں / انکھیاں پر رکھیا لیکے بھو بھاو سوں

کھیا کام یکایک یوں کیوں ہوا / جو اول تھا وہ سو اب یوں ہوا

ہر یک مشکل آسان کرتا ہے وو / کہ قادر ہے قدرت جو دھرتا ہے وو

کیا شکر سجدے کوں کرتار کا / کہ توں دل تھلایا ہے اس نار کا

جو لیدی ہے وو ناریوں منج اپر / سو میں کیا سکوں گا تیرا شکر کر

جو ثابت قدم عاشق ہے نار کا / خوشی ہوے غم اس کوں سینا رکا

کہ جانباز عاشق جکوئی پاک ہے / مراد اس کے پاوں تلیں خاک ہے

بخت بختور آج غالب ہوا / کہ مطلوب جو تھا سو طالب ہوا

کھیا شاہ اس نار مہتاب کوں / کہ جانے کوں دے اب رضا منج کوں

رہیا تجسوں لی دلیں یک ٹھار مل / سو جیو یار سیتی اچھے یار مل

جو اس نار کے تائیں آتا نہ میں / تجے چھوڑ کر یاں تے جاتا نہ میں

تیرا پیار منج پر اہے اے پری / کہ منج سوں توں لئی آدمیت کری

عجب تجتے دیکھیا ہوں خوبائی میں / نہ ہو سکوں تیرا سو اترائی میں

عطارد بلایا منجے بیگ اتال · کہ بنت دیکھتی تجسو دھن ہست چال
بشارت لو آج پایا ہوں میں · اسی کام کوں یاں لک آیا ہوں میں
رضا دے تو خوشنود ہو کر منجے · کہ توں ہے پڑی ہے ترا ڈر منجے
دکھن تے جو ہس ٹھارا نپڑیا ہوں میں · ترے ہات میں آکے سنپڑیا ہوں میں
کہی شہ نکو بول یو بات توں · بچھا نیا ہے آخر منج اس دہات توں
نتی بے ادب کر نکو جان منج · کہ میں داس تیری ہوں توں مان منج
مری بات سچ جان شہ توں پتیائے لے · کہ خوباں تے ہرگز برائی نہ آئے
نہیں خوب اس جو برائی کرے · گواکھو دے پر کاج اپے ڈوب مرے
بھلے ہور برے میں فرق ہے شہا · برا خوب ہور خوب نا ہوئے برا
جو کم ذات اس تے وفا نیں ہوتا · اصیلاں تے ہرگز خطا نیں ہوتا
برائی کہ یا خوبی یو دو پچ سے ہے · اصیل ہور کم ذات میں یو بچ ہے
منا کرنے نیں تجکوں سکتی ہوں میں · جو رہیگا تو منت سوں رکتی ہوں میں
اپی ہو تجے کیوں کہوں میں کہ جا · اگر جائے گا شہ تو تیرا رضا
کہے شہ کہ جاتا منجے ہے ضرور · جو ناجا سوں تو کام پڑتا ہے دور
منجے ایک پل اس بن آرام نیں · رہنے کا یہاں اب میرا کام نیں
سلکھن سکی پو چنچلی ماہتاب · سو دی شاہ کوں یوں پھرا کر جواب
سنگات آتی انپڑاتی شہ توج گھر · جو اچھتا نہ ماباپ کا منجکوں ڈر
تری باندی ہوں میں منجے نا بسار · توں جاتا ہے دے کچ منجے یادگار
کہیا شہ کہ میں لی گمیا توج سنگ · تو کیا منگتی ہے سو میرے پاس منگ
کہی خوش ہو ہنس کر وو ہنس مک پری · ترے ہات کی شاہ انگشتری
انگوٹھی نشاں اس دئے شاہ نے · رکھی جیو کہہ اس کوں اس ماہ نے
جو شہ گی کہ دے توں بی کچ منج نشاں · کہ تج یاد کرتا اچھوں اسے سنجال
جتا خوش اتھا آشنائی ستے میں · وتا ناخوش ہوں اس جدائی تے میں
کہاں تے کریو آشنائی ہوئی · کر اس دہات آخر جدائی ہوئی

رکھیا نیں ہے کس یک جنس آسمال کہ اوّل بہار ہور آخر خزال
مثل جگ میں مشہور یو جم اچھے کہ ہر یک خوشی کے تحصیں غم اچھے
بچھڑا اچھے جاں اچھے مل دو یار کہ مستی جہاں ہے وہاں ہے خمار
یکسا یکسکوں جو لاگیا پران تو اچھنا یکس کا یکس کن نشان
یکس کی نشانی کوں یک دیک کر کرے یاد یکسکوں یک اے سندر
نشانی تو کوئیچ حاجت نہیں ولے رسم ظاہر نہیں یوں کہیں
یہ بسرے کدھیں یار کے تیں دو یار محبت اچھے تبن کنے یادگار

پیرت کا روش تو اچھے اس وضا
تو دیتی ہے یا نیں دیتی کیا رضا

سیف الملوک و بدیع الجمال

۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء

از

غواصی

حکایت تولد شدن سیف الملوک

الٰہی جو صاحب ہے سنسار کا   جو دیتا ہے منگیا منگہار کا
جو بیٹا دیا شاہ کوں بے بدل   چندر سور تے خوب نرمل نچھل
سو عاصم تول شاہ پایا اُمس   بہر حال فرزند ہوا کر اُپس
خزینے دفینے جو کھولن لگیا   رتن ہیر کے راس کھولن لگیا
گنایا عشرت جگ منے کاج یوں   گنانا سکے جگ میں کوئی راج یوں
دُعا سوں اُچھا ہات بہوت صدق سات   منگیا اپنے فرزند کوں بیحد جہات
خوشیاں سات امرت گھڑی فال دیک   سو سیف الملوک کر رکھیا ناؤں نیک
جو تھا صالح اُس شاہ کیرا وزیر   خدا اُس کے حق پر ہوا دستگیر
اُسی رات اُسے ایک بیٹا دیا   دلوا اُس کے گھر کا سو روشن کیا
مبارک گھڑی میں دیکھت فال او   سو ساعد کر اس کا رکھیا ناؤں سو
جو اس حال نھے شہ کوں انپڑے خبر   ہوگیا سر تھے بھی خرّمی پا بسر
بلا بھیجیا بیگ صالح کے تئیں   کہیا یوں کہ اس دہات منگتا ہوں میں
جو یو دونوں بالک مل یک ٹھار اچھیں   بدہیں ایک دل ہو کہ ہویار اچھیں
منگا بھیج ساعد کوں وہیں شہریار   دو دائیاں رکھیا دونوں کو ایک ٹھار
خوشیاں سوں نجومیاں کو بھیجا بلا   دیکھیا شاہ زادے کے طالع کھلا
سو طالع میں اس کے یوں آیا نکل   کہ چودہ برس میں یکایک اول
بُرا غم اُسے ہو کہ دیکھلائے گا   گذر کئے جفا اُس اُپر جائے گا
تماشا دیکھے گا بہوت دہات دہات   ہلاک ہوئیگا خلق اُس کے سنگات
ولے شادمانی ہے آخر اُسے   بڑی کامرانی ہے آخر اُسے
سن اس بات کوں شہ ترا ایمان کر   توکل کیا اپنے رحمان پر

بہر حال دولتوں کو پالن لگیا ۔ سو تل تل کوں اسپند جالن لگیا
برس سات کے جیوں ہو دولو ہوئے ۔ معلّم کوں یک خوب پیدا کئے
لیجا کر جو بسلائے مکتب منے ۔ لگے پڑنے دن رات دونوں جنے
کئے علم تحصیل اس دہات سوں ۔ جو دم مار کوئی نا سکے بات سوں
ہوئے خوشنویسی کے یوں دہات میں ۔ جو ساتوں قلم آئے تھے ہات میں
تیر انداز ایسے ہو نکلے وو دوئے ۔ برابر انن کے تھما جگ میں کوئی
قوی دست یوں کس میں کامل ہوئے ۔ جو رستم تے یکد ہات فاضل ہوئے
ہوئے مستعد زور سا دہن منے ۔ رسیدے ہوئے ہر ہنر فن منے
ولے شاہزادہ سو مقبول تھا ۔ مگر جیو کے ڈال کا پھول تھا
اگر ہوئیں پیدا سو رج لاک لاک ۔ تو آنا سکے اس کے سم کوئی ٹاک
کدہیں بہار سواری جو جاتا اچھے ۔ دیکھن شہر کا خلق آتا اچھے
جو کوئی اسکوں دیکھے سو عاشق ہوئے ۔ گنوا ہوش بیہوش مطلق ہوئے
طلبگار ہو یک دن آنند سوں ۔ طلب جو کیا شاہ فرزند کوں

داستان طلب نمودن بادشاہ و عطا کردن خلعت و عاشق شدن سیف الملوک

سو یک دیس سیف الملوک جگ اُجال ۔ شہنشہ کے جیو کے چمن کا نہال
محبت سوں ہو ایک تن ایک دل ۔ گئے بخت ور جاں ساعد سوں مل
چلیا شہ کوں تسلیم کرنے بدل ۔ ادب سات سر ہوئیں دہرنے بدل
دیکھیا شاہ دونوں کے تئیں جو تجھا ۔ سونے ہور روپے کے دو کرسیاں منگا
کیا امر بیسو کلکر دوئی کوں ۔ لگیا دیکھنے بھر نظر دوئی کوں

ہوا سن ہیں خوشحال اس دہات سوں — کہیا جائے نا او کسی بات سوں

ایلنے لگیا پیار کا دل ہیں شوق — منگایا خزینے میں تے یک صندوق

سو چوندہر جڑت یوں جڑے تھے اُسے — جو طاقت نہ تھا اُس بجھانے کسے

وو صندوق کھول ایک انگشتری — جھلکتا نگینا سو جیوں مشتری

نجھل زر زری خوب زربفت ایک — یو دوبست کوں کاڑا پے شاہ دیکھ

سو سیف الملوک کے دیا ہات ہیں — ہو خوشحال بہو تیج اسی سات ہیں

منگیا اتم ذات تیری انوپ — لون ساز جلدی ہیں آپ روپ روپ

کیا پیش کش ہور نوازیا بہوت — بلا کر کہیا اے میرے منگے پوت

یو تیری اتم ہور یو انگشتری — یو زربفت نرمل نجھل زر زری

میرے تئیں دیے تھے سلیمان بھیج — پریاں ہور دیوان کے سلطان بھیج

عجب کچھ خزینے ہیں میرے ہیں یو — دیا ہوں تجھے میں کہ تیرے ہیں یو

کہ مج تج بغیر کوئی فرزند نیں — عزیز ارجمند ہور دلبند نیں

بوستاں تجھے آرزانی اچھو — تیری عمر کوں جاودانی اچھو

خوشی اس دہات فرزند کوں سمجھائیا — دے تشریف دولوکوں بھوڑ ائیا

مائل شدن سیف الملوک بر تصویر بدیع الجمال

عجب رات نرمل تھی اس دن کی رات — جھلکتے تھے نوراں ہیں لک لک دہات

نکل آئیکر چاند تاریاں سیتے — جھلکتا اتھا جگمگاریاں سیتے

نجھل چیت نا سب ہیں کیڑیا اتھا — سو جیوں دودھ کیرا وو دریا اتھا

سنے بن یون مک مکاتی اتھے — چمن در چمن لک لکاتی اتھے

خوشی ایسی نجھل چیدنی دیکھ رات — لے ساعد کوں سیف الملوک آپ سنگات

صراحی و پیالے کی مجلس بہر آپ — لگے ذوق سوں پینے بھر بھر شراب

تجھل کا نہارے ہو گانے لگے — بجھانے کے باجے بجانے لگے
مجالس جمے راگ ہور رنگ سوں — ہوئے مست پیالے کرے ننگ سوں
ادھی رات گمتے ہوئی ایسے دبات — رہے مانند سے ہو نیند گیرے سکات
ہوئے لوگ یکدہر تھے سب ٹھار ٹھار — یکٹ شاہزادہ سو تھا ہوشیار
لیکایک سو دل کو لگیا جیوں تلاش — سو ہتیل زربفت کا دو قماش
دیکھیا کھول کر سربسر جیوں اُنے — سو تصویر پایا عجب اُس منے
وہ تصویر دیکھ ویں دوانا ہوا — وہی عشق کا اسکوں بھانا ہوا
پس میں لگیا رُونے زار زار — سو پڑنے لگیا بے خبر ٹھار ٹھار
وہ صورت نظر میں رہی چوب کر — سو جاگا کیا دل منے خوب کر
دیا سنگ ساریاں کیرا چھوڑ کر — لیا کھینچ دم سب تھنے مکھ موڑ کر
اندر ہارے بھری کوٹھری میں یکٹ — سو جا پڑ رہیا بے خبر ہو نپٹ

دیوانہ شدن سیف الملوک

جو ساعد ہوا نیند میں ہوشیار — لگیا دیکھنے تائیں انکھیاں پسار
نظر نیں پڑا شاہزادہ کہیں — لگیا ڈھنڈنے حیران ہو ہر کہیں
سو پایا اندھارے منے ایک ٹھار — پڑیا تھا اکیلا دو کھوں بیقرار
انجھو انکھیاں میں تھے ڈھلتے اتھے — ندیاں ہو کے دو وہرتی چلنے لتھے
نہ ذرہ خبر کچ اُسے ذات کی — نہ طاقت زباں کو سے کچ بات کی
جتا ساعد اسکوں اُچانے کوں جائے — جتا پاؤں پڑ کر منانے کوں جائے
وتا آپ بسیں دکھلائے بہوش کر — ندے جاب چپ رہے فراموش کر
اٹھیا ساعد اُس دیکھ کر تلملا — لیا ہتیاں سوں تکمر بھبیلا

جو در حال ہشہ کوں خبر جا دیا — یکایک شہر کا سینا تڑخیا
جو دیکھن کوں بیٹے کے آیا نزیک — سو بیتاب سچ پچ پایا ادیک
کہیا یو نجومیاں کیرا قول ہے — وہی رنج ہے ہور وہی ہول ہے
جو کچھ شاہ کیرا جو ایمان تھا — سو سیف الملوک جان سو جان تھا
ملک مال پر شہ کوں دل نا اچھے — دیکھے باج بیٹے کوں تل نا اچھے
جو مجلس بھرا نے کے تئیں بھار جائے — تو فرزند کوں دل منے یاد لیائے
کدہیں ٹک جو دلگیر پاوے اُسے — نکل دیڑ ہیں تے جیو جاوے اسے
صبا او تحہ بلا دور دے بے شمار — ہتی ہور گھوڑے ہزاراں ہزار
سنا ہور روپا باندکھنڈیاں بٹاے — جواہر کے راساں لیکر آلوٹاے
دیکھیا یوں جو بیتاب یکبار گی — کمر بیس گئی ہور لگی تگ بگی
سو اس وقت پر کس کوں نا کر خبر — مبادا نظر کچ لگی ہوئے کر
دعایاں کوں ڈھونڈھو پلانے لگیا — لکھیا تعویذاں لیباندھانے لگیا

علاج کردن سیف الملوک

جتے تھے حکیماں اپن شہر کے — حلب چین ہور ماورالنہر کے
شتابی سوں فرمان صادر کیا — وتیاں کوں بلا بھیج حاضر کیا
کتے وضع سوں سب کے دل ہات لے — کہیا مہربانی سیتی لا گلے
جو فرزند میرا ہے سیف الملوک — فدا اس پہ تھے مال ہور یو ملک
مجے اس بغیر کوئی فرزند نیں — عزیز ارجمند ہور دلبند نیں
ہوا ہے یکایک جو بیتاب یو — کہ دیتا نہیں ہے کسے جاب یو
کریگا دوا جو کوئی دردِ فام — دلیوونگا اُسے بادشاہی تمام
سن اس بات کوں شاہ گنبھیر تے — اُٹھے سب حکیماں سو یکدہیر تے

کہے شہ کوں سب درد ہمن فام ہے
کرینگے دوا لو کِتا کام ہے

حکیماں دیکھن ناڑی جیوں آئے ہیں
درد ظاہرا کچ نہیں پائے ہیں

ہوئے یک طرف تے پشیمان سب
رہے درد نا فام حیران سب

جو اُس درد کا جنس کچ ہووتا
تو دارو و درمن کوں رُچ ہووتا

سچیں ہر درد کوں ہے ہر کیں دوا
ولے عشق کے درد کوں نیں دوا

اچھے جس کے تیں عشق کا درد جو
بچارے حکیماں کریں کیا کہو

مسلم شہنشہ ہوا لاعلاج
نہ تھا کام اُسے کچ بیٹھے روئے باج

ہوا گھابرا شادمانی سٹیا
نپٹ نیند دانا و پانی سٹیا

رفتن ساعد پیش سیف الملوک

سو یک دیس آئے وزیراں سکل
کہے شاہ کوں یوں کہ اے شہ نول

تج اس بات تدبیر کرنا بھلا
تج اس فکر میں پاؤں دھرنا بھلا

ہونا ایتے وضع سوں گھابرا
کہ رہنا تج اس دہات سوں ہے بُرا

سراندیل ترا سب پشیمان ہے
دکھی ہو مسلم پریشان ہے

اپن درد سے تجے ہوا آپے دردناک
نزیک ہے جو سیف الملوک ہو ہلاک

بھلا ہے جو ساعد تک اُس کے نزیک
اچھے اُس کے دوک درد میں ہو شریک

وہی اُس کے دل کا سوانت پائیگا
وہی اُس کوں مارگ منے لائے گا

شہنشاہ کوں خوش لگیا یو بچار
دیا بھیج ساعد کوں بیٹے کے ٹھار

گیا شاہزادے کے جیوں او نزیک
لگیا رونے زارا اُستے اد یک

کہیا یوں کہ اے لال صاحب جمال
نہ سورج چندر میں ہے تیرا مثال

ترا نور ہر ٹھار معمور اچھو
ترا دل خوشیاں سات جم پورا اچھو

سہے تج نیں کوں نور تج نور تھے
سدا سور مجکوں تیرے سور نے

ادھر کھول مج سات کچ بول توں
ترے دل میں کیا ہے سو کہہ کھول توں

کہ تیرا سدا میں وفادار ہوں
ہر ایک ٹھار تیرا میں غمخوار ہوں

یکایک لو آیا ہے کیا فکر تج
لگیا ہے کسوں دھیان ہور ذکر تج

نظر کس سورج پر پڑی جگ گیرے
جو یوں نت اُبلتے ہیں جل کے جھرے

ترا چاند کن ہے توں کس کا چکور
جو بلبل کوں ہوتا ہے توں طور طور

کہے باج توں کچ سبے فام نیں
سُنے لگ میرے دل کوں آرام نیں

مجھے کھول کر توں کہے تو بھلا
وگرنیں تو میں کاٹ لیونگا گلا

کمر میں تے ویں اپنے خنجر کوں کاڑ
گیا آپنا پیٹ لینے کوں پھاڑ

دیک اسے حال درحال سیف الملوک
پکڑ ہات ساعد کیرا دیکھ موک

برہ آگ سوں جل بلا آہ مار
انگارے نیں میں تے ڈالیا ہزار

پچھانیا کہ ساعد وفادار ہے
اپن دوکھ ہور درد کا یار ہے

وو زربفت کا پارچہ لائیا
جو تھی صورت اُس میں سو دکھلائیا

کہا میں اسی کا دیوانا ہوں بہوت
اگرچہ اپن ٹھار دانا ہوں بہوت

یہی روپ لبھ دائیا ہے مجے
یہی حسن سے سدہ کیلا ہے مجے

کہیں روپ دنیا میں اس سار کا
نہ دیکھیا ہے کوئی خلق سنسار کا

کہ لگتی ہے ئی دل کو حیرانگی
نجالوں چھوٹے کیوں یو دیوانگی

سنیا راز ساعد اپن یار تے
رضا لیکر آیا جو اس ٹھار سے

شہنشہ کوں تسلیم آکر کیا
سوا وصورت حال سب بولیا

پارچہ زربفت اور دل پریاں

عجائب لگیا شہ کوں اس بھید پر
کہیا کھول کو سب کوں یوں سر بسر

وو زربفت جو میں دیا تھا اُسے ۔۔۔ جو خوش ہو عنایت کیا تھا اسے

میں یک دیس بیٹھا اتھا تخت پر ۔۔۔ سو دیکھیا لیکایک اُسی وقت پر

جو بارا اُٹھا اک بڑے زور کا ۔۔۔ دہلارا اُٹھا سخت شہر شور کا

چھپیا تھا گگن اس دہلارے تلیں ۔۔۔ (۲۰ ھ) پریشان تھا خلق بارے تلیں

سو دیسے ہیں واں تے نکل بہار کوں ۔۔۔ کینک شہ پریاں علیں جھلکار سوں

میرے تخت کے آنگے آیاں تمام ۔۔۔ کیاں مجکوں دیک یکطرف تجھے سلام

کہیاں منجکوں اے صاحب تخت و تاج ۔۔۔ ہمنکوں سلیمان بھیجا ہے آج

دو زربفت کا پارچہ لائیاں ۔۔۔ میرے آنگے رکھہ کھول دکھلائیاں

جو تھا اس منے صورت بے نظیر ۔۔۔ تجھو لیا دیکھ صورت وو میرا ضمیر

لیا میں اُسی وقت پریاں تے انٹ ۔۔۔ کہ صورت کسی کا ہے پایا میں نیٹ

کہیاں کھول یوں منج اوپر کر کرم ۔۔۔ لو لیا یاں ہیں از گلستانِ ارم

کہ ہے شہ پری ایک بدیع الجمال ۔۔۔ سو لو پاک صورت ہے اُس کا مثال

او شہبال بن شاہ رخ راج کی ۔۔۔ سو بیٹی ہے ات شرم ہور لاج کی

پرے ہور پریاں جہاں لگ تمام ۔۔۔ کریں آکے شہبال کوں سب سلام

وو زربفت بے مثل نا ہووے کر ۔۔۔ یک انگشتری ایک ترنگ تس اوپر

لیکر آئیکر پیش کش منج کیاں ۔۔۔ لیکایک سب غیب ہو کر گیاں

نہ جانیا میں اس دہات ہوئیگا کلکر ۔۔۔ کہ اصلا نہ تھا کچ منجے بو خبر

سلیمان تو نیں ہے جیتا اتال ۔۔۔ کہ دستا ہے مج سر بسر کام گھال

یہاں کون ایسا ہے جان ہور پچھان ۔۔۔ ہو دیوے گلستاں ارم کا نشان

لگیا فکر آتش کوں اس دہات کا ۔۔۔ معما دسیا مشکل اس بات کا

اندیشے منے پڑ ہو دلگیر ادیک ۔۔۔ ہلکوں شاہزادے کے آیا نزیک

کہیا اے میرے من کے نوری نہال — اوجالا دو جگ کا سو تیرا اجال
توں جس روپ کیرا دیوانہ اہے — اوڈھنڈنے سو عالم میں پانا اہے
اُوتالا نکو ہو کہ تج زیان ہے — اوتالا کرن ہار نادان ہے
تجے اس وقت پر صبوری بھلی — توعاقل ہے تج عقل پوری بھلی
بجھانت سیتی خوب پہچان توں — نہ کریوں اپس کو پریشان توں
کیتک دیس خاطر کوں ٹک جمع راک — درد دوکھ تخے کر لے سینے کوں پاک
جو لیوؤں پرے ہیں کلا ہات پاؤں — خبر تیرے مقصود کی ٹھاؤں ٹھاؤں
جو اس دبات سوں تنگ مہلت لیا — سو لوگاں کوں ملک ملک بھیجیا
پتیا باپ کی بات سیف الملوک — رہیا دم پکڑ چھوڑ دے دود و دوک
لگیا پھرنے خوشحال ساعد سنگات — پکڑ کر رہیا وو اسے دن و رات

فرستادن رسولاں شہر در تفحص گلستانِ ارم

گھر سنج اس بے بدل گنج کا — کہے کھول یوں قصہ اس رنج کا
جو گئے تھے رسولاں تمام ایک بار — لگے ڈھونڈنے عالم منے ٹھار ٹھار
سو ڈھونڈنے لگے کر اوتالا تمام — سٹے جا کے عالم پہ جالا تمام
خراسان روم ہور شام ہور ختن — حبش ہور گجرات دلی دکھن
عراق ہور شیراز رے ہور خجند — بخارا بلخ یزد ہور سمرقند
سمنجان کاشان سنجان سب — حلب چین توراں ایران سب
مجاں کرہ ہور سکل پر نگال — سو مشرق و مغرب جنوب ہور شمال

لنکا پڑ لنکا ہور بنگالا و گوڑ — بچارے جدہر کے ادہر دوڑ دوڑ
گئے یک طرف تجھے جگت تل اوپر — پنائے گلستاں ارم کا خبر
برس ایک لگ سب پریشان ہو — پھر آئے مصر کوں پشیمان ہو
سنیا جیوں یو احوال سیف الملوک — لگیا غم پہ غم کرنے ہور دوکہہ پہ دوک
اندہارے بھرے گھر منے جائے کر — پڑیا دہرتی پر سو اڑ ڑائے کر
سینیا غم سینتی کوٹ لینے لگیا — کرا وس نار کوں یاد رونے لگا
صبوری کے پیرہن کوں ٹکڑے کیا — سو بیہوشی کے ہات آپسیں دیا
لگیا عشق دن رات کاڑہا اُسے — اڑایا نپٹ ہوکے آرا اُسے
سنگاتی کوں اپنے پکارن لگیا — نہ سہہ سکھ برہ آہ مارن لگیا
کرے یاد تل تل روے زار زار — پڑے بے خبر ہو نکر ٹھار ٹھار
خبر پائے کر ٹک جو ہشیار ہوے — نزیک آپنے تو نہیں دیکھ کوئی
وہ صورت رکھے آپ نے نین تل — اُس اوپر جاوے او کہہ تل تل
کہے یوں کہ مج من کی دلدار توں — میرے من میں لنس دن بسنہار توں
توں کس سمد کی ڈہال موتی ہے کی — توں کس کہاں کی لال جوتی ہے کی
کس اسمان کی ہے چندر بہان توں — کس اقلیم کی پری ہے سلطان توں
ہے پھل ڈال توں کس گلستان کی — جھمکتی شمع کس شبستان کی
جو اس دہات توں مج کوں لبہدائی ہے — میرے من کوں چت آپنائی ہے
نہ جانوں تجے کس گھڑی پاؤں میں — سو کیوں ڈھنڈ کاڑوں تیرا ٹھاؤں میں
نہ کچھ عشق کا مج خبر تھا اوّل — نہ کچھ برہ کا مج کوں ڈر تھا اوّل
نہیں مج پرت لاگتے یوں ندھ حال — رہوں کیوں صبوری سو تج بن اتال
دِنے دن اسی دہات بیٹھا اچھے — دیکھیں اُس بپاری کو جینا اچھے
توں شاہ عاصم لگیا تلملن — دکھی پوت کوں دیکھ پھر پھر جلن

رہیا سوکھ دُبلا تنک تار ہو — نپٹ زندگانی سیں بیزار ہو
آپس میں آپیں بھر ٹھنڈی تسر داساس — کہیا آ سُبکر اپنے فرزند پاس
کہ اے بے بدل نور دیدے مرے — عجب کچ دیکھیا ہوں میں طالع ترے
جو کچھ فکر تج حق پہ کرنا اتھا — بجا ہو گئے ہیں کر دیکھائیا ویتا
جگت کوں تل اوپر کرایا تمام — سو ملکاں ملک اس ڈھنڈایا تمام
ہوا نیں کچ اس حد لگ اظہار جھوں — کسی سے پڑیا نیں بو کیت بہار جھوں
لگیا ہے پری سات تیرا جیا — نہ سمجھے کسی د بات تیرا جیا
پری کوں کنے جا کے لیانا سکے — کہاں ہے سو کن کھوج پانا سکے
مجھے کوچ سو تدبیر دستا نہیں — سو کیوں ہے کی تقدیر دستا نہیں
کریگا اگر مال و دھن اختیار — تو دیوں گا تجھے بے حد و بے شمار
اگر پادشاہاں کے بیٹیاں ہیں کتیں — دل اچھتا تو دیتا ملا تج کوں میں

جواب دادن سیف الملوک پدر را

سنیا سر تھے سیف الملوک جیوں بو بات — ہو تغیر آپس میں آپے دہات
کہیا اے شہنشہ اگر لاکھ حور — اُتر آئیں جنت تے میرے حضور
تو ذرّہ نہ ہو کس پہ میرا خیال — مجے ہو تو ہونا بدیع الجمال
کیا سعی توں تی میرے کام میں — لیا رنج سر خاص ہور عام میں
نہ کیتا میرے حق پہ تقصیر توں — کیا کرنے کے د بات تدبیر توں
ہوا دوکھ تجے رنج کدن تے زیاد — ولے نیں ہوا تج تے میرا مراد
میرے دل میں آتا ہے اب یو خیال — جو لیوں وں رضا تج کنے تے اِنتال
پھروں جا کے عالم کے چو پھیر میں — آپے ہو کروں اپنی تدبیر میں

سو کیسا ہے دیکھوں دریا کا سفر ۔ جو لیؤوں گلستان ارم کا خبر
لکھیا ہوئے تو ہر سند پاؤں گا ۔ میرے آس تھے میں وراس آؤں گا
بھلا ہے جو لانا منجے بیگی باٹ ۔ کہ بھو تیج پکڑیا ہے منج دل اچاٹ
لگے برہ اس کا سو جیوں کھرگ منج ۔ پوچھیا انکھیاں تل و لیسے مرگ منج
اپن من میں پیدا کر ایسا خیال ۔ پڑیا باپ کیرا مسلم ڈنبال
جو تھا شاہ اول تے رنجور پور ۔ ہوا سر تے بھی دو کھ تلے چور چور
کتے وضع سوں تلملانے لگیا ۔ غوطے غم کے دریا میں کھانے لگیا
کہیا یوں کہ فرزند منجے ہے سو ایک ۔ کیوں اس ایک کوں دیوں رضا ذرا یک
سنت ہے جو بن تخت بن تاج اچھوں ۔ و لے تاب نیں ہیں جو اس باج اچھوں
کتے قرن پیچھے منجے ذو الجلال ۔ دیا کر دیا ہے یو نوری نہال
نیں تل تے کیوں میں بھگاؤں اسے ۔ ستم کیوں غریبی میں بہاؤں اسے
میرا دین یو ہور ایمان ہے ۔ میرا جیو اس پر تے قربان ہے
کتیک بار کوں پھر اندیشے سنگات ۔ کہ کہنے لگیا کیوں رکھوں قید سات
مبادا دو کھوں تے سینا پھوڑ لے ۔ مبادا یو جیو نے تے دل توڑ لے
دوجا ہور نین ہے جو گوں کچ اسے ۔ کیا ہے نپٹ عشق یوں کچ لے اسے
بھلا جو خدا پر توکل کر دوں ۔ اسے باٹ لانے کیر ابل کر دوں
سفر جا کے پا من کے مقصود پائے ۔ جفا دو کہہ تے بھجوا کے با پھر کے آئے
یو دو حال تھے کام خالی نہیں ۔ بن اس فکر تے فکر جاتی نہیں
برس پانچ کے مستعیدی کیا ۔ دل اس کا منگے تیوں دلا سا د با
نول شاہ عاصم سشہ کامیاب ۔ بلا بھیج کارگیران کوں شتاب
سو فرمائیا کشتیاں بے نظر ۔ پیک یک کشتی ایک ایک دریا گنبھر
ہر ایکس میں حجرے کتے طرح کے ۔ تجمل تخت پوشے گھراں فرح کے

بجھر جھجر نقش کا ٹھار ٹھار
جہاں کا تہاں کام خوب استوار

کرے اس وضع تین سو کشتیاں
دیک اس کشتیاں کوں کہانے بہشتیاں

کدورت اسے ہوئے نہ تیوں پانیں
نہ دک داٹ آئے کیوں جنگل گھاٹیں

کیتنک ماہ رویاں کو خوش ناز کے
کیتنک مطرباناں خوش آواز کے

کیتنک خوش ظرافت کے نرمل ظریف
کیتنک بے بدل قصہ خواناں حریف

کیتنک کھنڈیاں ارغوانی شراب
کیتنک جنس کے نعمتاں لے جہاب

کیتنک خوب تحفے کیتنک کروڑ مال
کیتنک ذات تیزی پون کے مثال

کیتنک فوج لشکر کیرے بے نظیر
کیتنک ٹولے سوداگراں کے گنبھیر

کیتنک جنس کے خوب باندی غلام
اپے ہو بجد مستعد کر تمام

کیتنک جنس کا موپ۔ کر بیشمار
دے ساریاں کوں ترتیب سب ایکبار

ہر ایک کام پرشہ اپے ہو بجد
جو کچ کرتے کا تھا کیا مستعد

سچ دہات اس بے وفا دیر کا
خدا تے مدد منگ نے خیر کا

دے ساعد کوں سیف الملوک کے دنبال
روانہ کیا ہور ہوا جیون نڈھال

لگیا روتے فرزند کے دھیان میں
بلا بھیج وین اپنے پر دہان کوں

کیا ملک اس کے حوالے تمام
سو جا خالی گھر میں اپے صبح و شام

عبادت سوں مشغول ہو رات دن
دعا سات چت لائیا چھین چھین

ماہ پیکر

۱۰۶۴ھ م ۱۶۵۳ء

از

احمد خجندی

غم نمودن پیکر بعد جدائی و رفتن پیش ملک زادہ و احوال او بیان کردن پیکر

الٰہی کرم کر توں اس کار میں — نکو بھا فرق یار ہور یار میں
ہوا جب او پیکر سو مہر پر فدا — رضا لیکہ مہ کن تے ہوا جیدا
انگے جا قدم دو او ٹھیا ہانک مار — ٹوٹی منج تے میری اتیا غمگسار
چلیا دکھ تے پیکر تنگ دھر گھات — کر دیکھن لگیا در کوں حسرت سنگات
ستو در و دیوار میرا سدا — کہ ہوتا ہوں تمنا سوں اس تن جدا
تمن تے میرے یار بارا برس — کہ پایا تھا ہر رس تمارا درس
اگر پانوں تمکن جو آوے چلے — پڑے گی نظر جب او چنپئی کلی
کہو میری بات کوں میرا سلام — کہ پیکر گیا ہے کمینہ غلام
کہ پیکر بکڑ دوڑی اتر یا چھپا — خدا یا ج اسکوں نہ تھا کوئی دوجا
چلیا یار کے گھر کوں وو ندر تن — کہ انپڑیا ملک زادے کی جا وطن
کہ دروازے کے جوں بھتر دھائیا — ملک زادہ اس کو نظر آئیا
کھڑا تھا سو گھر چھوڑ انگن میں نکل — کہ پیکر کا دکھ اس کھڑیا تھا اُبل
کہ ہو منتظر او اپن یار کا — کہ لا دھیان پیکر کے دیدار کا
الٰہی کی درگاہ میں بیحد پکار — دعایاں و زاری سو کئی لک ہزار
الٰہی او پیکر ہے اس رات میں — کہ سنپڑیا ہے کتوال کے ہات میں
نگہبان توں ہے الٰہی اوسے — کرم کر جو پیکر میرا منجہ دسے
الٰہی سلامت کدھاں آئے گا — کہ دیدار اپنا سو دکھلائے گا
الٰہی صحت سوں اوسے منجہ ملا — الٰہی میرا یار منجہ پھر دلا
ہزاروں مشقت دکی دھات سوں — چھڑا کر لیا تھا سو اس ہات سوں
مگر جا ادھیرات کو بند پڑیا — نہ جانوں وقت سخت کیسا کھڑیا
رہی ہے تنک رات اس وقت پر — عجب بے جگہ ہے سو او سخت تر

نیٹ اوکم عقل سو یے نام ہے — نہ آیا جوں یاں واں کیا کام ہے
سبب کیا ہوا ہے نہ آیا اپتال — نزیک ہے فجر کا سو ہوئے گا اجال
مگر فجر کہ سنپڑیا ہے کتوال بات — نہ آیا رہیا ہے سو اوکیسی دھات
کہ معشوق اس کوں ہے لینے بھولا — رہیا ہے سو ہو ماہ کا مبتلا
کہ عاشق و معشوق کوں دیک کر — رہیا ہے سو سیوک ہو اس پیک کر
کہ یا اُو نہ آنے کوں دی ہے اپتال — چھبیلی رکھی ہے سو اس کی سنبھال
کھڑا تھا ملک زادا کرتا بچار — دو نینیاں کوں نیناں ہوئے وین چار
یکس کوں یکس گل لگا کر میلے — سو لے بات ین بات گھر کوں چلے
کہ خاطر ملک زادے کی ہوئی صفا — کہ پیکر کوں دیکتے گیا دُک جفا
کہ خوشحال ہور دھات سوں تی رہیا — کہ دُک ہور غم سارا اس تے گیا
ملک زادہ بولیا کہ اے یار غار — صبح ایک توں واں کیوں کیا تھا قرار
رین ہے نپٹ تھوڑی اس وقت پر — صبح کوں تیرے سیس ہے سخت تیر
ہوتے کا لیکھیا جوں کہ تجہ بخت میں — کہ جائے گی ہے نیناں سوں نیند کی ادکام
نہ دیکھے ہے نینا تیری نیند حرام — سکھے ہیں نین تیرے مہ کوں چھپا
رہی بہت پیسا نیناں میں آ — گئی نیند نیناں تے سب چھوڑ کر
کہ کب کے تیری مہ پہ جب ہوئی فدا — ہوئی نیند نیناں تے تیری جدا
کہ سب نیں جگندے نین آج ہے — کہ نینا تیرے نیند سوں محتاج ہے
رین سب نکل گئی ہے نیہہ کام پر — کہ سن یار میرے ٹک آرام کر
لگیا او بچھانا سو کرنے کوں راس — تو لیاں بچھایاں پلنگ آس پاس
پلنگ پوش زر کا سو اس کے اوپر — بچھایا ملک زادہ کر خوب تر
کہ بالشتاں اس کے سرانے دھریا — بچھانا ملک زادہ نیکا کریا
پکڑ ہات پیکر پلنگ کے اوپر — لے جا کر سو بلایا او نامور
ملک زادہ پیکر سوں ہم یار ہو — کہ بیٹھیا پلنگ پر سو غمخوار ہو

کہ سچہ لیول لے عاشق نیک نام — پرت کا کھڑیا تجہ سوں کیا تھا کام
کہ معشوق و عاشق میں کیا راز تھا — پرم کا سو دو نو میں کیا ساز تھا
اتھی کیوں پرت دو میں اس رات کوں — بھولیا تھا سو معشوق کس دھات کوں
ملک زادہ سن نیہہ کی بات توں — چھپیا راز نیہہ کا سو تج دھر کھوں
ملک زادے کی دھر سو مہ یاد کر — لگیا رونے بجند و فریاد کر
کڑکتے لگیا بجلیاں کے نمن — لگے بلنے دھا نکا سوں ساتوں گگن
گرجنے لگیا جوں کہ بادل مثال — کہ برسات مانند نیناں کا حال
کہ سن یار جانی میری بات اتیال — کہ میں تج تے پایا ہوں مہ کا جمال
منجے بور میری جیونی توں یار کوں — ملایا ہے اس رین یک ٹھار توں
موا تھا سو جیو دان کوں منجہ دیا — کہ قربان تج پر تے میرا جیا
کہ احسان تیرا ہے جگ پر عیاں — زباں کوں نہ طاقت کروں کچھ بیاں
رعنا لے کے تج کن تھے جب میں چلیا — کہ محبوب کوں جا کے جوں میں ملیا
دوگانہ اٹھا کر سو فرقاں تمام — پڑی منج سوں ملکر سوں او نیک کام
رعنا میں منگیا اس بجد ہوا یار — نہ دیتی او آنے کوں دروازے بھار
پکڑ باٹ میری سو او آ کھڑی — نہ دیوے منجے آنے کوں شہہ پری
ہوئی تھی او بیتاب منجہ دیکتے او — و یدع مہ کری تھی سو سب سک تے او
عقل چھوڑ گئی اپنی ٹھار سوں — نہ تھا کچھ شعور دل میں دلدار کوں
رہی تھی ہمت اس میں یک تل قرار — نہ تھا اس ہمت ہور تقویٰ کا کار
گیا تھا سو اس گیان اس تے نکل — کھڑیا تھا سو اس جیو پہ سارا کھیل
ہزاروں مشقت سوں کیتا ہشیار — اوٹھی جاگ کر مہ سو پائی قرار
لگی منج منا کرنے کئی بھانت سوں — منجے چھوڑ جاتا کی اس رات کوں
نکو جاتوں رہ یاں سوائے جانِ من — میرے دل منے ہے سو تیرا وطن
رکھوں گی جگر بیچ تجہ کو چھپا — نہ دے سکوں کسی تجکوں ظاہر دکھا

ایسی بات کرتیں اوٹھیا آہ مار — لگیا ہات چوڑن سو مہ جھر پکالے
محبت کا متے اس کو جوش آئیا — اثر پر اثر نیہ کا پھر دھائیا
سلگ نیہ اگن ستے بھڑکا ہوا — کہ بیکر کی نیہ کا سو کڑکا ہوا
پرہ آ عقل کوں لگیا لوٹنے — تب آہ ہور نالاں لگے چھوٹنے
کہ بیٹھا سو آ دل میں نیہ راج ہو — گئی عقل نفسانی تاراج ہو
لگیا پیر پیٹنے سو سینے سنگات — کہ مہ یاد کرنے لگیا دھات دھات
کہاں ہے او بولو سو میری مثال — کہاں ہے جگا جوت کی اوجلال
کہاں ہے او مہتاب شبرات کی — کہاں ہے میری مہ میرے سات کی
کہاں درکنوں ہے منجہ جان کا — کہاں ہے سورج میری ایمان کا
کہاں ہے میری شمع مجلس اوجال — کہاں ہے میری مہ کا نیکا جمال
کہاں ہے او نرمل بدن پدمنی — کہاں ہے چنچل چلبلی ناگنی
ایسی بات کرنے میں بے تاب ہو — پڑیا بھیس اوپر سراہو سو دکھو
ملک زادہ اس دیک حیران ہوا — کہ بیکر کہ جیتا ہے یا ہے موا
لگیا یوں اندیشے کہ سن اے ولا — ایسی بات نیہ کی نہ بچنا بھلا
کہ نیں جانتا یوں کہ یو ہے وزا — کہ نیہ کی حکایت کا یو ہے سرا
کہ نیں جانتا تھا میں ایسی سودھات — پرت بات کرتی ہوگئی جیو پہ گھات
نہ دنیا میں عاشق کوں محبوب یاد — نہ جانتا سو بیکر کا جاں ہو آزاد
پرت بات کرنے نکل جاوے جیو — عجب ہے کہ جیتی او نو دیک پیو
پرت میں سو ہے معجزے کی یو دھات — کہ مرنا و جیتا سو ہر سات سات
اندیشن یوں سو بیکر کوں دیکھن لگیا — سو دھر بات سینے پہ زلفن لگیا
اتھا روح تن میں سو تھوڑا نیٹ — گئی جیب حلق میں سو ساری اولٹ
کہ میں پوچھتا یوں کہ یوں ہوئے گا — کہ بیکر اپن جیو یوں کھوئے گا
کہ عاشق کوں معشوق کی بات میں — نہ کہتا کہو کر گنے سات میں

ملک زادہ بولیا کہ اے یارِ جاں — نین کھول دیک منج کوں ہو مہرباں
ہوا ہے اپیا صبح صادق تمام — کہ اُٹ جاگ اے عاشق نیک نام
پڑیا کی ہے بیتاب اپ سود کھو — کہ اُٹ یار میرے توں ہشیار ہو
ہلانے لگیا اسکوں کئی دھات سوں — اوچاتا تھا بیکر کوں جھوبھات سوں
ملک زادہ دل میں اندیشا ہو خام — بغیر ہانک یو گے نہ چل سی یاں کام
ملک زادہ جب ہانک بولیا پکار — کہ آواز سن بانگ ہوا کوئیں ہشیار
نین کھول دیکھیا صبح ہوئی تمام — اوٹھیا ہڑبڑا او نماز کے سو کام
وضو ساز دونو مصلّیٰ ہوئے — مصلا بچھا کر سنت سب کئے
ملک زادہ جب او ہوا پیش امام — فرض دونوں مل کر کئے سب تمام
سلاماں دیئے او تو ہر دو طرف — کہ پڑنے لگے او کلام کا حرف
ملک زادہ بیکر دونو نیک نام — کہ تسبیح پڑے لاالہ کی تمام
اوچایات دونوں مناجات کوں — کئے ختم آخر سو صلوات سوں
پلنگ کے اوپر جا کے ہم بیار ہو — سوتے دونوں مل کر سو یک ٹھار ہو
ملک زادہ جب او اوٹھیا جاگ کر — کہ بیکر کوں دیکھیا جو ہے خوب تر
اوڑایا او سالو سو بیکر اوپر — کہ سو پنیا او رحماں کوں خوب تر

الہی توں کر فاش دونوں کا راز — قبول کر دعا شہہ کی اے بے نیاز
الہی توں سلطان محمود پر — کر کر فاش یو یار سائی ہنر
کہ بیکر چلیا دیک او شہہ نول — کہ اُتریا چھپا مہ کا اس کے اول
سو نیاں ہور دیکھیا سو او نیہ لاز — کہ سمجیا اپن من میں ہے پاکباز
انیو تے خیانت نہ ہوسی مدام — کہ مہ ہور بیکر سو ہے نیک نام
کہ دونو ہے صالح او ہے نیک بخت — ہزاداراں کوں سو شاہی و تخت
کہ سلطان کا ان پہ آیا ایمان — کہ تحقیق دونوں میں صالح جوان

اینو کی برکت تے دنیاں قرار　　رکھیا ہے دنیاں کا سو ثابت کار

چھپیا راز سلطان سب پائیا　　اپن گھر طرف او سو ویں دھائیا

اٹھی جو تی رہ میں او بہت اٹھا نیر　　کہ سلطان دیک کر رہے واں ہو کٹھر

بلور تے اتھا نیر او بہوت صاف　　کر موتی کی اپرال تھی اسکی ناف

چلے آئے شہ نے سو اپ گھر کی در　　آسودا ہو جا پلنگ کے اوپر

کہتے وقت پچھن کیا ذوالجلال　　ہوا صبح صادق کا آکر اوجال

صبح کا تھنڈا باو بہنے لگیا　　مرغ فجر کا بانگ کہنے لگیا

منگا آب شہ نے وضو کر اول　　گزاریا وحق کا سو فرض و نفل

کیا ورد اور او تسبیح یوں　　گزاریا دوگانہ و عشراق کا جوں

بیٹیا شہ عدالت کی آ تخت پر　　بولا کتوال کوں کہیا بخت ور

کہ عبداللہ کا ایک فرزند نیک　　کہ سٹیریا ہے منجہ بات چوری سوں ٹیک

پکڑ قید کر بند اس لیا توں ہی　　______ رضا پاؤں میں؟

کیا منجہ دغا دیکہ توں جان ہار　　کرن کیوں سو اب نہیں تیرا اعتبار

کہیا تکوں ضامن ملک زادہ دیکوں　　رضا دو پہر میں سو پھر آؤں یوں

لیکن جا ملک زادہ کوں دے ضماں　　چھوٹک پایا شہ کی سو پا توں اماں

اُو جا ملک زادہ جو ضامن ہو کر　　لیا بات نیں صبح دیہوں کا ککر

کہ تم ملک زادہ کن اسکوں لیاؤ　　ایسی غوغوے کا دھنڈورا بجاؤ

بدی کا دماں ما جہاں پہ بجیا　　بُرا سب میں ہوں میں نہیں کوئی دوجا

کہ فرمائے شہ نے سو کتوال کوں　　سولی دے سو اس چور در حال کوں

گنتے حکم ہور کئی چھپا کر رکھو　　کہ ظاہر سولی دیو باطن نکو

لے کر آ سولی توں اس ٹھار پر　　کہ میرے حضور توں سولی کا ڈکر

سولی دے اور سے آج دربار لگے　　کہ آنے دے اسکوں کہ جس جیو منگے

تماشے کوں اس ٹھار جن آئے گا　　جسکو کئی آ کر دیک نکل جائے گا

اگر کوئی کس کوں کرے گا منا | کروں گا دنیا سیتی اوس کوں فنا
دماں ماں سوئی تم سو بیگی اناؤ | ہویلسار کوں بھیج بیگی منگاؤ
کہ کرنش کیا شہہ کوں اقرار سوں | کہ بھیجا ہویلسار اس کار کوں
کیتک سات میں لیا سو حاضر کئے | کر سولی کاٹو نیکا وضا تب دیئے
سولی کاڑی دربار کے جوں استکے | دماں ماں دماے بجانے لگے
رضا لیکہ شہہ کن تے جوں استوار | نزدیک لیا کہ بیکر کوں کیتا قرار
پکڑ لیا تاں دو دھر کے اس کے تمام | کھڑی کیتے لاکر سولی کے مقام
اوٹھیا کوس شاہی کا آواز جب | زمیں سات آسماں ہلے سارے تب
کہ بیکر کے دُک تے دو عالم ہلیا | کہ غم کی اگن تے سو عالم جلیا
اوٹھیا شہر غزنوں میں اس دھات شور | کہ عبداللہ کا بیٹا ایسا ہے جور
بجی ہانک یک دھر تے چوندھیر تمام | سنے شہر غزنو کے سب خاص عام
سولی دیتے بیکر کوں شہہ کے حضور | ہوئی بات دو جگ میں ساری مشہور
نھنا ہور بڑا سب ہوئے بے وطن | کہ دُک سات لیسرے سو سُدا اپنے تن
الہی توں بیکر تے عبرت تمام | دیا جن ملک انس سب خاص و عام
تماشے کے کارن خلق آ ملیا | بسر جا تماشا ہوں دُک میں گلیا
لگے زاری کرنے سب اسپاس آ | کیتے سر اد کوٹیں پچھاریاں جو کھا
کیتے بال لونچے کیتے سر پچھاڑ | کیتے مارے بونیڑیاں کیتے کپڑے پھاڑ
کیتے کھائے پچھاڑیاں سو بے قرار | کیتے مارے ہانکاں سو بیکر پکار
کیتے بھائے ماٹی اپن تن اوپر | کیتے گئے وطن سارا اپنا بسر
کیتے بھائے کفنی تجے سب دنیا | کہ جینا دو دین کا ہے دنیا فنا
کیتے مارے پتھر سینا سر ادپر | کریا تن اپن چور سب سیج کر
کتیاں تے نکل گئے جواہر سو سب | کہ دنیا تجے پکڑے خالق کو تب
کہ عبرت یو ہوئی سب کہاں کوں تمام | فنا چھوڑ پکڑے بقا کا مقام

دنیا بے وفا ہے نہ پڑا سکے خیال ہوا ہور حرص کا یو سہے سب او بال
کتیاں نے سو پکڑ لیے جنگل جا مقام کتیاں کوں ہوا کھان پانی حرام
کتیے ہو سو بے سُدا پن سُدبسر کتیے پڑتے لڑتے سو ہو بے خبر
کتیاں نے نین مکھ سو دھونے لگے کتیاں نے سو زار زار روتے لگے
کتیے کفنی گل بھا چھوڑے اپ وطن کتیے کیئے ایمان اپنا جتن
کتیاں کی عقل جا ہوئے بے عقل کتیاں کوں پڑیا بھاری مشکل کیل
کتیے لیکہ تسبیح بسو طائب ہوئے کتے اس خلق میں تے غائب ہوئے
کتیے در دلبر سے سارا تمام کتیاں نے ذکر پکڑے دائم غلام
کتیاں نے وطن سٹے سو عابد ہوئے کتیاں نے اپنے جیو سو حق کوں دیئے
کتیے چھوڑے دکھ دیک آواز سب کتیے کیتے غم سات غرباسب
کتیے نے مصلا سو زاہد ہوئے کتیے حق کی قدرت پہ شاہد ہوئے
کتیاں کو مشاہدا حاصل ہوا کتیاں سوں الٰہی نے واصل ہوا
کتیاں زہد (سو) اختیاری کئے کتیاں نے اپنے جیو نثاری کے
کتیے سے چلے کھاندے پر مرگ پوت کتیاں نے پیو کارن لگے دوست دیت
کتیے جا بسائے سو کعبہ مقام کتیے جا مدینے میں رہے وان مدام
کتنی جا کے بیت المقدس رہے کتیے وان الٰہی الٰہی کہے
جتیے تھے اوکافر سو سارے تمام کہ بیکر کے دکھ تے سٹے اپ مقام
کتیے لے سو جینے سیناسی ہوئے کتے لے کھپری ہات اوداسی ہوئے
کتیے ہوئے جنگم کنٹھا بھا گلے کتیاں نے لی جھولی وطن سٹ چلے
کتیاں نے ہوئے جوگی گن بھار کر چلے چھوڑ اپنا حرس مار کر
کتیے ہو کے تپسی ترستے لکھے کتے ہو کے مجذوب کتیے جیو کھتے
کتیے ہوئے راول جھٹا دار سب کتیاں ہو کہ باول کریں جو تب
کتیے رہے ترنکھار نر دھار ہو کتیے دھنڈتے پھرتے کہ دلدار کو

کتیاں نے لے چھنے کر میں جپ ہری　　کتیاں کوں سو دکھ سوں لگے تھرتھری
کتیاں نے او سد بد تے ہوئے جدا　　پلو کارن لگے گووندا گووندا
کتیاں نے سو پسری و جیتے مدام　　کتیاں نے سو بسری ہوئے سک تمام
کتیاں نے سو کھو دیے چار و شکل　　کتیاں کو پڑا آ کہ مشکل کمبل
کئے کفر اسلام یقیں یوں قرار　　بغیر از محمد رسول نئیں ادھار
کہ جن انس ساری سو سب خاص عام　　مناجات حق کن منگے لیون تمام
عرش ہور کرسی و ساتو فلک　　بہشت ہور رضوان و سارے ملک
مناجات کیتے سو حق کن تمام　　کہ برکت تے تیری بزرگی کے نام
کہ عاشق او معشوق کوں ٹک بھار　　بلا کے سو گرداب تھے بھار کاڑ

شنیدن آوازۂ سلی ماہ و منت و زاری نمودن پیش او دایہ و لباس نمودن سیاہ و آمدن پیش پیکر

الٰہی توں رکھ شرم بزار کا　　ہمت دے نبھانے کوں اقرار کا
ہوا غلغلا شور جگ میں تمام　　سو لی سار ہوتا دہی تمک نام
دمامیاں دمامے بجاویں جو ساز　　دریغا دریغا سو نکلیں آواز
پڑی جا لیو آواز مہ کان میں　　ربسر سد لگی مہ اوسی دھیان میں
لگا کان ہور دھیان آواز کوں　　لگی سننے محبوب کی راز کوں
پلنگ تے تلیں ہور تلیں تے اوپر　　لگے پڑنے مہ یار کوں یاد کر
کہ مارے اچھیں سگے میرے یار کوں　　کہ کسی کس مزایاں سوں دلدار کوں
کہ رو رو کہ خوار زار ہوئی او دکھیا　　اوسی غم میں سد تھیا را اس کا اوٹھیا
دوانے سو دیکھی اوسے ایسا حال　　شفقت مہر اس پہ کیتے کمال
کہ دیک ماہ کوں یوں پکارن لگی　　اپس میں اپیں یوں پکارن لگی
ول تے سو مہ پیکر مدہوش تھی　　اوسی کے اثر تے او بیہوش تھی

گیا ہوش پھر نیہ کا یوں آ گیا — شمع کے اوپر جوں پتنگ دھا گیا
لگی آگ نیہ کی سو پھر کر تمام — اوٹھیا جھڑکا برہے کا دل کے تمام
گیا جیو کا نیر پھر دھا گیا — اثر یو اثر مٹنے کا پھر آ گیا
ہوا دکھ اوپر دکھ یو بھاری تمام — ہوا غم اوپر غم یو کاری تمام
زخم پر زخم نیہ کے تازی ہوئی — کہ عاشق کوں نیہ کی یو بازی ہوئی
اول تے دیوانی اوپر کھا بھجنگ — پڑی نیہ اگن میں جو جوں تیر خدنگ
اول تے تھی بے سد اوپر گئی لبسر — ہمت ہور تقویٰ عقل سو بسر
اول تے تھی نادان اوپر دکھ پڑیا — برہ کا وو مشکل کہیں آ کھڑیا
اول تے تھی بیٹا ہوئی خوار زار — کہ بالی سو نیہ دکھ تے ہوئی بے قرار
اول تے تھی تانی اوپر سد بھولی — نین تے رکت روئی ہوا تن کولی
اول تے تھی بھوری اوپر گئی عقل — برہ سینے تے چلیا ہو کر اوبل
اول تے دکھیا او اوپر دکھ ہوا — اوا دہری کوں تو پھر کر جیا
ہزاروں مکر کر او جیا نار کوں — پوچھی بات نیہ کی سو دلدار کوں
نین کھول کر کئی تو نانو جسنی — تجے میں سو اولچ مائی بہنی
دوا سن عرض داشت میر اتیال — کہنا میرا احسان ہوئے گا کمال
دوا اک میرا بول تو کان لے — دوا ایک سیمیں پیرہن آن دے
دوا تیرا اپکار ہوتے گا کمال — کہ چادر سے لیا کے دے منج اتیال
دوا منجکوں وعدے کا ہے آج کار — دوا ایک سیں لیا کہ دے توں ہزار
دوا یو وقت ہے سو منجہ سخت تر — کمر بند سیں لیا کہ دی بخت ور
دوا تیرا ہے مہر منجہ پر مدام — کہ سر بند سیا سوں ہے اب منجکو کام
دوا توں میری بات اب ٹک چلا — کہ ترکش سیں منجکوں توں یک دلا
دوا میرا بہت تنڈے توں سو جتا — کہ لیا یک سیں سب تند ہوا تقا
دوا توں سو جا ابرخانے میں جا — سیں ساریاں لیتاں سو توں بکا لیا

دوالیار منج میں اتھی بات یو — کہ دیدار دینا ہے اس ٹھار سو
دوا او وخت آکر اب منجہ کھڑیا — کہ دیدار دکھلانا منجہ سر پڑیا
اوبھی بول دوانی کہ سن نیک نام — خلق میں سو جانا نہ ناری کا کام
کہ ناری بھلی گھر میں یا در مزار — نہیں کام ناریاں کا جانا بیزار
نکو بھا توں دروازے تے بھار پا — کہ رہ توں شرم کر نکو بھار جا
کہ چھپنا سو ناریاں کا ہے نیک کام — پرایا مرد دیکھنا ہے حرام
نکو بھا نظر تیری بیگانے پر — نکو اوڑ کسی کی توں استانے پہ
نین کھول دیک یک توں شوہر اول — چھپا رک توں لے نازا ین مکھ کنول
نہ دکھلا کسی کوں توں اپنا جماں — نکو دے توں نیناں کوں کس کہ اوچھال
شرم کا سو برقا نکو مکھ تے کاڑ — نکو توں حیا کی سو بر تے کوں پھاڑ
کہ اوڑ لاج کی داوانی سر اوپر — نکی ہے او ناری سو اس کے بھتر
نکو کر برا توں سو اپنا خیال — کہ دور رک اپس دل تے ایسا اوبال
نکو لیا بوری بات اپن دل اُپر — حیا لاج ناری کوں ہے خوب تر
نکو جا صحن میں توں گھر تے نکل — مبادا پڑے گی کسی کی نظر
نکو جا نچے کوئی دیکھیں گے اتیال — کہ ظاہر ہوتے گا سو تیرا اعمال
نکو جا نظر توں پڑے گی کسے — بھلا ہے نہ ریشا نیرا کس دیسے
مبادا پچھانیں گے تج کوں سو دیک — کہ سمجھیں گے مہ کوں سو تحقیق بیگ
خلق سب ملیا ہے سو اس ٹھار پر — نکو کر دلیری توں اس کار پر
ہوا ہے خلق سارا حیران تمام — نکو دھر قدم توں سو بیگر کے کام
کہ دنیا در سلطان کے توں نہ جا — نکو توں بیگانیاں کوں اپ مکھ دکھا
دلیری نہ ہوسی تیرے بات تے — کہ توبہ توں کر مہ پرم بات تے
توں ناری نکو کر سو مرداں کا کام — سزا اور ناریاں کوں گھر ہور مقام
حضور بادشاہ کے نکو جا ایتال — بلا آئے گی سو تج پر سنیاں

عدالت میں ہو تُند شہہ بیٹھیا — تجے گا تیرا دل، کلیجا جیا
حسن میمندی بی اوسی ٹھار ہے — نکو جا بچاری بورا کار ہے
توں بیٹھی ہمارے جیواں کے اوپر — نکو لے ہمن جیو ٹھی تا ہور
اوٹھ بول دداکوں کہ سن بات توں — نکو کر مرے جیو اوپر گھات توں
لگی پانوں پڑنے اومنتاں کرن — لگی سیس دھرنے ددا کے چرن
کہ لیاوے توں کسوت سو میری اتپال — کرا یکبار ہوئے کا تیرا منج کمال
کہ مرنے کا احوال مہ پر سو پائی — اوسی وقت تجکچہ منگی تھی سو لیائی
وضو سار شکرانہ حق کا کری — نماز کر سو سر اپنا قبلے دھری
کہ واجب کی آیت کوں تکرار کر — الٰہی ہے منج سر پر اقرار کر
دعا اسپا دیی سو لیبی نیک نام — کری ساری کسوت میں سب تمام
سیہ گھوڑے پر اس وقت ہوئی سوار — چلی وہیں تجھے پر سوں دروازے بہار
کہ چابک سو مار اسپ کوں گئی تا — خلق دیکتا تھا جتا تھا وتا
ڈھکیلی ترنگ کوں سو دربار تک — رکھی تھی اُتن ہات میں اپ جتن
اوسی مار کی میں سو گھوڑا چلا — لیتی جا کے پیکر کوں مرنے ملا
کہ دیکھی سُولی کا ڑے ہیں استوار — کہ نزدیک پیکر کھڑا ہے سرباز
کہ محبوب کے رخ پہ مرنے جا دھری — نظر پر نظر رکھ وہیں جا کھڑی
الیس میں اپی دو نوں دیکھن لگے — نین پر نین دھر کہ پیکھن لگے
پیرم راز لیا کر سو نیناں میں دھر — چھپیا راز نیناں سوا ظاہر کر
پڑی مہ رباعی سو نیہہ ساز کی — کہ طالب و مطلوب کے راز کی
کہ اس شہر میں ہوں سیہ پوش میں — بجھ کر رہی ہوں سو مدھوش میں
کہ کرتی ہوں زاری و خاموش ہوں — او بلتی سو دیگ داں کی سرپوش ہوں
سُونیا مہ تے پیکر رباعی تمام — پڑیا بیت اپنی راز کی نیک نام
اگر منج سولی دیئے تے محبوب در — خوشی سوں سولی سار ہوں سربسر

کہ دیکھیا سیہ پوش سلطاں سوار — ترنگ پرا تھا سارا تقوی قرار
کھیا دل میں یو سار آیا ہے یاں — کہ وعدا کیا تھا سو بیکر سوں واں
عجب صدق و عدا ہے اس نار کا — عجب ہے ہمت اس کے اقرار کا
اندیش شہہ حکومت طرف رخ کئے — حسن میمندی کوں اشارات دیئے
سمجھتا سیہ پوش اس نار کوں — دلاور ہوا آیا ہے اس ٹھار کوں
حسن میمندی سر سوں نیچے دھریا — دعا شہ کوں کورنش سو بیجد کریا
کھیا میں سو نئیں جانتا یو جواں — نہ معلوم ہے مجکو اس کا نشاں
گیا دیک سیہ پوش واں تے نکل — اتھا شہہ کوں مشکل ہوا سارا حل
اوسی وقت شہہ نے اشارت کیا — کہ کتوال کے ہات پیکر دیا
لیجا اس کوں رکھ توں ٹھیکہ ٹھیک ٹھار — نکو ہو تو ہے فام اس تے ہوشیار
رین ساری خدمت میں ایوں بند کر — نکو توں سوں واں بھیج کس کوں دیگر
بچھانا کو جاگا کا سو سہرا ابناں — او سے بھوت جیا واں سوں تلتل منان
کہ سن بات شہہ تک تے سر جنبش کریا — ہزار دعا او کرنش سو شہہ کوں کریا
کہ شہہ کا ہر سن کے بھوت پیار سے — چلیا لیکہ کتوال اس ٹھار سے
دیلائی پان شہہ نے سو سب خاص عام — کہ لے پان کرنش کیئے سب سلام
دیلای پان شہہ نے سو سب خاص عام — کہ لے پان کرنش کیئے سب سلام
کہ سلطان اُٹھ کر محل میں چلے — کہ اس پاس تھے سو سارے ملے
گیا سب خلق شہہ کا دربار سوں — ہوئے سارے مشغول اپن کار سوں
چھپیا سور مغرب طرف جا تمام — کہ یو لس جوں ماہی میں کیتا مقام
خلق کا جو غم جا سماں چھا گیا — دنیا میں اندھارا سو ہو آگیا
دو عالم کی دک پانک سن کر چندر — کہ دیکھن کوں نکھا سو اودر بدر
ستارے سو روشن ہوئے ٹھار ٹھار — تب عاشق و معشوق ہوئے بیقرار

بموجب حکم سلطان محمود بُردن کتوال بہ بندی خانہ پیکر را غم کردن او

الٰہی دکھا صبح رحمتِ ایتال — ضلالت کوں کر دور دکھلا جمال
حکم شہہ کا کتوال جوں پائیا — کہ خدمت سو شہہ کی بجا لائیا
چلیا لیکہ پیکر کوں خدمت سلگات — کہ جو امر سلطان کا جوں ہے دھات
بندی خانہ نزدیک تھا ایک گھر — سنوارے اسے خوب اُپر تے تر
کہ پلنگان جو اہر جڑت کے تمام — لے کر آر کھے تھے سو پیکر کے کام
تیو اسیاں وجم خلنے کئی دھات سوں — بچھانا بچھائی سو اس رات کوں
شمع ہور دیوے رکھے ٹھار ٹھار — رکھے موم بتیاں موم دانیاں سنوار
کیتی ساریاں ارشن ستاریاں مثال — ہوا گھر میں چو پھر سو سارا اوجال
لے کر جا کے کتوال پیکر کوں جاں — کیا بہوت دلاسا و خاطر نشان
کھڑے تھے سو خدمت میں پیادے تمام — کہ حاضر اتھے سارے پیکر کے کام
کہ پیکر کوں واں کچھ نہ آرام تھا — پلنگ ہور صدر سوں نہ کچھ کام تھا
کہ جس ٹھار دلبر کا نئیں ہے جمال — کہ اس ٹھار مانند دوزخ مثال
کہ جس ٹھار درسن نہیں یار کا — کہ او ٹھار بیگانہ در کار کا
کہ جس گھر میں نہیں یار کا ہے مقام — نہ ہے گھر او جنگل ہے دایم مدام
کہ جس دل میں نئیں یاد دالدار کا — نہ ہے گھر او جا گا ہے کفار کا
محبت نہیں یار جس گھٹ بھیتر — نہ انسان حیوان تے بد بتر
نہ تھا کچھ واں پیکر کوں بن رووں کار — نہ تھا گھر میں کوئی یار اس غمگسار
لگی تھی برہ آکہ تن میں تمام — ہوا تھا سو گھر اس کوں مانند حرام
بغیر یاد مہ بن نہ کوئی یار تھا — خیال قد و قامت کا دلدار تھا
نہ تھا اس کوں مونس سو ایں ٹھار یہ — اتھا ہم نپہ درد کوں کار گر
بغیر مہ درد کچھ نہ دھرتا اتھا — کہ مہ یاد بن کچھ نہ کرتا اتھا

اتھی تسبیح اس ناؤں کی نت مدام   زباں کوں سو بن مہ نہ تھا کچھ او کام
کہ شب روز مہ بن نہ اس کچھ دیسے   بغیر مہ نہ اس دل میں دوجا بسے
محبت اگن کوں سونا لیا کر تاب   پکارن لگیا ماہ کا ماہتاب
نین ہو کہ تپسی ترسنے لگے   کہ جوں ابر نیساں برسنے لگے
بغیر خوں فشانی نہ کچھ کار تھا   بغیر آہ و نالاں نہ ہم یار تھا
پکارن لگیا ماہِ انور کہاں   بغیر ماہ سیاہ ہے سو ہر دو جہاں
میرا جیو واروں گا تجہ نام پر   بلیاری کروں گا تیرے بھاؤں پر
کہاں پاؤں تجہ مہ کنول کا سو راز   نہ دھرتا ہوں کس سوں راز و نیاز
نہ منجکوں جھٹک ہے سو اس ٹھار تے   نہ سکتا ہے ہو دور نینہ کار تے
نہ کوئی دیں منجے یاں تے یکتل سو چھوڑ   کہ سکتا ہوں نینہ ڈور ہی منجہ ہات توڑ
کہ مہ کا فراق آکھڑیا منجہ کو بل   کہ جانے کوں یاں تے نہ منجہ ہات ہل
گرد گرد گہ چو پھیر سو پیاری تمام   کہ قاید کری ہیں منجے اس مقام
کہ تپتا ہے دیکھن کوں تجہ کوں جیا   نکلتا ہے سب رین میرا جیا
نہ دلسیں او دیکھن کوں تجہ مکہ چندر   کہاں پاؤں دیکھن تجے مہ سندر
الٰہی کی درگاہ میں او خوار زار   بغیر غم او زاری نہ تھا اسکوں کار

رفتن مہ و غم خانہ کردن و دعا را بہ زندان فرستادن برائے خبر پیکر

الٰہی رکھیا نئیں کس یک حال جسم   کدھیں دیوے شادی کدھیں دیوے غم
چلی مہ سو پیکر سوں وعدا انبھا   نین کی رکت میں تن اپنا ڈوبا
کہ شب تیز اپنے کوں انپڑی سو دی   اپن گھر طرف راست مارگ سو لی
کہ جا گھر کوں اپنی سو گھوڑا اتر   پچھاڑی کھڑی کھائی بھوئیں کے اوپر
لگی رونے ہور بولنے دکھ تمام   عجب بخت بھونڈے ہیں میرے مدام
جداں تے عقل منجکوں گیان آئیا   تدھاں نے بِرہ منجہ اوپر دھائیا
کہ گئی ساری راحت سودا میں بسر   جفا ہور غم یاد ہے سر بسر

نہ ہے منجکوں یک سات آرام جاں   کہ شب روز کرتی ہوں میں خوں فشاں
نہ جاتا ہے منجہ جیو سو تن چھوڑ کر   نہ رہتا ہے نیر تے سو مک موڑ کر
عجب سخت تر ہے سو میرا جیا   جفا ہور غم سو سینے سر دیا
ملیاں آ سہیلیاں سو جیدھر سوں دھا   کہ دیکھیاں پڑی مہ چھپا ڑی چوکھا
کنول مک سو کملا برہ جھال سوں   پڑی تھی سو دیکھیاں او بے حال کیوں
بلکنے لگیاں ہائے کیا وقت ہے   کہ مہ کی یو کیسی بوری بخت ہے
نہ دیستا سو مک پھول یک دن کھلا   کہ غنچہ کی مانند سدا ہے منہیلا
نہ ہنستی سو لکھن کدھیں غم سنگات   نہ کرتی ہمن سوں یو ہنسنے کی رہات
جتیاں ناریاں سب مل او چا ماہ کوں   لگیاں چاؤ کرنے سو دل چاہ سوں
سیاہی کی تن تے سو کسوت اوتار   کیاں مہ کوں ناریاں سو نبکی سنوار
گیاں باہ تن تے سیاہ ساز کار   چھپا راز تیرا ہوا آشکار
ہنسانیاں بھتیاں ناریاں سو مہ کوں تمام   ولے او نہ ہنسنی مہی نیک تام
ہر یک سات پیکر سو یاد او تا   نہ ہنسنا نہ کھیلنا نہ کچھ بھاؤتا
نین سو منجہ صورت رکھی تھی چھپائی   کہ کھولنے تے پلکاں مگر بھاس جائے
نہ تاریاں کوں دیکتی اپس نین کھول   نہ اٹھی تھی اونارا پن مک تے بول
الیس فن متے اور دکھیا دن گنوا   رین کا ہوا دکھ سو سر تے لٹوا
چندر دیک رونے لگی او کنول   کنول مک رکھیا تھا سو درمیانی جل
کری یاد پیکر کے مک کا سو نور   دکھیا لیا کہ او نور دل کے حضور
منیر یار کا مک سو آفتاب ہے   چندر کوں ہوا اس مک تے حجاب ہے
عرش ہور کرسی سو پیدا ہوئی   کہ پیکر کے نور تے ہو پیدا ہوئی
کہ آفتاب ہور ماہ سا تو فلک   کہ پیکر تے پیدا ہوئے سب ملک
جتے نور اس نور سوں ہے وصل   کہ پرتو ہے سارے سوا وہے اصل
کہ کرتی فغاں زاری سو او شہہ پری   یکایک دوا سا منے آ کھڑی

دوا دیکھ اڑا اوٹھی ہانک مار — کہ غم ہور زاری کیتے آشکار
دوا کاں ہے پیکر سو مجکوں نما — موا ہے یا جیتا ہے یا در اماں
دوا اسکوں ماری یا کیتے ہیں بند — دندیاں نے یو کیتی ہیں کیا سو زند
دوا راس کہہ دے سو کیا ہے خبر — کہ یا ہے جہاں سوں یا ہے دار اوپر
دوا راس کہہ تو بند یا ہے اذات — کہ یا خون تے پایا ہے کچھ بھی حیات
دوا راس کہہ توں سو پیکر کی بات — نہ کھ ہے سے تو کرتی ہوں منجہ جیو پہ گھات
اوٹھی بول دوا نے کہ سن او دھیالی — رکھے ہیں بندی خانہ پیکر اتیاں
کہ بھائے ہیں بندی خانہ اس پاپیکوں — کری ہیں او قاعدہ سو کئی دھات سوں
کہ سن تانوں بندی خانے کا ہانک مار — لگی رونے زار زار مہ بے شمار
ٹھنڈی ٹھنڈی خوی آئی مکھ پر تمام — جوں شبنم اچھولاں پہ کیتا مقام
آیا تور پر تور برسات سات — پھریا رنگ پر رنگ ہر دھات دھات
نکل جا کہ سرخی زرد رنگ بھیا — سیہ ہو کر دستا تھا سارا گیا
کدھیں ہوئے رنگ نیل ماتم کا حال — کدھیں آوے سرخی شہیداں مثال
دوا نے سو دیکھی او سے بے نوا — کہ سمجھی یو نیہہ درد نیئں اس دوا
برہ کی جراحت ہے سینے بھیتر — بغیر وصل دارو نہ ہے کچھ دیگر
اندیشہ کر لگی او دلاسا کرن — کہ پڑنے لگی او سومہ کے چرن
سینے کوں لگا کر بلایاں لیتی — کہ لاکھاں وزا سوں دلاسا دیتی
کہ سن مائی میری تو ہمت پکڑ — کہ کرتی ہوں تدبیریں یک دیگر
نکو رو ملاوں گی تجے ہور اوسے — کروں گی سو حکمت کہ او تجہ دیسے
کہ جب یو ندا مہ کے کن آئیا — گیا روح تن تے سو پھر دھائیا
کہ پی مہ امید کا سو آبِ حیات — بسر شد پکڑا رہی سو ملنے کی بات
دوا اٹھے منجے چل سو پیکر کنے — دوا جائیں چل ملکہ ہم دو جنے
دوا جا کہ دیکھیں لانچہ کتوال کوں — بھولے گا سو کتوال دیکھ مال کوں

کرے گا سو کوشش ہماری کمال — دیکھاوے گا ہن کوں او نوری نہال
کہ دیدار کا منج کوں امرت پلا — کہ پیکر کوں منجکو سو توں پھر ملا
کہ آوں گی تج سات چھائیں مثال — نہ چھوڑوں گی یک تل سو تیرا دنبال
دوا جائیں چل بیگ اس ٹھار کوں — کہ دیک آویں دور تے سو دلدار کوں
کہ پایا ہے او راحت سوں یا در عذاب — کہ پایا ہے او ہشیار یا درا و خواب
دوا نے او ٹھی یوں اُمّے نیک نار — صبوری پکڑ لے توں نہ ہووے قرار
صبوری ہے کیلی گرہ کار پر — کہ کر توں صبوری سو اس ٹھار پر
نہ جس میں صبوری نہیں او بشر — صبوری ما ہے ہر کار کوں خوب تر
کہ دارو طلخ ہوے آخر شفا — کہ اول مشقت او آخر نفا
دیوانی سو ہو کر نکو کھا شکر — کہ ظاہر میٹھا ہور چھپیا طلخ تر
رضا دے توں اب منجہ کہ میں جاؤں گی — کہ پیکر کوں جا دیک کر آوں گی
کہ احوال اُسکا کہوں گی تو جے — کہ جب او نظر تل پڑے گا منجے
رضا دے کہ خوبی ہے اس بات میں — کہ لیاوں گی خبر جا کہ یک سات میں
ہزاراں مکر ہور نیرنگ سنگات — رضا لے چلی مہ کنے تے سو جات
کہ خطرے کوں کی تھی دوا کی دنبال — ولے نیہ نہ جاتا تھا اس تے سنبال
برہ آکر بھیدیا سو اس مہ کے تن — کہ شد بُد وٹھاٹی سو سٹ اپ وطن
کہ جالی آگن آ برہ کی تمام — ہوا حرص ننگ نام گھر ہور مقام
برہ ڈک آ بھیدیا سو سر تا قدم — بغیر آہ نالاں نہ تھا اس کوں دم
کہ دھیں سوز سینے تے نکلی جو بھار — سماں ہور عرش کرسی ہوئی بے قرار
براہ آہ کی بجلی کڑک کر ! و ٹھی — کہ ہفت و طبق آسماں ساری پھوٹی
نکل دود سینے تے جو پھیر بسر — فلک سات سوندی یکیس یک اوپر
او ساساں ہوایاں سو چھپ چھٹ تمام — ستارے ہو دستے گگن ہر مدام
آگ سنجریا جو سینے میں داٹے — تدھاں تے نیکل ٹھندگی وان تے ٹھاٹے

اگن ہور ٹھنڈ گی ہوا چاند سور　　کہ دین ہور رین کوں سو ہے اس تے نور
یکایک چھجا باد آیا او سے　　چھجے پر تے پیکر میرا منجہ دیسے
چھجا چڑ کہ دیکھن لگی یار کوں　　پکارن لگی یار کس ٹھار توں
سوتا ہے یا بیٹھا ہے یا ہے ہشیار　　کہ پایا ہے وو راحت سوں یا خوار زار
کہ یا اس رکھے ہیں گلے طوق بھا　　بندی خانے میں یا رکھے ہیں چھپا
نہ جانوں کہ کس کس عذاباں سنگات　　گزرتی ہے اس پر کٹھن آج رات
نہ جانوں اندھیارے میں کیوں پڑ رہیا　　مجھ دھانس کھلتے ہیں اس کا کیا
کہ پایا ہے غریباں نمن سیے آدھار　　کہ پایا ہے ڈاڈوں ڈدل یا ہے قرار
کہ پایا ہور رہیا ہے سو شہری غریب　　کہ پایا ہے یکیلا کہ پایا ہے رقیب
کہ پایا ہے او عاجز یتیماں مثال　　کہ پایا ہے سو اس کا پیساں کا حال
اسی حال سوں منہ سو زاری کری　　کدھیں ہوئیں دانا کدھیں سد بری
کدھیں ہوئی ثابت کہ گا ہے اوداس　　کدھیں بکڑی امید گا ہے نیراس
کہ گا ہے چھجا چڑ کریں جان فدا　　کہ گا ہے تلیں آکو کاریں دوا
ولی منہ رکھی تھی نین باٹ پر　　بندی تھی دل اپنا دوا گھاٹ پر
الٰہی بنا یا زباں پر ہنر　　کتیاں یار سا ہور کتیاں پر مکر
الٰہی توں ستار ہور توں ہوں غفور　　نہ کتیا کسی عیب کس پر مشہور
دواجب رضا لیکہ منہ تے چلی　　ولی او فکر میں سو ساری گلی
کہ گھر چھوڑ جانا ادھیرات کوں　　نکلنا وطن ستے سو کس دھات سوں
فکر آ کہ مشکل یو کاری کھڑی　　میرے سر اوپر بازی بھاری پڑی
مگر کوئی پوچھیں سکے تونا رہے　　کہ جاتی ہے کس کام کیا کار ہے
کہ دنیا جواب اسکوں تب کیا پھرا　　کھڑے گا وقت منجہ اوپر آ بورا
پتی فکر چھوت دھات اس بھات سوں　　کہ جانا ضرور ہے منجہ اس رات کوں
زنانی سو کسوت ستی کاڑ کر　　شرم پیرہن کی ستی پھاڑ کر

کیتی بھیس مرداں کا مرداں مثال | ستی سب زناں کا جتا قیل و قال
منڈاسا سا بندی خوب آپ سیس پر | کہ بینی جھگا ہور قبا جفت کر
کہ شلوار موزے سو پینے او زر | کہ ہوئی چست چالاک مرداں کے سار
کمر بند بندی ہور اوپر بر ملا | بندی بند شمشیر اس سوں ملا
کہ چادر سو سب تن لیتی ڈھانپ کر | نہ سمجھے اگر دیکھیں کوئی گیاں دھر
لیتی یک فرنگ ہات میں آب دار | ہمت ہور تقوا سوں کیتی قرار
کری ساری کسوت سو سب زرنگی | کہ مانند تحقیق جوں لشکری
نکل آئی دروازے سکے بھار او | رکھی تھی اپنی من کوں یک ٹھار او
چلی بینت پکڑ کر سو پیکر کی کار | کہ اپنڑی کیتیک سات پیکر کی ٹھار
نظر تل پڑیا او کہ کتوال جب | سلام علیکم اوٹھی بول تب
کہ کتوال پوچھیا کہ توں کون تر | کہ آیا ہے کرنے کوں مکر و ہنر
دیتی جواب اس کوں دلاور سنگات | کہ ہے شہہ کی منجہ کن سو نازک بات
کہ میں سرخواص ہوں سو شاہی جہاں | سمجھتا نہیں ہے توں میرا نشاں
کہ خطاب میرا سو مصلدار خاں | کہ نزدیک ہوں میں سو غزنو کے واں
کہ بھیجا ہے سلطان منجکوں ایتاں | کہ جا دیک پیکر کا کیا ہے حوال
رکھے ہیں سو حرمت سوں یا خوار زار | کہ پایا ہے او راحت سوا یا پے ادھار
کہ کتوال سن یوں گیا ہڑ بڑ | صدر چھوڑ ہٹ جوڑ آنگے آکھڑا
ملیچ امر سلطان کا سر بسر | بجا لیا گیا ہوں سو میں خوب تر
لے کر جا کہ اسکوں سو پیکر مقام | دکھایا یا سوا حوال اُٹ کر تمام
رکھیا ہوں سو پیکر کوں حرمت | حکم جوں کہ شہہ کا اچھیا یں ادھات
سپارش کرو میری شہہ کے حضور | بعد تم لوں دائم اچھے گا غفور
چلی چھوڑ بندی خانہ کتوال کوں | کہ جس حال آئی او ویسی حال سوں
گئی جا گھر میں ساری سو کسوت اوتار | رکھی بستاں جس ٹھار کیاں ٹھار ٹھار

پھر اچھیں ہوئی تار جوں مہ پتی

اول کی روش جوں کی اپنی اتھی — کہ پیکر کے زاری کے افعال میں

کہ جا دیک مہ سے اوسی حال میں — نہ پڑتی پیرہ سرک میرا گلا

کہ لے جیو جاتا تو ہوتا بھلا — او ڑاتی تھی تن پر سو چھپرتے راک

سینا کوٹ لیتی تھی ستی تھی خاک — ہوا نکڑے ٹکڑے نین نیر جھر

کری پیرہن خاک سب تن اوپر — بغیر ہو نو منگیوں سیہ دوجہاں

کتی تھی دو دا کاں ہے پیکر کہاں

کہاں دھونڈوں کس دیس جاؤں نکل — کہاں پاؤں پیکر کی صورت پچھل

کہاں ہے گلے کا میرا لال او — کہ ہے میرے جیو کا سو کنٹھ مال او

نہ جانو سو ریجن و ریجن کے بات — سنپٹر کر سو بند میں او ہے کس دھات

نہیں او بندی خانہ باغی جناں — کہ جاں ہے او پیکر رنگیلا بناں

کہ جس ٹھار پیکر کا جھلکار ہے — نہ ہے بند او جاگا سو گلزار ہے

کہ جس ٹھار او مہر نوری نہال — کر شب روز دائم ہے نت واں اوجال

منور اچھے گا سو گھر ہور انگن — اچھیگا بندی خانہ جوں گل چمن

بندی خانے کے لوگ سارے تمام — مشاقت اور محنت سو بسرے مدام

کہ پیکر کوں دیک کر سو راحت پکڑ — کہ عاشق اچھیں کے اپن سر لپیر

اچھے گا او نو کوں سو آرام جہاں — اپیں کرتی ہوں سب زیں خوں فشاں

کہ تم دیک نینا اچھیں گے ٹھنڈی — پڑی ہیں منجہ اوپر سو دکھ کی بنڈی

یو کہتی تھی سر کوٹ لیتی تھی مار — بغیر رونا تپنا نہ تھا اس ادھار

کدھیں کھا پچھاڑی سو ہو بے قرار — کدھیں ہوئیں ہوشیار پیکر پکار

دولنے جو دیکھی سو مہ کا حال — نزدیک آ مہر اس یہ کیتی کمال

کہوں گی حکایت سو پیکر تمام — ہشیار ہو پیاری توں رک من میں خام

کہ سن ناؤں پیکر سو ارڑا پکار — لگی کرنے منتاں سو کیتی لک ہزار

دوار اس کہہ دے سو کیا حال ہے — ہوا ہے کہ جیتا با خوشحال ہے

اوٹھی بول دوانے کہ دیک مرکی دھات — نکو دے اپن عقل کوں غم کے ہات
میں تو دیکھی ہوں نینا سو پیکر کوں جا — کہوں گی تیرے کن نہ رکھ سوں چھپا
کہ جیتا ہے پیکر سو اس وقت پر — او سے کچھ مشاقت نہ ہے سخت تر
کہ دیکھی ہوں بیٹھا پلنگ کے اوپر — بچھانا سو ستھرا اتھا خوب تر
کہ خدمت او کرتے ہیں بہت جو تمام — کہ کتوال پیادے سو سب خاص عام
رکھے تھے سو تعظیم تکریم سنگات — کہ دیتے ہیں حرمت اُسے عزت دھات
اوٹھی بول مہ نے یوں ہے سب مکر — نکو کر دغا توں سو منج سوں بجھتر
کہ تحقیق کہہ توں کہ ہے او حیات — کہ یا منجہ دلاسے کی کرتی ہے بات
کہ کہہ دے کی ہے راس یا کیا سبب — تیری بات لگتی ہے منجکوں عجب
نکو منجکوں ٹھگلا توں میری دوا — نہ ہو سوں یرہ تے میں یکتل جدا
نکو دے تحریب توں منجہ اس بات تے — کہ دکھیوں گی میرا جیو میرے ہات تے
نہیں پیارا پیکر تے منجہ جیو اوپر — کہ پیکر ہے منجہ جان تھے خوب تر
منجے کون پیکر تے پیارا ہے آج — منجے کر سکا ہے سو پیکر کے باج
پیکر ہے جیو جان ہر دو جہاں — نکو کر توں لے بات منجہ تے نہاں
کہ سن ماہ سوگند ہے منجہ بلا — نہ کرتی ہوں میں کچھ مکر سو رحیلا
کہ سوگند نبی ہور نبی آل کی — نہ تھی بات میری یو قیل قال کی
کہ سوگند ابابکر ہور منجہ عمر — کہ ہے بات منجہ راس نئیں کچھ دیگر
کہ سوگند عثمان و شیر خدا — کہ اس جا یاراں پہ منجہ جان فدا
کہ پیکر ہے راحت سوں ہو لیے آرام — امید ہے منجہ کو تی ہوتے نیک نام
کہ سن مہ عقل میں سو ییں آئیا — خلاصی کا رخ اس کوں دکھلائیا
الٰہی میلائے گا کہ یک وقت پر — کریگا تمن کوں سو نیک بخت در
الٰہی کا اس پر ہوا ہے کرم — رکھیا ہے الٰہی سو اسکی شرم
کہ سن مہ دُوا تے شکر حق کری — توکل و تقویٰ سو حق پر دھری

الٰہی میں سو پن ہوں تجہ کوں اول — نہ کرسں امانت کوں توں کچہ خلل
سنی ہوں ہزاراں مسائل خبر — خدا کے حوالے کیتی نامور
امانت توں میرا سو منجکوں میل — میرا جیو سو پیکر سے منجہ پھیر دیلا
امید حق پکڑ کر کیتی دل قرار — بغیر از توکل نہ تھا کچہ ادھار

پھول بن

۱۰۶۶ م ۱۶۵۵ء

از

ابن نشاطی

قصہ گل و بلبل

صفت اس گل و بلبل کی اتھا عاشق سو مس گل کا
محبّت سوں مگا کر دل کیا تھا آپ کو فانی

منجم عقل کا دیکھ تازہ تقویم — کیا ہے بات کوں اس دھات ترقیم
نکل کر مہر ماہی کے شکم تے — ہوا یونس نمن مفروق غم تے
دیا سو فیض پھر جگ کوں دو چنداں — ہوئے پھولاں شگفتے ہور خنداں
جر تھے غنچے کے طفلاں نین کھولے — ہندے پھل ڈال کے مرغاں ہنڈولے
اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار — کھلے تھے پھول جھاڑوں یو ہر یک ٹھار
کلیاں لالے کی سرمے کیاں نشانیاں — دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں
کلی ہور پھول ہل دستے تھے اس دھات — کہ جیوں چھپ کو کوئی کرتے رہے بات
دسے ہاون کلی کا ہو کو لا لا — دسیا اس میں لگے تیوں مشک کالا
دسے یوں پھول میں لالے کے کالے — جڑا جیوں لعل کے پیالے میں گھالے
پڑے دیکھ بلبلاں آنے لگے ہولاں — ہندے شبنم کے موتی گل کے جھولاں
کرے سو بلبلاں سن نغمہ سنجی — لگیاں سب کو یلاں گانے کر بجی
چمن کا دیکھ ہزاروں خوش تماشی — لگے کرنے نوی مضموں تراشی
مدل کے نیر سوں گل تر کیئے لب — پنچھل پانی سوں سبزے دھلوئے مکھ سب
وو ایسے وقت شہ مجلس کیا تھا — رم کا زیب مجلس کوں دیا تھا
دسیا اس ٹھار پر یوں وو جہانبان — کہ جیوں فردوس میں بیٹھا ہے رضوان
یکایک باغباں یک پھول لایا — ہو کر یادِ حبیب خوش ہو کی ڈھایا
تھا وو یولی میں سب مشک کے سار — تھے اس کی باس میں عنبر کے آثار
نہ تھا مشک و عنبر تھا قدرتی پھول — جو تس کی باس پر مجلس رہی بھول
دو وہ پھول شہ کے ہات میں جوں — شگفتہ ہو رہیا شہ پھول کے نشہ

عجب رہے شاہ ہور شہ کے وزیراں
ہوئے تس پھول کے سارے اسیراں

گیا شہ پھول دیکھ اس باغباں دھیر
کرائے بن کوں دیون ہارے سدا نیر

دکھانیں جھاڑ ایسا کئی چمن میں
دیسیانیں پھول ایسا پھول بن میں

اگر توں پھول کا جو جھاڑ لا گا
تو لا کر مہیرے گلشن میں لگا گا

تو بخشش سوں کروں گا میں مکرر
دہن تیرا کلی کے ناد پُر زر

شہنشہ کی زباں سوں جیوں وو مالی
وہ جھاڑاں کے ہلالاں کا ہلالی

سینا یو بات سور کھ بُجھیں اُپر سر
چلیا پانی سخن نا دیک کر پھر

جو مالی پھول کوں ڈھونڈنا چلیا سو
ہر یک چمنے چمن باد صبا ہو

کتنک دن کے پچھے وو جھاڑ لایا
لگایا جھاڑ ہور مقصود پایا

وو مالی روز اُٹ یک پھول کوں لائے
نظر تل شاہ کے گذرانتا جائے

کہ یک دن پھول دیکھیا سو جہاں دار
دسے تس پھول میں خشکی کے آثار

گیا شہ باغباں سوں ہو کو دلگیر
رہے کی۔ پھول کا یوں رنگ تغیر؟

ہوا ہے کیا سبب [illegible] پھول سو بول
رہیا ہے پھول یوں مخمول سو بول

جواب اس دھات دیتا شہ کوں مالی
"اچھو نازی تری شاہی کی ڈالی

کہ بلبل ہے چمن میں ایک کالا
سٹیا ہے عشق کا اس گل پو جالا

کبھیں آ پھول پر وو پر پسارے
کبھیں کانٹے سوں جا چھاتی کوں مارے

کبھیں چنگل سوں اپنے پات کھولے
کبھیں منقار سوں کلیاں ڈھنڈولے

کبھیں چہ چہ کرے شادی سوں ہل ہل
کبھیں زاری سوں بیٹھے جھاڑ کے تل

اسی بدلے دسے ژولیدہ ہے پھول
اسی کے واسطے ہے پھول مخمول

یو سن کر شہ گیا کر دل کوں ماند
منڈو بلبل کی خاطر ایک پھاندا

کرو خلقیاں کوں پھاندے کے پتے تنگ
جو چمٹیاں لیویں انکھیاں تس کنے منگ

بناکچ سُست کر سازو وہاں دام
جو سانپاں لیوے کچلیاں تس کنے وام

اگر پانی جو اس جالے کوں انپڑے — تو مچھلی کے نمن اس ٹھار سنپڑے
اگر بارا کدھیں اس دام کن جائے — تو پنکھی کے نمن واں آدغا کھائے
لے ایسی دھات کا پھاندا شکاری — ھنڈیا اس جھاڑ نمن جا کر وو کاری
دیا بلبل کو دے پھاندے میں بھلانے — کنک جیسے کے ڈالیا اس میں دانے

گرفتن وبلبل را پیش شاہ آوردن

رضائے شہ کی جلدی سوں چلے سارے شکاری مل
پکڑ بلبل کو پھاندے میں کئے محبوس زندانی

فلک یک دام ہے دانے سو تارے — کر کاماں دام کے ہیں اس میں سارے
فلک کے دام تے غافل نہ اچھنا — کئی اس کے کام تے غافل نہ اچھنا
ہے خاصا فعل اس کا بے وفائی — سدا حاصل ہے اس تے بے وفائی
صبا اُٹ کر سورج کے تیں جلاوے — نیم کے چاند کوں لس دن گلاوے
ستارے کو کدھیں رکھنا کدھیں نیں — بدل کوں امن دیتا نیں گھڑی کیں
ثریا ہوئے جو گئی بیٹھے ہیں ڈیرے — بنات النعش کران کو بکھیرے
رہے ہے یار دوجن ٹیک تن ہو — سٹے جوزا کے نمنے دن کوں کر دو
خوشی سوں بیٹ جو گئی یگ پیارے — ہو کر عقرب الوں کوں ڈنک مارے
وو بلبل جیوں دیکھیا یکبار دانے — پڑے ہیں جا بجا اس ٹھار دانے
کیا طالع دئیے ہیں آج یاری — کئے ہیں بخت مجھ سوں سازگاری
مگر کیا برج میں میرے چندر ہے — ستارے کا مرے مجھ پر نظر ہے
خوشی کا مجھ کوں دستا ہے بڑا لاب — فراغت کا ہوا ہے حاصل اسباب
وو چارا ہور محبوب ل کو یک ٹھار — ملے مجھ آج دونوں خوب یک بار
بہوت راحت سوں کھا کر آج چارا — کروں گا پھول کا بارے نظارا
نہیں معلوم اجو چارے میں دندی — گلا کریں گے ہیں پیش بندی

نہیں معلوم جو اس ٹھار لا کر
خوشی سوں اپنے دل میں ہو کو گل گل
گگیا کھانے کو جوں وو بیگ بیگ
بچارا وہ گیا چاڑے کوں کھانے
طمع داری بڑی ہے۔ اے عزیزاں!
طمع داری سوں کھانے جا کو چارا
طمع داری تے آتی یار خواری
طمع داری کے سر تے جو اٹھے ہیں
گرفتار اس جو پھاندے میں ہوا جب
کہ، اے جیو کے مرے ساتی، سنگاتی
ترے رُخ سوں اتھے روشن نین میرے
اتھا تج دھرتے تازہ برگ میرا
پڑیا ہے نین تل اندکار میرے
رھیا تھا آج تک نا بھاگ کر کئیں
جدھر جا کر بھی آتا تھا اُسی ٹھار
جدھر تھی توں ادھر سنگات تھا میں
بہوت دیساں تھے تجہ سوں مجلس تھا
میں سنبڑیا ہوں سو غم نیں مجھ کوئے جور
پڑیا ہوں دام میں سو نیں ہے مشکل
سنبڑکو دام میں کرنے کوں زاری
بکھر غصے ستی دانتاں منے لب
دیں آیا دوڑ کر اس غم زدے پر
سٹیا بلبل پو بے رحمی ستی ہات
رکھے ہیں زہر شکر میں ملا کر
پڑیا دیوانہ ہو دانے پو بلبل
پڑیا پھاندا گلے میں آ یکایک
لگیا پھاندے میں پڑ کر پھڑپھڑانے
نہیں کچھ خوب، اے صاحب تمیزاں!
پڑیا وو بند میں آخر بچارا
طمع داری میں نیں ہے رستگاری
وہی ایسی بلایاں تے چھٹے ہیں
لگیا یوں گل سوں کہنے کر مخاطب
اے راحت روح کی اے دل کے ساتی
ترے لب سوں اتھے شیریں بین میرے
جدائی میں تری ہے مرگ میرا
رہوں تج باج کیوں کر یار میرے
پڑیا تھا جھالنوں ہو تجہ پانوں تل میں
تجہ آتا تھا پلک کوں، نا پلک ٹھار
ہر ایک دن رات تیرے سات تھا میں
ترے سایہ منے میں آج لگ تھا
یہی غم ہے جو میں تجہ تے پڑیا دور
ولے بچھڑے سوں تیرے لہو ہوا دل
دیکھت وو دو دلہ تے پاپی شکاری
غضب سوں آپنا گردان کر ڈھب
ستم کی آستیناں کوں چڑا کر
لسے لیا ہات پنجرے میں کیا گھات

بیتا کچھ تنگ تھا پنجرے کیر اٹھار — سکت نیں تھا جو دم نکلے اسوں بھار
بخیلاں کی ا تھا وو گور تے تنگ — کہ تھا وو بلکہ چشم مور تے تنگ
شکاری شہ کوں آ تسلیم کیتا — وہ پنجرا شہ کوں لیا تسلیم کیتا

جڑت کے بھاکو پنجرے میں شہنشہ
رکھیا بلبل کوں مجلس میں ہمیشہ

دیدنِ بے قراریِ بلبل و پرسیدن احوالِ او و اظہارِ آں

پوچھا پنجرے میں شہ اس کوں توں کئے جو کچھ کچھ جھلے ہے
ہوا ہے کس بدل تو یوں نپٹ بے ہوش نادانی

دکھا بلبل جو وو دیساں تہیں رہئے — نپٹ درس کے دروازے بندے گئے
منڈ پنکھاں میں اپنے گھال لے کر — لگیا رونے کوں پنکھاں ڈھال لے کر
تپے اس پھول کوں کر یاد اپنے — لگیا رونے بلکنے ہور تپنے
کہ بولیں گے کوئی اس گل سوں یو بات — گذرتے سو مجھے حیفی ہیں دن رات
کہیں گے کون اس گل سوں مرا حال — ہوا سو حال میرا غم سوں پامال
بچھڑتے سوں ہوا ہے تلخ جینا — کمر بیٹھی ہے ہور پھوٹا ہے سینا
دنیا دوزخ ہے مجہ اس حور کے باج — دسے دن رات ہو اس سور کے باج
پڑیا سو دور میں اس گل بدن سوں — ہو کر سلتے ہیں کانٹے تن پوراں روں
یوں بن نیں ہے میرا کوئی محرم — جو بولے پھول سوں جا کر مرا غم
یوں کوں کہہ کہ اے خوش باش بالے — مرا دکھ پھول سوں ٹک بول یارے
اگر اچھتا تو یارے کا مرا تن — میں اڑ کر ہلاں تے جاتا کہ ہر یک فن
کہاں وو پاؤں جو میں اس تلک جاؤں — وہ انکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاؤں
صبا اٹ یوں لگیا کرنے کوں زاری — دیکھ یک دن شاہ اس کی بے قراری
لے کر بلبل کے پنجرے کوں اپس ہات — لگیا شہ بولنے بلبل سوں اس دھات

ہوا ہے کی۔ ترا سر یوں پریشان ؟ پریشاں جیو ہور خاطر پریشاں
ہے تجہ میں کیا بدل بارے کی عادت توں کی، پکڑا ہے بارے کی خصالت؟
توں کس کی نین کی خاطر ہے بے خواب توں کس کی زلف کے بدلے ہے بیتاب؟
مرے دھر بول توں کس کا ہے مجنوں؟ ہے کس لیلی کی خاطر دل ترا خوں ؟
لیا ہے کوہ کن کا توں جو پیشہ لگیا ہے کس نگہ کا تجہ کوں تیشہ ؟
بھنور توں بول مجہ کس پھول کا ہے توں بلبل بول کس مقبول کا ہے ؟
دریا تے نین کے موتیاں کے تئیں رول دیا بلبل جواب اس دھات موں کھول

بیان کردن بلبل پیش پادشاہ

بھلا ہے دکھ مرا کئی نا سنے تو اگن کے پھول میرے نا چنے تو
کسے کوں درد دیو دل ہیں جو ہے پور زمیں ہے سخت ہور اسمان ہے دور
وہی جانے یو دکھ جس پر گھڑیا ہوئے جو گئی پر ہے کے پھاندے میں پڑیا ہوئے
پچھاڑیاں غم سوں کیوں کھاتا اہے دل وہی بوجھے گھڑیا ہے جس یو مشکل
نہ کہتے جاتا نہ آتا ہے کہنے ہیں نہ کہئے میں فائدا نا چپ رہنے میں
ہر یک تلتل ہو کر جاتا ہوں پیلا پرت میں نیں مرا چلتا ہے حیلا
کہوں یو بات کیا میں جیب پر لیا کہے تو بات کس سوں فائدا کیا
نین بلبل کے غم سوں شاہ کر نم آپس کے دو کنول تے کاڑ شبنم
کیا اپنے غم کے بن کے درد کے جھاڑ درنگ پر کام اپنا توں نکو پاڑ
شکر بن کھائے نیں ہوتا منٹھا کام نہیں پڑتا ہے سچ بے مشورت کام
مرے دھر بول اپنے جیو کی بات کہ شاید کام تیرا ہوئے منج ہات

سنایا شہ انگے بلبل جو کچھ مطلب تھا اپنا
دیکھیا سو عشق کی شدت ہوا سو بے طرانی

دلاسا شاہ تے بلبل جو پایا زبان مطلب کے باتاں سوں اُچایا

لگیا کہنے اول گذرے سو باتاں   برہ اس نین سوں کیتا سو گھاتاں

مرا تھا باپ سوداگر ختن کا   نہ تھا پروا اُسے کچھ مال و دھن کا
بڑا تھا بھوت سب سوداگراں میں   اتھا مشہور سالم بندراں میں
مناں سوں تھا نہ یا کھنڈیاں سوں سنا   تھلا کھاں اشرفیاں کرڑاں سوں ہتا
قماشاں کے جدھر دیکھے بی بستے   رہے تھے لے دوکاناں پر دور ستے
ہریک کا لگ کے ہریک کے اوپر مول   رکھے تھے سب نمونے کے بدل کھول
حریر و بافتہ سالو سری صاف   مشجّر، تاختہ، دارائے زرباف
سمور و سندس و سرمک خطائی   سلیلی، صاحبی ہور کربلائی
خزو اکسوں و اطلس دق و دیبا   ختک ہور طاش، خطی سوف زیبا
مطبّق، نیک و سقلات و مخمل   قلمکاریاں و چھینٹا ہور ململ
پتمبر وار چھینٹاں ہور سوسیاں   تھے شالاں خوب کشمیری و طوسیاں
بہوت نازوک ہندی بنجقولے   بہوت باریک تاواں ہور پتھولے
یونا ہو کر بی سودے تھے دریائی   ہے جس میں فائدا دیوڑی سوائی
پیتہ چلتے تھے کشتیاں ہور کھڑے تھے   دریا گرجی سوں سک کے گدگڑے تھے
پیتے اس قافلاں کے تھے سکیناں   نہ ڈھو سک تنگ آئے تھے زمیناں
ستم دو دن جو گاڑیا تھا گڑا وا   پڑے تھے بندراں سالم بڑا وا
کدھیں سودا لے کر جاوے عرب کا   کدھیں شیشہ لے کر جاوے حلب کا
کدھیں سودا لجاوے روم سوں شام   کدھیں جاتا بنگالے پر تے آسام
کدھیں واسط سوں جاوے سفرائن   کدھیں جاوے صفاہاں تے مداین
کدھیں تبریز تے شروان جاوے   کدھیں ہمدان سوں کاشان جاوے
کدھیں ارمن سوں جا منزل کرے طوس   کدھیں اترے جو یک منزل اچھے اوس
کدھیں اچھتا مقام اس کا سراندیپ   کدھیں شیراز اچھتا ہور اردبیل

وطن کر چھپا یو وو ذا اچھتا ختن میں
کدھیں دکان کھولے جایمن میں

کدھیں شیراز سوں جاتا دماوند
کدھیں جاتا بخارے سوں سمرقند

کدھیں کابل تے یہ لاہور جاتا
کدھیں مانڈو کدھیں ماہور جاتا

تجارت کے بہت سودات سوں وو
گیا یک مرتبہ گجرات کوں وو

اتھا میں اس سفر میں اس کے سنگات
گھڑیا سو کیا کہوں اوس ٹھار پر گھات

مرے اس وقت تھی اوّل جوانی
نوی انپڑی تھی مج کوں شامانی

جوانی کے برس سو بیس لگ ہے
بندھے ہیں حد بڑے تا بیس لگ ہے

کہتے ہیں باضرورت تا چہل سال
بڑیاں کوں ہے سمج پیلاڑ کا حال

اتھی اس ٹھار پر زاہد کو بیٹی
بڑی یک خوب کنی عابد کوں بیٹی

چتر، چنچل، سرگ، کنتل، سہانی
نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی

کہوں کیوں میں الک کوں اس کے سرکاں
سرک میں دل کشائی کے اتر کاں

بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے کر
وو کاں ہے نور محراباں کے اوپر

چندر آدھا کہوں گر ہیں پشانی
چندر آدھا نہیں ویسا نورانی

کہوں کیوں اس کے میں پلکھاں کوں تیراں
ہوئے نیں کوئی تیراں کے اسیراں

نین کوں نرگساں کہنا ہے ناساز
چمن کے نرگساں میں کاں ہے وو ناز

نین نرگس کہنے کا سو ہے زوری
کہاں ہے نرگساں میں لال ڈوری

کلی چنبے کی کرنا سک کوں لولیا
دنے تشبیہ میں ناسک کوں بولیا

کہوں رخسار کوں کیوں اس کے لالا
ہر یک لالے کے درمیانی ہے کالا

ادھر کوں لعل تھے کر کیوں کہوں میں
وو نرمی ناز کی کس لال میں نیں

دسن کوں کیوں کہوں انار دانے
اتھے اس پر دیوانے ہو کودانے

ٹھنڈی کے سار جگ میں سیب کاں ہے
پو اس میں عشق کا آسیب کاں ہے

کہوں جوبن کوں کیوں میں تریّ نور
ہے قبیے نور کے، اس پر بلا دور

کنے پھل گیند مج آتا ہے نمان
کروں گا پھول کے گیند اس پو قربان

کہاں ہے کروراں میں اس کے آثار / شتوں میں کروراں کوں اس پہ تے وار
کمر کوں کیوں کہوں میں اس کی شرزا / کمر کے سامنے شرزا ہے، ہوزا
سرو تھا کیوں کہوں میں اس کے قد کوں / انپڑتے کاں سکت اس قد کی حد کوں
میں سر تے پاؤں لگ اس موہنی کا / کرتھا تیوں، کیا صفت کرنے سکوں گا
جو کوئی اس چال کو ہنس کر گیا ہے / ہنسو گرتس پہ ہنس ہنس گر گیا ہے
ہوس اس دیکھنے کا مج کوں آیا / تماشے کوں مرا دل سر اُچایا
جو یاد آتی اتھی وو چلبلی منج / تو ہوتی تھی سینے میں گدگلی منج
پیاری کا پرت پیارا لگیا سو / پرت کا ٹھنڈ ہور بارا لگیا سو
اول تھا حال کچ آخر ہوا ہور / پرت کی چٹ پٹی مجہ کوں لگی زور
لگے چشمے ہو کر نیناں ابلنے / لگیا جیوں شمع ہو کر جیو جلنے
لگیا سو بھار دل کوں بات کرتک / اسی بایاں سوں بھیا دل میں دگ
کلی نمتے ہوا دل تنگ ناشاد / ہوا ٹکڑے گریباں پھول کے ناد
دھوئیں آہاں کے ہو سر پر بدل چھائے / گرم بھاپاں سوں ہوٹاں پر چھلے آئے
ہوو وا تار پرمن ذات بدلی / طبیعت کی مری سب دھات بدلی
ضعیف ایسا ہوا اس درد سوں میں / اجل منج پیرہن میں ڈھونڈ سکے نیں
سچ کر رہے جو کوئی تھے ہم ترپیاں / لگے دینے گواہی آستیناں
لگے کہنے ہر یک کئی یا کو پچھانا / وو ہے جانا فلانے کا فلانا
جو اس کوں دیکھنے کا منجہ ہوا ذوق / جو آیا دل منے میرے ابل شوق
ہریک نس جاؤں اس دھن کی گلی کوں / پلو چھپ کر دیکھوں اس اچپلی کوں
سینے میں دم کوں لپٹے سا ندلے کر / کمر کوں اپنی دامن باند لے کر
نہ دیکھے کوئی تیوں آہستہ ڈگ ڈگ / چلوں اس کا ند تھے اس کاند کوں لگ
ترنگ پر شوق کے ہو سوار ہر نس / پیادہ جاؤں گھر لک دیکھنے تس
نکیلا اوس گلی میں کئی نہ دو جا / چلوں میں چندنی کی دھوپ میں جا

کہاوس چندر بدن کے گھر طرف موں — ہر یک بنس نین کے تارے بکھیروں
ہر یک شب غم سوں وہ مہ جو اچھے جاں — دھویں سوں آہ کے باندوں کھلاواں
کروں ہر شب نیں سوں آب پاشی — اُساساں سوں کروں ہر دم فراشی
کیتک دن کے پیچھے امید کا سُور — مرے نجتاں کے نیناں کوں دیا نور
نصیباں منجہ سوں جو آخر ہوے یار — مرے طالع ہر آیا، سورک، بار
یکایک جھانک کر دیکھی مجھے نار — مرے ہیرا اس کے دو دید سے ہوئے چار
نظر کا باز اُڑیا سو اب نہ رک سک — ہوا میں حسن کی اس کے رہا تھک
گیا سو دشت کا آہو نکل کر — پڑیا اس مکھ کے گلشن میں پھسل کر
اسے دیکھ عشق سوں میرا جھلیا دل — ہمن دونو کے دل رہے ییک ہو مل
ہوئی سو مہرباں آخر پری زاد — کروں جیوں یاد میں وو بی کرے یاد
کدھیں میں سر سوں چلتا جاوں اس لگ — کدھیں وو بی رکھے مجھ نین پر پگ
کدھیں میں اس کے جاتا تھا قدم کن — کدھیں میرا کرے گھر وو بی روشن
کدھیں انیٹراوں میں اس گھر لیجا کر — کدھیں انیٹراوے وو بھی منجہ گھر آ کر
کدھیں اس دھات سوں انس سب گذرتے — کدھیں جا پر رہتے لوگاں کے ڈرتے
کدھیں کئی نا سنے تیوں بات کرتے — ہلو باتاں اشارت سات کرتے
کدھیں دیکھ مسکٹیاں میں دیتے نو آتے — یکس کوں ایک نظراں میں چراتے
کدھیں دیکھیں یکس کا ایک دیدار — پیارا انکھیاں پلک کوں نا پلک مار
بہر حال اس سند سوں مل ہمیں دو — محبت سوں رہے تھے ایک دل ہو
یکایک یو خبر زاہد کوں انیٹرا اڑے — یوں اس کے دھیر جاجا چاڑی کوئی کھائے
نہیں کچ خوب چاڑی کا ہے چاکلا — ہے چاڑی خور کا موں جگ میں کالا
نہیں آتی ہے چاڑی خوش خدا کوں — نہیں بھاتی ہے چاڑی مصطفیٰ کوں
نہیں بچاڑی علی کس تے قبولے — بزرگاں کوئی نیں چاڑی پوچھو
لگیا زاہد خبر سن تلملانے — آپس میں اپ بچھاڑیاں غم سوں کھانے

حیا پر کا اُڑیا، کرسن کو سر پوشس
ہوے اس ہوش کے طبقان فراموش

نکھیا ہے سو انٹرتا ہے و لیکن
رہتا نیں جیو روئے ہور تیپے بن

ٹرپیا سو شرم کا گوھر نکل کر
دریا غیرت کرا آیا اُبل کر

لئے دیکھ آبرو جگ میں نصیباں
اجائے آبرو کی آگ جیباں

کہے ہیں جیو تے پیارا اہے شرم
خدا سب کا رکھن ہارا اہے شرم

ہو کر سب خلق کی کثرت سوں تنہا
دو جا حجرے نیں خلوت سوں تنہا

کھڑیا یک پاؤں پر ہو سرو کے دھات
پسار اپنے دو ہت جیوں ڈاک کے پات

منگیا صورت ہماری ہونے تبدیل
منگیا صورت، ہماری ہونے تبدیل

تھے رحمت کے کھُلے اس دن کواڑاں
کھُلے تھے فیض کے اس چمن کواڑاں

دعا جیوں تیر ہو، اس کی سحر کی
سپہر میں ساتوں انبر کے گذر گی

اجابت کے نشانے پر لگی سو
قبولیت کے شانے پر لگی سو

ہوا یں ماتمی کسوت سوں بلبل
ہوئی زاہد کی بیسٹی صورت گل

رہیا ہے تو تے منج میں درد ناکی
گئی نیں تو تے اس کی سینہ چاکی

ہے منج میں تو تے سنبل کے نمن تاب
وو نرگس کے نمن ہے تو تے بے خواب

دعا سوں ختم بلبل بات کوں کر
کہیا یوں مختصر اس دھات کوں کر

کہوں کیا میں تجے معلوم ہے سب
مرے سو بخت ہور تیری نظر اب

در بیانِ صورِ اصلی یافتن بمعجزۂ خاتم

انگوٹھی اسم اعظم کی پکڑ، شہ رات میں اپنے
پھرایا گل و بلبل پر ہو پھر کر شکلِ انسانی

سنیا سو بات وو شہ یاد لیا کر
خزینے دار کوں اپنے بلا کر

کیا، جا، اس انگوٹھی کوں لے کر آ
دعا جس میں لکھیں ہیں جیوں اثر کا

اگر ممسوخ ہے اس کوں پھرا دیں — تو صورت میں اوّل کی پھر کر آویں
دو شہ فرمایا تیوں جا بیگ خازن — کیا حاضر انگوٹھی کوں اسی چھن
انگوٹھی لے، وضوا اوّل پکڑ کر — وہاں تے آیتہ الکرسی کوں پڑھ کر
گل و بلبل کوں شہ آنگے منگایا — دونوں پر اس انگوٹھی کوں پھرایا
خدا کے فیض سوں تھے جیوں اوّل وو — ہوئے پھر آدمی کی شکل سوں وو
یکس تے ٹیک تھے صاحب جمالاں — یکس تے ٹیک تھے روشن ہلالاں
کہے ہر کوئی دونوں کا نجھا موں — کہ یو لیلیٰ اہے ہور وو سو مجنوں
دونوں کوں دیک آیا ہر کسے یاد — مگر اسیچ تھے شیریں و فرہاد
مگر دنیا میں پھر کر آئے ہیں کیا — کتے تھے جن کو یوسف ہور زلیخا
دیکھت یو حال شہ ہوبھوت دل شاد — لگیا لب کھول ہنسنے پھول کے ناد
تجے کرتا ہوں میں کرتار سجدا — کریا شہ شکر کا دوبار سجدا
اوّل باری ہوئے ہیں پھر کو آدم — اثر کرتار ہے دوجا سو خاتم
دونوں کوں شاہ پھر دکھلانے کوں جاؤ — کیا جاواں سوں دونوں کو ملا بھاؤ
مراتب یک بڑا دے کر اسے شاہ — حضوریاں میں اسے جاگا دیا شاہ
صبا امطر شہ کی وو خدمت منے آئے — قصہ سوں روز شہ کا وقت بہلائے

بیان بادشاہ وزیر شاہ

کیا شہ اس حضوری تے بچین یک خوب کہنج تے
کہ جس سوں دفع غم ہووے اچھے بھی راحت جانی

جو کوئی دھرتا ہے باتاں کا فراست — کتا ہے یوں حکایت میں حکایت
کہ یک نس اس حضوری کوں کیا راج — تو قصہ یوں کہو مجھ سامنے آج
جو اچھتا عشق کا کچ اس منے کام — کہ کاماں عشق کے ہیں سب تجے فام
پرت ہور بھوگ کے اچھتا یو دو من — کہ یو وو لذتاں ہیں تج کوں روشن

ادب سوں شمع کے نمنے کھڑا ہو
حکایت سوز کا یک یوں کہیا وو

سنا ہوں پادشہ تھا کوئی اوّل
ستاریاں سوں زیادہ تھا اسے دل

سرب دل کا بل اس پر تھا مسلم
بونداں مینہ کی دسیں تس دل انگے کم

بزرگی میں سورج تے محتشم تھا
اسے ذرّیاں ستی اگلا حشم تھا

وو شہ یک دیس مجلس کوئی بھرا کر
جو بیٹھا تخت کے اُپرال آ کر

خبر انپڑا اسے لیا ایسے میں شہ کوں
کئے آگاہ آ ایسے میں شہ کوں

کہ یک کئی چین کا آیا ہے نقاش
بچھتر نقش لکھ لایا ہے نقاش

سنیا جوں شہ یکا یک چین کا ناؤں
پڑیا غم میں پھسل کر عیش کا پاؤں

وزیر یک اس طرف لشکر لے سنگیں
گیا تھا ملک لینے چین کا جھیں

خبر جس آئی تھی کئی دن تے واں کی
سنی نئیں گئی تھی بات اس کی زباں کی

اپس کوں جگ میں دکھلانے کوں بلکا
کہاں بیٹھا ہے لے کر ملک بلکا

سپہ سالار اوپر بدگمان ہو
ریشے سوں دسیا شہ جیوں کماں ہو

ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں بیں
کہ جاتا ہے لوا جیوں میان میں بیں

جو کئی پھیر پھر کو بدلا وے ہے ایماں
تیراں سارا اس کوں کرنا ہور قرباں

جو کئی ایکار کیس کا نا کرے یاد
فلک چھیلوا اُسے جیوں زنگ کے تار

اندیشا خوب نیں کر دل میں آ کر
ندیم یک تھا سو بولیا اس بلا کر

حکایت بول کر یک، دفع کر غم
توں دل سوں ہر سنہ یو رفع کر غم

اوّل تے وو سمجھتا تھا حکایت
مناسب سات بولیا یک روایت

حکایت نقل روح

حکایت خوب یک شہ کن ہنر مندی سوں بولیا وو
سکایا تھا اسے جوگی منتر سوں نقل روحانی

قلم کرتا اہے نقل ایسے فن سوں — کرے جیوں روح کوں وو نقل تن سوں
کہ یک راجا بڑا کئی گور میں تھا — ہنر ہور فہم کے بی دور میں تھا
اتھا وو معتقد جوگیاں سوں دایم — ملے وو خاک کے جتو گیاں سوں دایم
تھے جوگیاں بھوت اس کے اعتباری — کرے ہر ملک کے جوگیاں سوں یاری
سٹیا تھا دوستی کا یوں وو پایا — سو یک دن ٹھیک جوگی کئیں تے آیا
لگا کاناں کوں مدرے ہور چکری — سنگی یک ہت میں یک ہت میں کھپری
ہر یک مدرا سو جیوں سورج چندر تھا — گھلے کے ناد اس ہت میں چکر تھا
سنگی قوس و قزح کے سار رنگ دار — کھپر تھا اس کنے خوش دلوں کے سار
لگا کر ایرا ایسا تن اوپر خاک — دسیاں یوں جھمکیں جیوں ثریا ہے افلاک
اپے جا کر کوں لیا یا شہ بلا اس — لگیا احوال پوچھن بیسلا اس
کہ کاں اچھتے تمیں کر بھٹا رتے آیے — کرم تھا جو درس ہمنا کوں دکھلائے
کیا جوگی، کہ اے شاہی کے ماتے — ہمیں ہیں کون آنے ہور جاتے
جو کچھ کرتا سو حق، کرتا نہیں ہور — ہے بات اس کے ہماری نات کی دور
بہرحال اس رکھیا شہ دے مراتب — کیا تھی دود اس کوں روز راتب
دیکھیا سو شاہ کا، جوگی بہت پیار — کیا میں بی کروں یک اس پر ایکار
منتر سکھلاتیا یک کاڑ کر بید — اتھا جس میں جو نقل روح کا بھید
منگے تو جسم میں ہر کس کے جانا — منگے تو پھر کر اپنے تن میں آنا
وزیر اس شاہ کنے تھا ایک کامل — ہر یک تدبیر میں تھا بھوت غافل
قضارا اس دیاں میں یک کھیل کام — کھڑا سو بیگ آیا دے سر انجام
کیا شاہ اس یہ ہو کر بھوت خوشحال — جو کچھ منگتا سو منگ لے نیک اعمال
وہ پھر یوں شہ سوں بولیا سیس جھکیں دھر — تری ہمت سوں کم نیں سیم ہور زر
کرم بخشی تو اتنی نئی کریا ہے — منگوں کیا تیری دولت سب بھریا ہے
ہنر جو شاہ اس میانی سکے ہے — جو نقل روح ازمانی سکے ہے

اگرچہ شاہ ہے حکمت منے یم
نہیں قطرے سوں ہوتا ہے دریا کم

ہنر کے ہے گگن کا شاہ جیوں بھان
نہیں سورج کوں یک ذرہ سوں نقصان

نظر رکھ مجہ کنے کے اپر شاہ
عجب نیں ہے کریں تو اوس سوں آگاہ

سنیا سو شہ سراسر اس سوں یو بات
لگیا اندیشنے لاگال کوں بات

گیا میں یو ہنر جو اس کوں سکھلاؤں
دئے تیوں ہے موں میں جانسا چپکیا اوں

یو مایا یوں ہے دنیا اس کو آنپڑ
کہے تیوں ہے سچھر آیا توں پر پڑ

بکٹ یوں ہے یو بات اس کوں دکھاتا
ہے جاتی سو بلا کوں جیوں بلاتا

و لے یو لیا ہوں میں ہر کچھ منگو کر
ہری بخشش سوں دل اپنا رنگو کر

نہ بولوں گا تو آتی ہے دردغی
دروغی میں ہے حاصل بے فروغی

اگر شاہاں جو جھوٹی بات لیا نگے
جگت میں کون شاعروں کوں پتیا گے

یو باتاں سمجھ لے کر سب اول
کہا اس سوں خدا پر کر توکل

بیان شکار کردن و سیر کردن

ہرن کے جسم میں جیوں شہ سٹیا پرچھیاں میں جیوں کے
وہ سگ نے کینہ ور ہو کر دکھایا فعل شیطانی

ہو سناک اس بچن کا اُٹ ہوں دھر
لگایا بات کے پنکھی کوں یوں پر

گوئی تے شرق کی جیوں سور کا اگ
جو نکلیا موں سوں اپنے کا اڑتا آگ

ہرن مہتاب کا کھایا دیکھ اس رم
جو پھرتا تھا گگن صحرا میں بے غم

نکل کر باز آیا مُصود کا جب
ستاریاں کے اڑے مرغابیاں سب

گیا شہ صید کا اس دیس آہنگ
چرندے ہور پرندیاں کا دیکھ رنگ

شہی کا تاج اپنے سیس پر دھر
خیال ایسے ترنگ

چلیا لشکر کوں لے سب اپنے سنگات — اتھا وو بی وزیر اس شاہ کے سات
بہر حال اس طرف تھا ایک جنگل — اتھے بار اس دناں میں پھول ہور پھل
بیتا وو داٹ تھا جنگل جو کھول آنک — نہ تھا قدرت سورج کو دیکھنے جھانک
دسے وو اس روش چو پھیر چھا کر — کھڑیا ہے کیا مگر آسمان آ کر
اگر بارا کدھیں واں بیس کر جائے — تو آوے سیس کوں واں بیس کر جائے
کر چھایا تھا سو بن چار وکدھیں وو — سہادے میں دسیا سب کوں گگن وو
دسے یوں ہو کہ پھول اس ٹھار سالے — گگن پر جگمگاتے جیوں ستارے
دسے پنکھیاں کے یوں اڑتے سو واں دل — چلے جیوں تول سوں بارے کے بادل
زمیں پر واں کی لیتے تھے چرندے — گگن کوں ڈھانپ لیتے تھے پرندے
لے لشکر شاہ اس جنگل میں بیٹھیا — ستاریاں سوں چندر بادل میں بیٹھیا
ہوس کا درس ازبر کرن بارے — سیہ گوشیاں کوں تختیاں تے اتارے
ہتیاں کی پیٹھ تے جھولاں کو کاٹے — چتیاں کے گل نے دیتے کھول ناڑے
سیہ گوشاں کے تختیاں بی اتا لے — چرندیاں میں اچانے کو دھولا لے
ہر چیتل چکاریاں کوں کرن جوڑ — لگا دے تھونک پٹیاں وین ہوتی دوڑ
چیتے دکھلا کے اپیں کر غلولے — پڑے ہرناں پہ ہو کر توپاں کے گولے
سیہ گوشاں کوں دیکھ وحشی سیہ گوش — ہوئے بے ہوش کر ہوشاں فراموش
کتے ہرناں پہ یوں کیتے اڑاناں — اگن کے جس روش اڑتے ہیں باناں
سیہ گوشاں چکاریاں پر پڑے یوں — کماناں تے جو تیراں چھٹتے ہیں جیوں
چیتے سب تن کے ٹیکیاں سات کالے — [illegible] یوں جیوں چرندیاں کے ہیں جالے
یک یک کوں دور تے یک یک کوں دکھلائے — بلوں نزدیک چھپتے دشت جیوں آئے
کتیاں کے دانت تھے بلکہ درانتیاں — چرندیاں کے تھے جنگل کی درانتیاں
ہر یک اونچی نوانیاں میں ہر یک ٹھار — جنگل کے وحشیاں کوں یوں شکار
لگیاں بہنے ندیاں لہو کی وہاں سب — زمیں لہو سوں چکر ہوئی جاں تہاں سب

بڑے دیگ جانور جتیس کے ایرڈاٹ
محل تھا ٹیا یکڑ اسمان کی باٹ

بچانے کر ایس کوں اس خطر تے
چھپی پاتال میں جاگا تے ڈرتے

ہوا پر دیکھتے پنکھیاں کے زوریاں
چکاتے پاؤں نے بازاں کے ڈوریاں

ہوس ناکاں دکھا کر اپنے انداز
کتے چمکار کر بازاں کو پرواز

کلہ انکھیاں پوتے بہریاں کی کاڑے
کنک ہور سیاں ہوتی اس حق میں گاڑے

یونا ہو کر بھی یک دھر لوگ تھوڑے
چھوٹے کھول کر لگڑاں کوں چھوڑے

ترستیاں ہور شکریاں ملکے جھٹ پٹ
ہوئے جا کر پنکھیاں کے سات لٹ پٹ

ہوں پنکھیاں کے دکھلا دورتے موں
اڑائے یک طرف تے شاہنیاں کوں

دو شاہیں یوں چلے پنکھیاں کے دنبال
دعا جیوں کا ملاں کی جاوے اپرال

زمیں پر آئے یوں پنکھیاں سو وو مل
قضا جیوں آسماں تے ہوے نازل

سینے پر نوک دھر پنکھیاں منے ٹھاب
لگے سٹنے گلے چنگل ستی چانپ

پنکھیاں کے پاؤ ہور پنکھیا کے ٹھوسوں
دسیا میہوں ہور بارا ہوکے سب کوں

ہما دیکھ حال پنکھیاں کا نظر سوں
رھیا کس کی نظر نا پڑ کو ڈرسوں

دیکھت مرغاں کوں سارے کئے سو بھانے
چھپا بھی مرغ جا کہ قاف میانے

ہواحاں کا پرندیاں سات کر صاف
زمیں واں کی چرندیاں سات کر صاف

ہوا رغبت جو گھر کا شہ کوں غالب
پھرا واں نے لے شاہی کے مراتب

کریا سو آخرا اپنا کام تقدیر
ثریا شہ یک دھر ہور لشکر یک دھر

ثریا شہ ایک دھر ہور لشکر یک دھیر
قضا کیس گھڑی دیکھو ثب اس سیر

وزیر اس باج نیں تھا شاہ کن کئی
زحل بن اس نہ تھا اس ماہ کن کئی

لیکا یک دیکھتا ہے پاٹ میں تو
ثریا ہے یک ہرن جیو اپنا کھو

رھیا ہے جیو سوں تن ہو کو خالی
نہ تھی کچ تن منے دم کی اٹیالی

ہلے کیوں کر کہ جیو کا کھیل نیں تھا
لیتی ساری تھی اتا تیل نیں تھا

کیا شہ تن ست اپنا اس منے جاؤں
ہنر کیا ہے؟ سو پڑدے تیج اڑاؤں

جنگل بکرتاوں ٹک ہرناں کوں بارے   پھروں لے پیٹ سوں ہرنیاں کو سارے
ہر یک جا آہواں کوں دیکھ اکھلاؤں   غزالاں کوں ایس کا زور دکھلاؤں
ہوس اس بات کا جیوں من میں آیا   ایس کا جیو ہرن کے تن میں بھایا
ہرن ہو کر چلیا جوں سیر کوں شاہ   چلیا پھرنے کوں جوں اسمان دو ماہ
وزیر اس شاہ کے دیکھا جو تن کوں   سو لکھن جیو کے اس پیرہن کوں
مکس اس سلطنت کا دل میں آیا   حکومت کا ہوس اس دل میں آیا
دلی نعمت یو اپنے ہو بد اندیش   بدل دیکھو کیا کیوں نوش سوں نیش
نہ باقی رکھ کے ذرہ کچھ جسد میں   سٹیا جیو آپنا شہ کے جسد میں
مبارک تن میں شہ کے یو وو آیا   سنے کے جام میں جیوں زہر پایا
جسد اپنا کھر لگ سوں توڑ کر سٹ   ہرن کر شاہ کوں، تھانہہ کیا چٹ
جو سورات آ کے اس کے دل میں داٹی   مروت کی سٹیا آنکھیاں میں ماٹی
نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ   نمک کھا کر نمکداں کوں سٹیا پھوڑ
وفاداری کی سٹ دل تے صفائی   کریا صاحب سوں اپنے بے وفائی
چڑیا سو بات سٹ کا پاک تن وو   سیلیاں ہو چلا وہیں اہرمن وو
وو مکار اس سند سوں سلطنت لے   ہلوں وہیں تخت بیٹھا مملکت لے

چلا وو بد گہر واں تے محل میں تمنا کی رانی کن
سمجھ اس کی خصالت کوں رکھی تھی ایس رانی

تھی رانی شاہ کو یک ستونتی نانوں   جنے سورج کدھیں دیکھے نہ تھے چھانوں
تہیں بکیڑی تھی وو گھر کی کدھیں بات   نہ دیکھی کیں پلک کے کھول کر پاٹ
کدھیں درپن میں جو کچھ دیکھنے جاتے   دیکھ اپنے نین کی پتلیاں کوں شرماتے
کدھیں ہوے کنگوی جو کھولنے بال   نمونا ہے پنچے کا کر دیوے ڈال
کدھیں نرگس جو پڑتی تھی نین تل   ایس کے کھنچتی تھی مکھ یو آنچل
سدا شاکر تھے اس کی گت پچھیاں   سنواں کھاتے تھے اس کی لوبیاں

وو ست کی ستونتی اذبار ناری — ستیاں کا مال ست سوں رکھنے ہاری
جو دیکھی وو چلن ہور اس کی وو چال — کہی خالی خلل سوں نیں ہے یو حال
کہ لگتا ہے منجے وو شاہ یو نیں — سنبھالوں یار ہے ممکن ہے ملک میں
نہیں وو خوب جو ہونا پشیمان — سنبھالے کوئی دن تو کیا ہے نقصان
وو کرنے کوں جو آوے سیج پر چال — ہنر سوں دیوے ستونتی اسے ٹال
غرض منڈی کے لے آوے تو وو فن — کرنے بہانے سوں دفع الوقت وو دن
پڑیا سو دن پو دن وہیں بیرہ کا بھار — اسے دکھلائی اپ سیں کر کو بیمار
نہ دی وو ست بھری کس بات کوں راہ — پڑی برہے میں تس دن کھینچتی آہ
تھی آپس میں اپے روتی وو تپتی — رہی نرجیو ہو اس جیو کوں جپتی
لگی گھٹنے وو چندر ہو کو دن رات — سنو یاں تے کتا ہوں جیو کی بات

ہرن کا جلوہ ہو کر شہ اٹھیا اپنے محل پر جیوں
پھر اک تدبیر سیتے وو دکھایا شکل انساں

کتیک دن ہو ہرن وو شاہ بھولا — رہیا تھا سب کسی سوں ہو ابولا
ہرن کے تن میں شہ کا جیو سمایاں — جو مشک اچتا اسے نافے منے جیوں
دل اپنا تنگ کر نافے کے نمنے — گھٹے خون جگر نافے کے نمتے
جھکے تب دیکھ اپس کے پاؤں آپچھی — بجکتا دیکھ اپنی چھاؤں آپھی
جو غم جس وقت دل میں یاد آوے — ہرن کی شاخ نمنے پیچ کھاوے
نہ کر سک درد دل کس سات ظاہر — عجبتے ہوں ہر گھڑی وو شاہ صابر
بجز سایہ نہ دیک سنگات بھی کئی — دریغی سوں کہے یوں دل میں ہور رئی
خدا اس کوں دیوے گا کیا بھلی پاٹ — گیا ہے جن جنگل میں یوں گلا کاٹ
دیکھو اوّل وو کیوں خوبی سوں بیٹھ آ — برائی دل میں ستی کیوں اندیشا
کر اول گرم مجہ سوں دوستی کوں — کیا مجہ سرد آخر دشمنی ہو
سمج نیں تھا بلا یوں لا کو بھاگا — بلا میں بھاد غایاں دے کوں جاگا

بہرحال اس سند چندر روز تھا شاہ — سو دیکھا رہ میں ایک طوطے کوں ناگاہ
نہ ملتا ہے نہ چلتا سپے موا تھا — تمام اڑنے سوں کام اس کا ہوا تھا
دیکھا اس شہ دل میں لایا اہے یو خوب — کہ طوطے سوں کروں میں ایسے منسوب
جو ہر کس کوں سکوں کہنے کوں مقصود — مرا اس کام میں بیگی اچھے سود
گندا اپنے دل منے اس بات کا ہار — ملن کے نادراواں کا ہوا سار
جدا ایک زندگانی کا کیا مست — خضر کے نادکیتا سبز کسوت
کر اپنی روح کا طوطی یہ سایا — زمرد کے نوے پنجرے میں آیا
پھرا کر بھیس آہو کا ہوا طیر — یکایک وین اڑا سو وو سبک سیر
شکاری کا وہاں نزدیک تھا گھر — پکڑ کر بیچتا تھا وو جناور
اسی کے گھر پو جا ایراں اتر یا — وہیں پاتاں منے در حال آریا
شکاری دیکھ پکڑنے کوں بجد ہو — لگیا گرنے کوں بہاندا مستعد وو
ترت راواں خیال اس کا سمج کر — اچا گردن، مونڈی کوں اپنی کج کر
کیا یوں وو ایس کے راز کوں کھول — اٹھیا یوں وو بلند آواز سوں بول
کہ اے پنجرے ہمارے نت ڈھون ہار — ہمن ایسیاں کے لیے نس دن طلب گار
پکڑنے کے بدل حیلیاں سوں جج کوں — مشقت کھینچتا ہے کیا سبب توں
ستم آیا ہوں تیرے دام میں میں — آپی ہوا اس پڑیا ہوں کام میں میں
ولیکن بیچ توں مجھ، شاہ کے پاس — دو لک تن میں نہ دیے گر کم ہو یک ماس
کر ایسا شرط راواں اس سوں ہر حال — کیا اپ سوں حوالے اس کو در حال
بچارا وو جو یک بار اس کوں پایا — لگا یوں اس کے تن میں جان آیا
شتابی سوں لجا اس، شاہ کوں دے — پھر اپنے گھر کوں آیا مال و دھن لے
شکر ایسی وو شن راویں کی گفتار — رکھیا حیراں ہو وو شاہ مکار
منجی پاتاں سوں اس کار کھ منواؤں — رکھیا اس ستونتی رہتی تھی جب بھا ملا
شکر کی اس، چھری ہے کر نہ جانیا — خرابی ہے کر اپنی نیں پچھانیا

اچھا چند روز یا رہے واں وو راواں
دیکھی پنجرے میں سوں نت جھانکتا واں

کتک دن کے پچھیں فرصت جو پاکر
زباں آہستہ نرمی سوں اُچا کر

کھیا اس دھن سوں یوں اے سروآزاد
جوانی کا ہوا کی رنگ برباد؟

ہوا کی خم بنفشہ کے نمن قد؟
جو کرتا تھا سدا اے سرو کوں رد

کلی کے ناد دل کی ہے تراتنگ؟
گل سوری نمن کی زرد ہے رنگ؟

رھیانیں زلف کے سنبل کر اتاب
گیا رخسار کے کی پھول کا آب؟

لگیا ہے تجہ کوں کس کے درد کا تیر؟
ہوا کی غم سوں گل کر دل ترا نیر؟

ترے دو نیں کی دستے ہیں یا یاں؟
پڑے کی مہ کے نمنے کچھ پوچھا یاں؟

چلے سو دل سوں اپنے مار کر آہ
دیتی پھر کر جواب اس دھات وو ماہ

کہ سب عالم اوپر روشن ہے یو بات
دلوانیں سو سہادے کس مثلات

جو نیں جس کے اچھے کاموں میں مقبول
وہ کیوں کر خوب ستاموں سو توں بول؟

جو نا پھرتا اچھے جس تن منے دم
کیوں اچھتا، تو نچ اس کا بول عالم!

برہ میں جیو دینا بھوت آساں
ہے جینا پیو بن مشکل ککر جاں

پریشانی میں گرچہ میں علم ہوں
محبت میں ولے ثابت قدم ہوں

اگرچہ شمع کے نمنے جلی ہوں
ولے جاگے تے اپنے نیں ٹلی ہوں

جو طوطی قایم، اس یاری میں دیکھیا
محبت کی وفاداری میں دیکھیا

انجو موتیاں کے اپنے ڈھال کر ڈھال
کھیا سب اس کے دھر گذریا سو احوال

سنی یو بات جیوں وو پاک دامن
لگیا اس، آئے تیوں پھر تن میں جیون

سنی جو ماجرا بلقیس دوراں
لگیا اس، آئے تیوں پھر کر سلیمان

عجب کچھ دیس راحت کا اچھے وو
بچھڑ کر گئے سو یاراں آملے وو

ہنر لیتی اپس کے نفع کا پوچ
لیتی تدبیر اس کے دفع کا پوچ

کہا طوطا وو یوں اس ست بچاری سوں
حیا کے آسماں کی مشتری سوں

جو آوے گا ترے گن دو نا جا
اتھوں یوں بول نیں ہے توں وو راجا

گماں آتا ہے تجہ پر مج کوں ہر چھن — کہ دھرتا تھا وو نقل روح کا فن
منجے گا ہے دیکھیا تھا وو عاقل — دیکھا اس فن میں گر یوں ہے تو کامل
دیکھانے گر ہنر آئے تو کافر — موئی قمری کوں اس کے سامنے دھر
کرے جب سعی کوں نا ہوسے تیوں فام — وہاں تے میں سمجھتا ہوں مرا کام
حرم میں ایک دن آیا سو وو کول — سکی تھی جس روش سوں تیوں اٹھی بول
اچھل پڑ کر کہیا جھٹ آپر آ — تو کیوں منج آزماتی ہے سو آزما
موئی قمری کوں لیا کر درمیانے — سکی سٹتے ہیں جیوں کئی آزمانے
ہنر کا اپنے دکھلانے کے تئیں زور — سٹیا قمری میں اپنا روح وو کور
وو طوطی اپنے اصلی تن کوں دیکھیا — جو خالی غیر سوں مسکن کوں دیکھیا
ترت جیو کوں آپس کے اس میں یا ڈیا — پکڑ کر تانگ قمری کی پچھاڑیا
سلیماں کے نمن پھر تخت بیٹھیا — خوشی ہور عیش کا لے رخت بیٹھیا
کھڑیا سو دکھ سراسر کھول کر موں — کریا اظہار اپنا حال سب سوں
دنیا پھر کر کرے ساز عروسی — لگے کرنے کوں سارے تخت بوسی
یکایک کئی وزیر ایسے منے آ — اوّل مدح و ثنا شہ کا بجا لا
گیا شہ سوں کہ اے فرخندہ طالع — گیا بدبخت وو یوں ہو کے ضایع
جوں یک شہ بھل کو کئی عورت کے ایراں — ہوا جیوں سلطنت کوں کھو کے پامال
یوسن کر بات شہ اس دھیر کر رخ — اسے یوں پھر پچھیا شاہ فرخ
بھولیا عورت پو وو کوتاہ بیں کیوں — گنوایا بات سوں اپنے نگیں کیوں؟
قضا سننے پوچھے کر شاہ کا من — لگا کہنے وو قصا شہ کے سامن
ہوا ہے عشق کا جس کوں اشارت — وو ایسے حسن کا لیا تا عبارت

گلشنِ عشق

۱۰۶۸ھ م ۱۶۵۷ء

از

نصرتی

ہوا اب ابتدا قصہ کنور منہر کے والد کا زمانہ جیتے خوش ہور تھی جیسے بن نسل حیرانی

اول دور میں یک بلند بخت تھا — جیسے ملک شاہی کرا تخت تھا
سہے نانو بکرم جگ آدہار تس — کنک گیر سو تخت کا ٹھار تس
نہ بکرم کہ تھا وہ سحاب کرم — ڈوبیا تھا کنک میں کنک گیر جم
جواں بخت یکہ جواں مرد اچھے — پڑا او پکار پر کاج پر درد اچھے
پتھر ہو سنا جس پرس چھانو نے — زمیں کا بل اُبلے دھن اس نانو تے
دستھیا جس کے گھر داس کی داس جم — ہوا قبال اچھے بندہ در پاس جم
دکھا اپنے طالع کی قدرت بلند — کیا تھا لگا جھل زحل کوں سپند
سعادت کے گوہر کرا مشتری — ادک بدھ کے باز ار کا جوہری
شجاعت پر اس کے سو بہرام رام — سدا سرخ روئی منگے اس تے وام
سورج تس جلالت کی جھل سوں جلے — چندر مہر انگے تس کے شرموں گلے
جب اس بزم کی چھب عروسی دکھائے — تو زہرہ ہو جیوں ڈومنی جلوہ گائے
سو غواص اچھے بحر گن گیاں کا — شہنشہ دسے شہر عرفان کا
دھرے صف میں اپنے چپ و راستہ — جتے فن میں ہر مرد آراستہ
عنایت جیسے رب نے بے ریب اچھے — کہ اس دھات گنجینۂ غیب اچھے
جو خالی کریں بحر ہور بر کی کھس — پڑے تس کے کونے میں جا یک رخن
دھرے بے گنت لشکر و پائے گاہ — جو دیا سو جتا یا دل ہور سپاہ
متی ہست جلقے کے تھے بے شمار — پسینے میں جھلتے رہیں گے ہزار
ہو پرتھم نے یک چتر راج ایں — کہا وے سو راجیاں کا سرتاج ایں
جتے راج بھاری بدل بھار سے — لگیں فوج میں اوس کے سردار سے
سبھا ہر مُصاحب کرے داب سوں — جتے چھتر دھارے تب آداب سوں

کمر باندھ خدمت میں تس صف بصف
لگالگ کھڑے ہور ہیں ہر طرف

دھر نہار تھا سور سا یک نظر
جنم یک روشن خاص ہور عام پر

دو بخشش تھا ہر دل ریش کا
نگہبان ہے کا نہ ہور خویش کا

نگر میں نوا کاج نت آئے دس
گھرے گھر بجے طبل شادی تے تس

دیا تھا خدا اس کوں سب گنج مگر
ولے سخت محتاج تھا بن پسر

دل اس کا اچھے گرچہ سب کچھ سوں باغ
دھرے پن نت اس غم تے جیوں لالہ داغ

اپس عمر کا جب ڈوبے آفتاب
خلف چاند سانیں سونا تب مناب

گگن بادشاہی کیڑا خوار ہے
یو تاریاں سے عالم پہ اندکار ہے

جفا اس اندیشے کا نہ سوس کر
کہے من میں یو آہ افسوس کر

اسی سوز میں کیا جنم کا چنار
بھسم ہوئے یک دن بھڑک دکھ کی نار

نہ دیکھے ین اس دکھ کے دریاز کو
خدا بن نہ تھا اس کوں ہمراز کو

خدا کی کرے باٹ میں خیر نت
لے نیکی دھرے بیر سوں بیر نت

سچیں اوس کے بخشش اتھوان گنت
کرم کا مگر بحر تھا باج انت

کہ جب خازن شب چھپا دے درم
کرن مہر طبلک یہ دن کا حکم

تب اس شہ کے خازن مولک پار
رچیں آن کر نورتن کے ڈھکار

سدا ہر نگر کے جتے خاص و عام
ملیں شہ کے جب دان کارن تمام

دو نوں ہت سوں جڑ تخت ہر صبح یوں
کرے درفشاں صبح شبنم کوں جیوں

اُتر تخت جیوں شاہ گھر بیچ ئے
تو مکھ دھونے کاج پانی منگائے

جو رانی اتھی شاہ کے تخت کی
شریک اس کے اقبال ہور بخت کی

ادب کی ادک شرط سوں دھن سجات
اپن طشت ہور آفتابہ لے ہات

سہیلیاں تے ہو جیوں انگے مکھ دھلائے
وہیں آن الوان نعمت کھلائے

پچھیں کسوت خاص ادک مان دے
بنا کر روانہ کرے پان دے

تو اس وقت وہ شاہ عالی مقام
شہر بیچ آسب کے لیوے سلام

زبنا ڑے الپس مکھ سوں ہر تن کے نیاؤ — بندھے خلق مرہم سوں ہر دل کے گھاؤ
شُروب بادشاہی کی لیوے خبر — دھرے پیار اذِک نت رعیت اوپر
رہتے بھو جُھ پڑیاں کوں کرے سرفراز — نوازے جسے پائے صاحب نیاز
صبا پر صبا ہوا ہیں بے گمان — کرے خلق کا باؤ ایسا رواں
نکل باغ شاہی جو کھل پھول ہو — سو تب عیش میں اپنے مشغول ہو
دیکھو جاں اچھے جگ میں تس یوں کرم — تو کیوں تس پہ قایم ہے کوئی غم
نہ دیکھے تھو کوئی اس زمانے میں کاج — کیا تھا جو اُن حق کے کچ امر باج
جنے جگ میں یوں راست بازی لکھے — خدا تس کوں تیوں سرفرازی لکھے
نہ کس خیر ناچیز ہو جگ میں بس — کہ دیتا ہو داتا دھنی یک کوں کس
توکل پہ تس جس ہے ثابت یقیں — نہ رکھے تس کے مقصود دنیا و دیں
عجب ہے ہمارا دل ناصبور — جو پڑتا ہے امید سوں حق کے دور
جی حاجت جو موقوف اچھے وقت پر — وہ بر آئے جب اس کی ہو یک نظر

سبب فرزند ہونے کا جو یک درویش آگے پر
اُسی کوں شہ چلیا ڈھونڈنے مسافر ہو بیابانی

عجب حق کے تقدیر کا کام ہے — نہ کس پر عیاں تس کے انجام ہے
بھلا ہے اُسے تیغ سہنا بلا — خوشی دے پچھیں کر اول مبتلا
کہن ہار یو قصہ دل پذیر — کہی کھول کر بات یو بے نظیر
کہ یک روز وو خسرو نیک فن — سخاوت تے پھر آسے دایم ثمن
سو مکھ ہاتھ دھونے تے فارغ ہو سب — کیا اپنی رانی تے بھوجن طلب
وہ تب نار کندن کی چوکی پہ لال — دھری حرمت کا آں بھوجن کا تھال
سٹیا شاہ جیوں ہاتھ نعمت کے ڈھیر — پکارا رہا تجھے تل مانگ یک فقیر
لگیا شہ کوں آواز سن یو عجیب — کہ باقی ہے سائل اجھوں کیا سبب
انتر دوں پچھیا رہنہ کرنے سوال — چلیا سامنے اس دھیں لے کے تھال

کیا جیوں جو سنمو کہہ ہو چک جا را ہیر نہ لے رکچ بی چپ پھر چلیا وہ فقیر
کھیا شہ اپس دل میں ہے شید کیا کہ نہ لے چلیا بھیک ہے بھید کیا
وہیں دوڑا اپس سیس دھر اُس چرن کھیا یوں کہ کہہ تج سوں ای شاہ من
کرم سوں ہٹک آکے پچھاں لگ اول مجے دیکھتے پھر چلیا کیا بدل
یو شہ کے بچن سن غضب سوں شتاب دیا یوں مٹھے لب سوں کر طوا جواب
کہ چل بیگ او جا مج چرن پر تے سیر روانیں جو یوں پانچ کے گھر تے نیر
بچن سن یو شہ گھر مٹے پھیر کر خجل ہو چلیا جیو کوں دل گیر کر
گیا تھا خوشی سوں جو لالہ عذار پھریا رخ ہو سب زعفرانی نزار
چنتا غم کی پرسن سوں بازی کیا کچھن زخم سوں پھوڑ تازی کیا
مل انجواں کے طوفاں میں شر شور سوں اساساں کا بارا چھوٹیا زور سوں
پھوٹیا تس طوائے سوں بدھ کا جہاز ڈوبیا صبر و طاقت کا سامان و ساز
پڑیا فکر کے بحر کی موج میں ہوا دنگ ہر موج کی فوج میں
ہو جنگ تس میں بے طاقتی کا پڑیا گلے داٹ چھینڈ وادک بس چڑیا
گیا ہوش تس بس کرے تاب میں ڈوبیا جیو جا غم کے گرداب میں
دیکھت شہ کا یو حال لالی ہو دنگ سو ہمدرد ہو دھر کے تسے کھلی انگ
کرامت بچن سوں دلاسا اول سمج گئی یو قصہ ہوا سو سگل
دکھانے اُسے دُکھ تے سُکھ کا کنار نصیحت کا تختہ ستی بُدھ بچار
کہی سن کے اے جگ پتی نیک فن کھیا کیوں توں چپ میں ہلکی ہیں من
نکو کچھ اندیشے کے پڑ آب خیال کمر ہمت سوں اپیں سنبھال
وہ درویش کوں بیگ ڈھنڈنے کوں جا جکچھ من کے مقصود سو اُس تے پا
یچ فیض بخش اس ہما کا نشاں سعادت کا جس اوج ہے آشیاں
پکھا دیکھ اندھارا اجالا تمام تردد کا ست جگ پہ جال تمام
جو یو وہ ہما صید تج دام میں کرے شاہ مات اس دلارام میں

توں آوے تلگ عقل سوں کر علاج — چلاتوں گی میں نت ترا ملک و راج
تجھے تل ٹنگاتی ہوں میں یک جرس — پھر آوے سفر کر توں جب ہوس رس
نشانی سوں آکر ادھی رات کوں — بجا مارتب تیرا اپس ہات سوں
سنوں میں وہ گھانٹی تے آواز اگر — بولالیوں کر بہت سوں درباذکر
بچن نار جب عقل سوں کی سنوار — وہی نقش کر شاہ دل کے منجھار
ڈھنڈانا امید کر دل تے تج — لمن جاؤں درویش سوں دھر کے تج
پھرا کر سو شاہی کرا بھیس کوں — چلیا یوں وہ جوگی ہو پردیش کوں
کنٹھا سخت محنت کا اپ گل کیا — سو کچکول ثابت توکل کیا
چڑھایا سو تن پر قناعت کی راک — سنگی کر لیا آہ کے دم کی ہاک
صبوری کی مُدری دیا گوش کوں — کیا حلم زنبیل ادک ہوش سوں
یوں راحت کی دنیا کوں مرگان کر — لیا راکھنی یک تلیس آن کر
لیا حرص کے بھاوڑے کوں بغل — جلانے ہوس کی دُھونی نت سگل
الیس نفس شیٔ ران کر سنگ کیا — بھوکا کر جگا نے سنگاتی کیا
دھریا خوب ہتیار کر ہات کے — گھنیری چکر تیز دعوات کے
کمر بستہ ہمت کا بھاری کیا — اٹل قصد کی ہت مُتاری کیا
دھرن جلد ہر کام میں تیز بات — لیا ہوش خیالاں کے چیلے سنگات
مگر پاک نعمت کی اس کھان کوں — ہو خادم منگن پیوت کی دان کوں
کر اس دھات الیس من کے نئیں متعد — رضا لے چلیا کام پر ہو بجد
رکھیا سر و آزاد ہوبن میں پگ — لٹکنے لگیا چرخ کی باؤ لگ
رھنے تازہ سب کُھ وہ یکدھیر تے — بھجکا نے لگیا نین کے نیر تے
دھرے ترم پک یوں جھلے دکھ نسوس — پڑے پھول نازک پہ جیوں شبنے اوس
کیا قوت جسم کوں بھوک پیاس کا — نت اپنا چج ایہیں رگت ماس کا
سدا بھوک ہور پیاس کا سوں ڈک — دسے شیر تے جلد تر ہو سُپک

کرن تل او پر خار تس ہور چمن — سبک سیر ایسیں کرے جیوں پون
گھٹا وے سو گھٹ ہو گھٹن دن کو باٹ — ہریالی یہ سوے سٹے نس کوں کاٹ
اتھی بچھیں سو نھالی ہریالی غلاف — فلک اوڑنا نو پدر کا لحاف
بہت نس کوں دن تے پڑے جب دنی — جلا گرم دل رھی ہوس کی دھونی
دہ محنت کا کنتھار کیے گل پکڑ — جو نس دن کے بیوند سوں ہو گرچہ چیتر
ریاضت کی نت راکھ سوں مانج تن — رھیا سکھ ہو کاڑی سا روشن کنچن
مناجات میں حق کے ہت کھول جم — رکھے پر توکل کا کچکول جم
رکھ آسن کی راحت کوں مرگان کر — بجاوے سنگی آہ کی دھیان دھر
کہ اس نفس کا سگ جو پھر جوش لیائے — جو من بھائے تو ندا اسے قوت بھائے
جو کئی ناسزا کوئی زباں چھوڑ ڈھیل — کرے صبر سٹیں حلم کی دھر زنبیل
سنجل یا بلیات و آفات کے — پھر آوے چکر مار دعوات کے
خیالاں کے چلیاں سوں تحقیق کر — چلے باٹ مشکل پڑے جان اگر
گیا کئی ملک چھوڑ ڈھنڈ ڈھنڈ لنگ — سٹیا باٹ کے ڈاٹ میدان تنگ
سو پیاسے تمن دھوپ کی پیاس اب — چلیا دھیان دھر بولتا آب آب
ڈھونڈیا ڈونگراں کئی سو غاراں میں جا — دیکھا بیچ بن بیچ ماراں میں جا
نہ پایا سو وہ لعل کس کھن میں پن — نہ دیکھا وہ کس مار کی پھن میں من
نہ لگیا پرس تس اجالے میں ہات — نہ ظلمت میں پایا وہ آب حیات
رھیا جیو بابیچ گھٹ کے تن — نہ دسنے لگیا آپ ایس جیو پون
ولیکن رہتی کچ کھڑی سو بیت — کرے سب وہ ثابت توکل سوں پیت
قضا اللہ یک دن خوش یک بن میں جا — لگی دھوپ سو دور دیکھیا نچھا
دسے جو من یک باغ سوں بے نظیر — دیکھت خوش ہو اچل کے جا اس کے دھیر
سو جنت ہے ہر تشار سے چھانو سیج — ہوا ڈاٹ نہ ہوئے نس دن سیج
لگے ہیں سو میوے بھرے رکھ بلند — سو رکھن پنکھی مل کریں جم انند

گلاں سے چمن ہر منور اچھیں — سُو باسماں سوں بن سب معطر اچھیں
جنم جگ جو تھے رکھ سو گلشن کے پاس — ہوتے تھے اگر بھید نس دن سُو باس
چمن بیچ جو کچ وہ سنگ جم اُتھے — سُو رنگ مشک عنبر تے کچ کم نہ تھے
سو وہ دل جلیا دیکھ آرام پا — رھیا پال پر بیس دھر تھیا نوجیا
گھڑی خوب یک وان گمیا نیں جلگ — پریاں سات اوتریاں وان اُتلگ
سگل بن وہ یک بار روشن ہوا — رتن کھن اُجالے سوں گلشن ہوا
سورج نور سوں تس رھیا ہو سیاہ — ادک تاب سوں جل گئیا قرص ماہ
ڈریا شہ کہ آئی قیامت مگر — کہ ساتوں ستارے پڑے دھرت پر
نظر جل پڑی نور سوں جھانپٹی — چھُٹی تن میں تیس ہوں سوں کانپتی
تلگ وہ پریاں تن سوں کسوت اوتار — گیاں تیرنے حوض کے جل منجھار
کتک وقت پر شہ جو پھر ہوش پا — اسی ٹھار بھی دیکھتا ہے بچھا
کہ موتی نکل سب صدف میں تے بھار — ڈھلکتے ہیں نقرے کی تھالی منجھار
یقین تب ہوا اس کوں یو ہیں پریاں — ہور آیاں ہیں یاں تیرنے گن بھریاں
پچھیں دل میں اپنے یوں تحقیق کر — کہ ہے ان کوں نوکھنڈ کی سب خبر
پریاں نے اوتاریاں سو کسوت سگل — ہلوں دست کر مار بیٹھا بغل
کتک وقت کو جب پریاں تیر کر — دیکھیاں اپنے کپڑیاں طرف پھیر کر
دیکھے ٹھار پر نیں ہیچ کسوت کہیں — دگر ہے تو خالی خلل تے نہیں
یکایک ٹھکیاں ہور رھیاں بے قرار — کہ یو کاں تے بیٹھا ہے آدھن پیار
تب ان سات تاریاں کوں یکبار آن — سیہ کر سٹیا دھر کے غم کا گران
رلیس ہیں اپیں ہور رھیاں دنگ یوں — کہ اب تیر تے جا سکے بھار کیوں
پریاں سخت عاجز ہو پوشاک بلج — پھرا رُخ کوں سر بھوئیں دھریاں لاعلاج
کھیاں کون ہے تو سو کہہ بیگ بات — ہمن شرم پر جیب جو کیتا ہے گھات
اگر عیش دنیا کا ہے تج یہ باہر — یکیس کوں ہمن میں سوں کر اختیار

پڑے جس پری پر ترا بول آ ہو خوشنود لیویں ہمیں بات اُوچا
پریاں کی یو سن بات شہ دھر کرن لگیا بولنے یوں اُونن سوں بچن
کہ نیں آج سو دھن پہ کچ مُج طلب پڑیا ہے مرے سر اوپر یک سبب
فقیری منے گرچہ یوں آج ہوں ولے یک بڑے ملک کا راج ہوں
سَرِ سُکھ سوں مج گرچہ دل باغ تھا نہ تھی نسل سو بن بڑا داغ تھا
قضا اللہ درویش صحرا نشیں مری بارگہ پاس چل آ یقیں
کرم کا سو اول جگا چراغ جب آخر گیا داغ پر دے کے داغ
وہ بہنے کی گفتار درویش کی کری تازگی پھر کہن ریش کی
میں آخر ہوا اس درد سوں لا علاج نہو خوب جان اس کے مرہم کا باج
وہ گلشن کوں پانی اپس خار کر یوں ہو کے کرتا ہوں جگ تل اوپر
ولے مج یہ دن ادک ہوتے رنج جو کس کھنڈ کے کُنج میں ہے وہ گنج
تمن رہ نمائی تے انجن جو پاؤں تو ہو مج عیاں بے شک اس گنج کا ٹھانو
جو ہو تل عنایت رج اس گنج تے غنی ہو چھٹوں فقر کے رنج تے
پریاں سن بچن یو گھڑی چپ رہیاں ہور اپنے میں آپیں تصور کیاں
جگت میں خیالاں کے قاصد تمام رواں کر کیاں سچ اسی کا مقام
لگیاں یوں لنے یوں یکس یک کے دھیر فلا نیچ بن بیچ ہے سو فقیر
دھنی نعمتاں کا دہی آج ہے جسے جن ہور انس کا راج ہے
چہیتے وندے ہو یک دل تمام اسے سیوتے ہیں جنم مل تمام
اپس میں اپیں خوب کر یوں بچار کیا شہ کے سب سامنے یوں قرار
کہ اے شہ کچ اس بات کا غم نہ لیا ہمن کسوتاں بیگ دے ویں پھرا
گھڑی یک توں بیٹھ بیس دھیرج جھوتد چیک لیجاویں توں ماریں تلگ یک پلک
ہمیں ہور یک وعدہ کرتیاں اب پھرے گا توں مقصود پا اس تے جب
یک یک زلف کا تار ہر تن اتال جو دیں آ گیاں سو جیوں جتن رکھو سنبھال

وہ تاراں ملا سب ہمن تانوں سوں　　حیلا نیچ میں سب ہمن ٹھانو سوں
توے حُب کی اَت سوز دھر آئیں گیاں　　سلامت ترے ٹھار نیٹر آئیں گیاں
سنیا سو لگی شہ کوں یوں خوب بات　　پھرا دی وہ کسوت وہ تاراں کے بات
وہیں پھر کے بیٹھیا انکھیاں موند کر　　تلگ وہ پریاں کسوتاں سوں سنور
اپیں گرد ہوش کو میانے دھریاں　　وہاں تے ہوا میں چلیاں وہ پریاں
نہ کئیں فکر سے پل کی بستی کیاں　　یقیں وہم پر بیش دستی کیاں
اوتار اُس کوں درویش بستی کے ٹھار　　اپیں ہور رھیاں غیب اُس بن منجھار
عجب جگ کا خالق سکت دار ہے　　جہاں پروری جس سزاوار ہے
کہ جس کام کا نیں سمجتا سو ناٹو　　دکھایا وہ ویسے کی صورت کا ٹھانو

صفت درویش روشن دل کی ہور اس کی عنایت کی
ہور آوے شاہ لگ فن سوں چلائے راج سورانی

ہنر مند اس باغ کا باغباں　　کرنے فن کی یوں بریوں شیریں زباں
گیاں چھوڑ وہ شہ پریاں تنہ کوں جیوں　　وہ پایا اس سرتے تن من میں جیوں
دسیا جب نظارہ کیا جو کدھن　　وہ درویش سرمست کا مست بن
مگر جگ تے گوشہ پکڑ عزم سوں　　سنوار یا تھا باغ کی بزم کوں
سُہیں حوض پُر سر چمن میں ہرے　　طبق سبز میں جام جیوں مے بھرے
بھتا تھا نہ چمناں میں جو گرد آب　　وہ لبریز تھا جام تے تس شراب
وہی ہو ہر یک رُکھ کے تن میں اثر　　متی ہو کے جھلتے اتھے ات بے خبر
سُہاویں کلیاں یوں کنول کیاں سرنگ　　کوُیاں جیں کیاں مے بھریاں رنگ رنگ
پیالیاں سوں خوش چنبئی جا بجا　　رکھے بزم مے بھر ہر ساقی صبا
دیکھت مئے وہ نرگس نمن نکھ بیسار　　کلاں ہو کے مستی سوں رنگیں عذار
کریں خار اپس عشق کا جوش ہو　　عرق بیچ رھیں غرق مدہوش ہو
لٹاں چھوڑ سنبل کے خوش بال کیاں　　نگاراں ڈولیں مست چھل ڈال کیاں

کلیاں پر ٹھنڈا نیر سٹ چھب سوں وین   ہنسا تس مکدر او نیند یاں اسکے تیں
کرے بزم کوں تازہ چھڑپے در رنگ   دھرے جشن میں سر تے خوش راگ رنگ
ہو مطرب پون برگ کا دف بجائے   پپیہا و کوئل نول تان اوچائے
ہو سُر خاں دیویں کھینچ سُر خوش گلا   کریں کوک کوکے دلاں مبتلا
خوش آواز گنجشک مل چھب سوں سب   کلیاں کے بیچے رنگ ہر رکھ کوں تب
لگیں ناچنے مور ہو بے خبر   کریں حال لوٹن نکل رقص پر
ہوا دھر کبوتر کولاٹیاں میں آئے   پراں جوڑ تالیاں سوں دستک بجائے
ادک فاختیاں کے دلاں ہو کے چاک   اُچاویں ہر یک دم وحدت کی ہاک
بسنہار ہر جنس کے جانور   ہر یک بھانت کر نقل شیریں ثمر
پرندے درندے چرندے تمام   چھپے بن کا ہے خانہ جن کا مقام
ہوئے خود اچھیں حال خود میں عجب   سو ہر تن وہ درویش کا رکھ ادب
زہے طبع کا صاف درویش اتھا   رہ راست میں جس قدم پیش اتھا
کرن زندگانی کی راحت اتیج   اتھا سیج سنگار بے شک کی سیج
محبت کا جم تن کوں جوڑوا شراب   دیا تھا جنم من کوں مستی سوں تاب
موحد ہو بن یک نہ جانے دوجا   کہیں ملحد اس جن جو دوجا پوجا
یکٹ دھیان کی دھن پہ خوش آن دست   اتھا کنج خلوت کی عشرت میں مست
جگا کر اپس شمع سے نور کوں   رکھیا تھا سو پروانہ کر سور کوں
تو ہر صبح و پیر ہلا تا نکل   پڑنہار تھا تس نظارے میں جل
دھرا اپ من کے منکے پھرا بات میں   رکھیا تھا الیاں راز کی بات میں
نل یک فصل و درس تے پڑتے پدور   اتھے من تمن دل کے جگ دھن حضور
خوش یک حال میں رہ کے نس دن نپٹ   ہوئے غم اتھا جگ کے دھندے کوں سٹ
سمجیں کاں اسے جگ کی پروا اچھے   چنے خط میں معشوق کوں پا اچھے
سب اس بزم کا بھاو خاطر میں آج   ادب سوں چلیا پیش مجلس پچھان

سو کر تیغ تس بزم پر تے گون
وہ درویش کوں دیکھ کیتا سرن

اُلنگتا اُلنگتا چل صف بصف
مل اس خادماں میں رہیا یک طرف

یقیں سرو آزاد کا دھر کے ہات
کیا قائمی جوڑ چھاتی پہ بات

یون نیہ کی مے کا تن میں اثر
ہو سرمست ڈولتا رہیا بے خبر

گیا بھول آپس کوں اپیں دھیان سوں
اوٹھیا جیوتے بہت دھو کے ان مان سوں

دل اس کا صفا اپنا درپن کیا
اپس ٹھار کنت تس میں رہنے دیا

ہو قطرہ پڑا اس صاف دریا منجھار
صدف میں ہیئے کی کیا بستی ٹھار

سمج پن وہ درویش روشن ضمیر
ستم کی کیا کد نہ دیکھ اس کے دھیر

ہریک روز محشر کے دن تے کٹھن
ہو گزرے جو چھ ماس یوں رات دن

ہوی دیکھ لی شہ تے خدمت عیاں
تب یک دن وہ درویش ہو مہرباں

لگیاں بولنے یوں کہ اے شہ فقیر
تمنے سر پہ ہر دکھ سو دیکھا اس کے دھیر

یک او تار پھل ہے سو اس کے اوپر
توں کر تیج تس پر طلب کی نظر

پڑیگا اوپر تے یوں رہ ہت پسار
وہی لے کے اپنے نگر کوں سدھار

تجھیں جمع دھر کر توکل پہ دل
کر اس خرچ یک ٹھار رانی سوں مل

نہیں شک جو ہو فیض پروردگار
تج امید کے رُکھ کوں آوے تو بار

یو شن بات کر شاہ سر تے سرن
پھر یا واں تے ہو رکھ پر اکھیاں نین

لیا ریا سو ہت آ پڑیا تس منجھار
بجا لیا بہت شکر پروردگار

نکل بزم تے بن کمیری بھار آ
تب یک ٹھار تے ڈھونڈ کر آگ لیا

معنبر سو وہ زلف کے تار کوں
جلاتے وہ ساتوں پریاں ٹھار سوں

نکل آ کے حاضر ہویاں شاہ کن
پھریاں شاہ کوں لے وانچ تے دھر یون

کنک کیر کا تن سو بے جان تھا
بلا کی میں پڑ جگ پریشان تھا

مسیحا نمن اس کے تن میں پریاں
پھر یک دم میں لیا روح سر تے پھریاں

سنو اب ملک شہ کی رانی کی بات
چلی وہ کیوں ملک کیا کر کے گھات

کہ جس رات وہ شاہ کیتا سفر　　جرس ٹانگ اسی رات یک بام پر
محل بیچ پردے بندھائے ٹھار　　کری یوں نگر میں خبر آشکار
ہوا ہے یکایک جوش درمند　　بچن بول سکتا نہیں ہو کے مند
سدا دھیان یکٹ پن کا دھرتا ہے بس　　ننگ آئے دیکھے تو کس کا درس
جب ارکان دولت سنے یو بچن　　پریشاں ہوے سب کے من جیوں پون
اسی وقت ہر ٹھار قاصد بٹھلے　　جو تھے جگ میں نامی حکیماں بلائے
چتے جاں جو سی بی سن آئے کر　　دکھانے لگے سب مل اپنے ہنر
منتر ہور جنتر سوں سمجھ اس کی راس　　اتارے ستانے لگے بے قیاس
دلویں بھیج لکھ کاں سحر دعوات کے　　جلانے فتیلے طلسمات کے
حکیماں بی کر داروان خوب راس　　دلویں بھیج سب بی وہ رانی کے پاس
ولے دھن وہ تعویذ و طومار نت　　وہ سب داروان رکھ کے یک ٹھار نت
دکھا درد کا طبع کوں پیچ و تاب　　ہر یک بھانت ہر روز دیوے جواب
مجھے جگ تو لیوے غم نہ سہ کیا عجب　　ایسی سب تے رنجور اچھنے سبب
وہ کئی دن تو یوں جگ سوں دنگی اچھے　　پڑے نس تو ہر شب اننگی لیچھے
ہوا رنج جو تھا سور لال　　جنبرے دکھ کے چھایاں میں چندر سے گال
اتھا مکھ سو سورج کے درپن نمن　　ہوا رنگ دھر عین چندر کا تن
برہ کی جلن بات ہر رین نت　　ستارے کرے رہنما نین نت
بہت تھی اسی دھات رانی یہ پن　　برس بعد یک آئی فرخ رین
خدا کے کرم سوں وہ پھر شاہ آ　　جو چھے پریشانی کی گھاٹی بجا
جو یک ٹھار جانی پراں کر نشاں　　رکھیا تھا چھپیا کر جو تیر و کماں
اسی ٹھار شہ آ کماں جاق کر　　جلایا لگا تیر لتیں گھانٹ پر
جو رانی اتھی سال کی روزہ دار　　جرس کی زباں تے صدا سن اپار
چل آپی کھولا دار ہوئی سیر بس　　سو پایا شہ کے درپن کی نعمت سرس

بیزہ کی قیامت کی گھڑات عذاب
گنہ گار بختاں تے ہوے حساب

بکٹ باٹ کا لگ انگے پُل صراط
نکل سک تِل یک عقل کا احتیاط

بلایاں کی جا سخت دوزخ میں پڑ
ادِک دھوپ کی آگ میں جا بیٹر

نورانا تن اس کا جو تھا عینِ ماہ
ہوا تھا وہ دِیجور شب تے سیاہ

سو ہونے میں تِس پر خدا کا کرم
وہ رانی ملک طبع فرخ قدم

دی بھوماں مل چھب کی گت تے اسے
پکڑ ہت نکال اس بہیت تے اسے

دھرن جنتِ عیش کے کام میں
لیجا حوضِ کوثر سے حمام میں

لباسِ گدائی کو کر تن تے دور
دُھلا آنگ تس تن کرلے رشک سور

پِنا کِسوتِ تازہ تن کے منجھار
لیجائی ارم بسار مندھر سنوار

سنوار اپیس کھولی نہ لگ موج نین
پھر آپیں ملی ہو کے جیوں حورِ عین

لے بھو صدق سوں ناؤں کرتار کا
نکالیا وہ شہ میوہ اونار کا

دو لوتِل وہ امید سوں بانٹ کر
کیے خرچ سکھ سیج پر نار و نر

جو تھا گُن نول شہ میں نیسان کا
ہور اس نار میں بحر عمان کا

جو بادل خوشی کا مدن رت سوں بھر
برسنے وہ گنبھیر دریا اُوپر

خدا کا کرم ہو کے تب بے شمار
جمیا دُر مبارک صدف کے منجھار

نول سیج پر یا کے رنگ رس گھنے
لگے تب یکس حال یک پوچھنے

جو کچھ کام اوّل تے آخر گھڑیا
وہ سب کھول شہ سر تے قصہ پڑھیا

دیکھت لیچ اد کہ شہ کے برنین میں
لے آنے لگی نیر لیس نین میں

کیا شاہ نے جب وہ قصہ تمام
لگیا پوچھنے پھر کہ اے نیک نام

ترے پر جی کیا تھا سو احوال بول
چھپیا تجھ تکو راز کا گنج کھول

کہ مج بن اتھا کیوں نوا حوال جگ
چلیا ہے تو کیوں راج کہہ آج لگ

بچن سن کے وہ نار گنبھیر من
لگی بولنے کھول اپنا بی فن

کرن قصہ اظہار تس رنج کا
کھلے در تد اوی کرے گنج کا

نکالے سو تس درکوں کر تیج باز
بھوجنگ سا تس دھن کا قعہ دراز

دیکھت زہر آلودہ شہ قصہ سب
ہوا دنگ سب بے ہوش ادک لگ عجب

تردد پہ اس کے بیٹھا مرحبا
دیا ا[illegible] سوں چھاتی لگا

پیتے مل دونوں حظ سوں بھر جام جب
سوے سکھ سوں کر دکھ فراموش تب

بیانِ مجلس آرائی و آنا تخت پر شہ کا
وہ شہ کوں دیکھتے ہوئی سو جگت کی جگات میں مہلی

صبا شرق کے پال کے پل تے تھوک
نکالیا جو کنچن کی جیب تم تے کوک

ابلتا نکل نور کا نیر تب
ہوا ریز عالم میں جوں دھیر سب

تہی تھا سو یو جگ کا حوض غدیر
بھریا شش جہت سر تے کنچن کا نیر

سیاہی کو چھاتی تے دھیا فلک
زر افشان کسوت تے پکڑیا جھلک

کواڑاں کھلے خلق کی نین کے
دھرے مُند جو مخمور تھے رین کے

ہوا سُو صبا سُن یو مژدہ نول
نچے شہ کے دربار طبل و دُہل

ہوئی بات مشہور یوں خلق دھر
کہ شہ خوب ہو آج لیتا ہے نیر

سنی سو خبر یو خوشی کی سعید
ہوا سر تے عالم پہ یک روز عید

تنے تن پہ ہو تہے نوے کسوتاں
گھرے گھر ہویاں مستعد نعمتاں

خوشی کے ہوئے بانگ چاروں طرف
ملے سب نچنے ہور بڑے صف بصف

مگر یو خوشی عیسوی فن کرے
کہ جیو ہر خوشے تن میں سر تے بھرے

لے عالم کوں ارکان دولت سب آئے
محلے محل خوش آرایش کرائے

بچھانے بچھا جا بجا ہر محل
دکھائے زنگار رنگ گلشن پچھل

بھنور چک کے جیوں ہر پلک کی پسار
پڑیں تس اوپر تو رہیں مُند لبا

ہر یک جنس باجے لگے باجنے
دمامے لگے گاجنے ساجنے

شکر شکر کی خلق کوں ہر گلی
لگے بانٹنے لاڈو راج ات بلی

ہوا انجمن جگ تے جب زیب دار / بیٹھا شاہ تب آکے مجلس منجھار
تھنے ہور بڑے دیکھنے ست کا مکھ / کیے جیو بلبل ادک پا کے سکھ
جو تھے روزہ سب درسنیاں کے نین / ہوئے سیر سمجھے کہ ہے عید اپن
کرن شاہ نظارہ ہر یک سب / تماشے ہونے لگے ات عجب
خوشیاں سوں پٹے ڈھال ہو گج متی / یکس یک سوں جھوجن لگے اپ مستی
بھڑے سینگ سنگ کا وہ ہمدست ہو / ہرن چھٹ چیتیاں اپر پڑے دست ہو
کبوتر کیے بازی آ باز سوں / پیے جوت سورج کے پرواز سوں
جلچ جس منے تھا سو کامل ہنر / رجھائے دکھا شاہ کوں سربسر
بچھیں شاہ عالی نظر بے گماں / کیا جگ پہ سورج نمن درفشاں
جڑت ہور جواہر ترنگ ہور ہتی / ادک جگ پہ بخشش کیا جگ پتی
وہ اکان دولت جو ہمدرد تھے / جو اس دکھ کی گرمی سوں دل سرد تھے
وتیاں کوں بی شہ ستے کر سرفراز / گھنے ملک و دھن دے کیا بے نیاز
چلے دل جو نہ سہہ کے غم کا زوال / زمانے تے تھے سو پریشان حال
وہ پایا چھاؤں شہ کے کرم کی اپار / منگے حق ستے یوں دعا ہت پسار
کہ یا رب بلند چرخ تے بے نظیر / توں اس دکھ پہ بھیج اپنی رحمت کا نیر
کہ سرسبز ہو جم یو دکھ نام دار / دھرے زندگانی کا خوش میوہ بار
کہو کوئی بی دیکھیا جو داتار پاس / منگیا ہونے ان نیں پروپا ہے آس
جنے صدق تے حق سوں حاجت دھرے / وہ بے شک رواں سب وہ مطلب کرے

بیاں شہزادہ پنجیا سو ہور اس کا ناؤں منہر رکھ جنم کا لکھیا پتر دیتے جو طالع کھول کر گیانی

در افشان غواص بحر سخن / نکالیا ہے اس دھات در عدن
جو خوبی سوں پورے بھرے ماس نو / بدھیا وہ گہر بحر میں جب کی تو کی

سعادت کا ہو وقت غرّا ض جب
نکالن منگیا جگ میں گوہر عجب

قبیلے پہ سب شادمانی ہوئی
زمانے پہ پھر نوجوانی ہوئی

ملیا خیل خانہ وہ رانی کے پاس
تشکل جاو کرنے لگے بے قیاس

اوپچ کی گھڑی پوچھنے تیں تول
منجم ہو تے بے بھار حاضر سگل

ہوئی دائی حاضر لزل دعا کی
ہنر ور سعادت بھرے بات کی

جو تربیع و تثلیث کے گھر اتھے
ستارے وہاں سعد سب بھر اتھے

گگن سعد تاریاں کی تاثیر سوں
ہوا تھا ادک لوح تکسیر سوں

جو تھے نحس اکبر سو وہ بے گماں
ہوے سعد با سعدیت کا قراں

ایس تخت پر چڑھ دھر شرف آفتاب
جگت پر کیا تھا کرم بے حساب

اسی پیچ پاکسوتاں بے بدل
ہوے تھے سگل جلوہ گر کوہ و تل

نویلا رنگ آمیز ہنگام بھیج
بچھایا اتھا بھیں پہ پھولاں کا سیج

خیاور بی ہر جنس ہر ٹھار میں
گمیں رقص و نغمے سوں گلزار میں

سو ویسے سعادت بھرے وقت پر
تولد ہوا شاہ کے گھر کنور

سمجھے منجّم گھڑی وہ سرس
سہیلیاں جو جیتیاں اتھیاں دھر جرس

بجایاں جرس جلد اسی وقت سب
لیے لکھ منجّم اسی پل کوں تب

سکیاں دیکھتے اس تول سور کوں
انکھیاں سب کی موچیاں گیاں سور سوں

کیا نور تد جگ میں ایسا جھلک
رہیا ہو کے ظلمات جو تھا فلک

کتے وقت کوں جب دکھیاں ہوش پایا
سٹیں کر کے جیو کے رتن رونما

خوشی کی خبر جیوں کرشمہ پاس آئی
چھو گیا خوش ہو یوں تن میں کسوت مائی

ایں اٹھ کے آ دیکھ اس سور کوں
دیا روشنی نین کے نور کوں

ہوی ریزگیوں دائی پر نور تن
جو اس کن منگیا کھول دامن گگن

کیا سکھ وطن واں عزیزاں کی سار
گیا دکھ سو دندیاں نمن جگ سے بھار

دمامے پو شادی کے گا جن لگے
ہر یک بھانت باجے بی باجن لگے

شکر بانٹ کر شکر دی بارگاہ — گنایا بڑی میزبانی پوشاہ
ہریک خلق پانے تے عیش وہو — ہوا عیدِ نوروز پھر یک نوا
بچھیں شاہ پھر آ کے مجلس طرف — بلایا انگے سب نجومیاں کی صف
جو سر تس میں جس نانو تھا گن ندھان — جسے حل اتھا زیچ و پتک پران
کیا خوب تر دھر ایس من کوں ٹھانو — رکھو شاہزادے کا یک سعد نانو
پچھیں خوب تقویم پر دھر نظر — رکھیا نانو اس کا سو منہر کنور
پچھیں اس کے طالع دکھا کر خیال — ہوا خوش سچ بخت ملیں بے مثال
قوی بخت کا تس ستارہ دسیا — شہ یک جیتر کا ہونہار دسیا
جیسے مان نو کھنڈ کے راج سب — دیویں کے رعیت ہمن باج سب
کریگا جہاں زیر شمشیر سوں — پھر آوے فلک تیں جو کچ پھیر سوں
خوش اس کی عدالت کمیری دور میں — اُبرسے نہ حال یک رتی جور میں
نہ اس امر تے بھاس سکسے یون — نہ جیر طھو خاک بی دھر سکے کوئی گگن
نہ دیکھینگے تس ظلم سیتے کدھیں — بھتے نیر پر کوئی چین جبیں
کریگی زباں قید اپنی اگن — نکر سی بھم کچ بی تس امر بن
ہنر کا تو دریا وہ سچ آئے ہت — نگاسے سو چودہ رتن پھر سکے مت
اتھا گرچہ بے مثل یوں بخت ور — ین اس سر دس آیا اٹل ایک خطر
کہ چودہ برس دس پہ یک ماس ہو — خطر ہو نے بار اتب اس پاس ہو
اُو جاوے بلا کے جو خطرات چھوں — چلے اُڑ کے یو باغ شاہی تے پھول
پھریگا سو بیجاں سوں کئی ملک پر — پھو لینگے خوش اس روپ پر کئی بھنور
پڑینگی گھنیری بپت کے زوال — پھر آوینگے اس گل کوں کملا کے حال
سلامت وے سب کے ہاتاں تے پھیر — پھر آوے ہو پرورده اس بن کے ڈھیر
ولیکن سو ہے لادوا یو بلا — کریگی سو پر حال اسے مبتلا
منجم یہ جو عین تھا نو بہار — یو باد خزاں پا، ہوا خار زار

سو ہو تیج احوال اُس کا تغیر — پوچھیا شاہ درحال دیکھا اس کدھر
کہ اے گن ندھاں اب کتا مج سوں ٹک — یکا یک تجے کیا دسیا سکھ میں دک
وہیں شہ کوں تسلیم کر گن ندھان — جو طالع میں نکلا سو کیتا بیان
جلک بخت کی اس کے سنتا تھا جس — اُمس سنگ چڑھتا دسیا رنگ رس
وہ جب آ کے اپڑے خطر کے بچن — مکدر ہوا وو نچ شہ کا جی من
مجالس میں تھا تب حکیماں کا صف — نہ سک پوچھیا دیکھ ان کی طرف
کھیا کیا ہے دنیا ستے وہ بلا — دوائیں جو کوئی اس سوں ہو مبتلا
حکیماں ایس من میں خوبیں بچار — سو وہ عشق ہے کر کئے سب قرار
کہیا شاہ پھر یوں کہ اے خوش مقال — رکھیا جائے کس فن سوں جی یو سنبھال
جو ہے یک سواس پر خطر کا برس — وہ ہر کیوں توں جی سہتے ٹلتا ہے بس
کھے تب حکیماں کہ کئی دھات ہیں — نپاتے سو وہ عشق کی ذات ہیں
اول سب میں ہے خوبرویاں کا سنگ — خوش آواز خوش رقص خوش لاگ رنگ
کمت عاشقا نہ جی لے آئے عشق — رنگ آمیز ہر جنس سر جائے عشق
بھی ایسیچ کی دھات کر قید آج — رکھیگا تو یو عقل کا ہے علاج
حکیماں کہے سوادانہ کے چھند — کیا شاہ ہر یک بچن وہ پسند
کھیا یوں رکھوں کر کہ جگ ستے نہاں — نہ دیکھے کدھیں خواب میں آسمان
جیسے ایسی کنک بھیتے ہوتی نہ ہوش — تو کاں کر سکے عشق تس من میں جوش
مجالس کوں یک دھرتے کے سرفراز — کیا اس تردد کی پھیری در کوں باز

بیان اوجلا سنوارے محل جال اکھ منہر کوں
لگے تھے پرورش کرنے بلاتے کر نگھیاتی

سنٹ ہار خوش طرح یو بے بدل — کھیا ہے سخن صاف یوں پر محل
منگیا شاہ جیڈل کلکوت سوں — چھپا پالنے آپنے پوت کوں

بندھا نے محل صاف خوش طرح کا — گمت گاہ عشاق ادک فرح کا
بلایا وہ گل کار کل کار داں — بڑای بڑای کی صنعت گراں
ہنر مند فرہاد سے سنگ تراش — دھرن ہار ایس فن میں شیریں تلاش
لیے خشت ہور گچ کوں چونے کی ٹھار — زواد و صدف ہور بلور آب دار
اگر ہو چندن کا چوبینہ پاک — پتھر تس میں بلور کے تاب ناک
بنا کاخ فرخ گھڑی یوں کر — بٹے بانٹ بھر رنگ خوش صحن پر
بندلے پلیشہ ور خوش خوشیاں سوں تمام — طلبیاں کی چھتی دھر بہار بام
چھجے کھن کے منڈوے بلند سر گگن — سفید آبگینہ ڈھلائے انگن
چمن چوترے صحن میں سج لیے — گلاباں کے گل کے سبجے چو بچے
پیا صاف الماس موتی ملا — گلا وا کیے ہور دیے یوں جلا
چلا خوب پایا جیوں وہ روشن ہوا — چندر سور کا عین درپن ہوا
دسے دن کے پرتو تے [illegible] کوں تمام — گگن ہور سورج تس میں جیوں جم کا جام
لگے لینی کوں یوں عکس ماہ و فلک — چاپلیلکر میں جیوں جیا یک ڈھلک
بنائے وہ جیوں آرسی سا محل — صفا صدر تس میں کیتے بے بدل
پلنگاں رکھے جڑ الماس کے — بیانات اس گل ہیچ کاش کے
چھپریاں و کرسیاں دھرے ٹھار ٹھار — ڈولارے ہنڈولے لگے زیب دار
صفا سیج ہر یک جو تھی دلفریب — پر تو کی تھالیاں سوں تھالاں کوں زیب
پلنگ پوش اندھیار پالے پردے تمام — وتیاں کوں بی اجلے قماشاں پہ کام
بھواسیاں صفا صاف تکیے نمد — اچھے لوڑ پالشت اچھے بے عدد
جیسے شمع فانوس اس میں انوپ — بلند عود سوزاں و پھیری سرٹپ
دھرے طرف ہر یک جلانے کوں شام — شفاف و بلوریں و چینی تمام
دھرے نور پر نور ہر ٹھار صاف — بن اچھیلچ کوئی رنگ نہ تھا بے خلاف
گگن کی نشانی بی جانے کوں چھپ — دیے جو ڈگن بھر کے اجلے منڈپ

سنواریا گیا جب محل یوں تمام   دیے شاہزادے کوں تیہاں مقام

اچھے سو جکوتی سرخ زرباف پوش   سو اُس پاس جانے کوں ہوئیں صفا پوش

جو ہر بست شہزادہ کارن کیے   اموُلک رتن صاف تس میں دیے

چھپار کھر کے پھل پھاٹک کے باؤ سوں   لگے پالنے نت بہت چاؤ سوں

ہر یک دن صفا نور تس تھ ملا   دھرے پہلے چندر تے چڑتے کلا

ہو ماں باپ تس سور کے درسنی   سدا سیو نے تیں مجوسی بنی

نہ دیکھے لگا اس حسن کی بھان کوں   ملیں نا ن تلگ چک وہ ان پان کوں

ہر یک دن کا کر شکرِ پروردگار   کریں خلق پر روز گوہر نثار

برس چار پر چار دن چار ماس   سو ہونے میں لیائے معلم کے پاس

کنور تھا نپٹ بحرِ عرفان کا   ہر یک موج تس فوج گن گیان کا

کہ جس علم کے ابر تے بوند آئے   دھر اس من کی سیپی میں دُر کر دکھائے

کیا علم تحصیل ہر بھانت کا   ہوا خط بی مشہور تس ہات کا

سکھیا سب بی ترکش بندی کے ہنر   ہوا گور سادن میں رستم تے ور

سو ہر یک ہنر میں سپورن ہوا   اپن یکہ لکھ بھار بھنجن ہوا

ین یک تِل نہ تھا فہم دنیا کا بھاؤ   لو عالم میں ہوتا سو کیا مکر و داؤ

سدا شاہ یوں گرچہ فرزند کوں   کیا پرورش ات چھپے چھند سوں

جو نکلے تھے ین اس کے طالع میں گھات   سو بھا بھول انپڑی یکایک وہ رات

جو کچھ حکم نازل ہے تقدیر سوں   پھرا کون کرتا ہے تدبیر سوں

شہ کی کنگش ہے وزیراں سوں جھنجھاراں لے دیک
کئے فوجاں جو غنیماں پو تعین ہم سوں اٹل

جو یک روز فرخندہ فیروز تھا — ادک حسن میں رشک نوروز تھا
یک یک روپ لے دھرت ہور آسماں — ہوا تھا زمین و زماں نوجواں
ہوا دیکہ گلشن میں پیژمردگی — دیئے تھے مسیحا ہو پھر زندگی
قبا ابر کی بر میں پینا گگن — کرے تھے ہرے تن پہ کسوت دھن
صبا کر کہ مشاطگی خوب ادیک — سنواریا ہر یک بن کی محبوب ادیک
صفا کا لوے بن کی چوندھر جیوں — دِس آوے نظر میں او دیکھے تو یوں
کہ پینی ہے محبوب رنگ رس بھریا — تلک کے کنارے کا والا دھریا
زمیں لے کر گلشن کے محور جگ کوں کھول — ہر ایک پھول لبست بینی اموِل
چمن مانگ سنبل پٹیاں میں چھوڑیا — بندی جعد ریحاں کا سبزہ جوڑیا
کرے نیل شبنم کوں کر ملہ منجن — ڈبی نے بنفشے کی بینی انجن
دیا سب کو رنگ پان کا لالہ لال — دسیا نقط تس دانت جھلنی کا خال
ہوے سیونتی سیس پھول رت کے — گل اور رنگ کاری ہے یا قوت کے
دسیا زیب و خوبی سوں ماتھے اپر — ٹیلا پاچ دیا قوت کا خوش نظر
دسیں پھول سرنے کے جھمکے الگ — رہے پاولیاں ہو کر نیچے ڈھلک
کرن پھول خوش گل قلنفر ہوئے — چنبے آن کھلے کانکے در ہوئے
گل افتاں جرط کے ہیں جھال — کموں ہوئے بل کری میں کے لال
جو بنا پر کی جالی دسے جیو کی بیل — گھٹ مال ار کند کے غنچیاں کے جیل
رہیا ہو درس دیکھنے بار بار — گل چاند صاف آئینہ تاب دار
طرح پان کا پھول فالج ہوا — چوا پھولسری کا چہ راچ ہوا
بانے قد سنگ بن میں خوباں کے قد — کریں نازنی سرو خوش لاف بد

گلاں سوں تو یوں جلوہ کریں اینک ۔ رکھے تھے وہ جی خوب میویاں تے انگ
سیہ ابر ہو نور برسیا سو تند ۔ ہوئے سیب اس صاف پانی کی بند
جو دا کان کے خوش رنگیلے دسیں ۔ منور قندیلاں کے جھیلے دسیں
ہوا حقہ لعل ہر یک انار ۔ دسیں جامنیاں عقد نیلم کے سار
بھریا کوزہ ہر آنب کا نیر سات ۔ جوئے بین بین بھاکر آب حیات
لبالب دسے جام میں خوش گلاب ۔ ٹپکتا ہے انجیر سوں شہد ناب
ہوئے شالواں شربتی کم کمی ۔ لیاں نرم کھرائی ستے فنرنی جمی
پھلی جل میں شالو کے کھرائی ٹھنڈی ۔ جمیا ہے جوں کہ امرت دہی کی ہنڈی
بھنسی طرفہ صندوق ہے خانہ دار ۔ بھریا میوہ ہر خانہ بہتر دل بہار
کلیاں پر دکھیں انہی اتفاق سوں سید ۔ ہر یک نارنگی کے جھبلیاں تے گنبد
جو بن پر ہوس کر ٹھنیاں جنجلاں ۔ دبیھیں رگ رگ کو جوتی میں امرت بھلاں
ہر یک موز کی چھاک پیچے پر ہوڑ ۔ دکھیں دلبراں اپنی انگلیاں جوڑ
ترشی ہور شیریں جو خوک دسے ۔ ہرا بروے محبوب بے شک دسے
بنے دیک بن کے بینے خوب دہات ۔ منگے شاہ گتنے کوں خلوت سنگات
زہے شہ کا خلوت سرا دل نشیں ۔ گلستاں سوں ہے صدر مخمل زمیں
جیند رچہ بچھا ہر چمن صد گلگن ۔ رنگا رنگ تارے دسیں پھولبن
شہنشاہ نس ٹھار فرما کے صدر ۔ گگن کا رہتے لس نشیمن کوں قدر
دیکھت تخت پر شہ کوں خوش سار سوں ۔ بدھاوا اینکھی گاتے آواز سوں
دل و جاں سوں بھل پھول کے شادیلی ۔ نظر ہو زنبیج سوں لیا رنگ رسی
کھڑا اندہ اقبال ہو شہ کے پاس ۔ کرے خدمت آپچھی ہو کر داس
فلک دوڑ نو شاہ کے حکم میں ۔ کھڑا کہکشاں سوں کمر بند ایں
کنیزے آکے مجرا حضوری تمام ۔ کھڑے خرمی ہو دھرا اپنے مقام
دو رستہ کھڑے صف بصف آدمیر ۔ نفے مت تجھے ہوز گتے نرہ شیر

جکوئی تھے سو مخصوص درگاہ کے / ہوئے مجلس شاہ جم جاہ کے
کہن پرور و برنائے نوخواستہ / ہر یک فن میں ہر مرد آراستہ
یک یک آصفِ دہر والا لقب / زمانے کا لقمان و عالی نسب
ہر یک بو علی خوب تدبیر میں / نہ بوزرجمہر اں کی تقریر میں
سر بپائے سو تربیت شاہ سوں / سب انپڑے سو شہ ہت تے جم جاکوں
کتک وقت کوں شاہ و ملک دکھن / کتے خاص خلوت کے خوش انجمن
ہوئے دور نامحرماں تب تمام / رہے ملک کوں دین بار انتظام
ہر یک مرد مخصوص اخلاص کا / وہیں پیش خدمت میں شہ کے ہوا
ارسطوئے دوراں چہ کہنا جسے / تو او عین عبدالمحمد ہے
سہے بات جس حل عقد شہی / سکت ملک کوں جس کی کار آگہی
زہے رائے زن رائے سوں لے مدد / یون پر ند نہار حکمت سوں سد
بڑا دوربیں چشم خورشید کا / ادکہہ نکتہ داں جام جمشید کا
دیو تہار کر عقل سوں بے نفاق / کیو تر میں ہور بازمیں اتفاق
بتیا آئے جس عہد پر ساو چور / دیوے عقل و لشکر سوں شاہی کوں زور
حق آگاہ و حق بیں ادکہ حق پسند / عقیدت منش شہ سوں اخلاص مند
اچھے نیک نفسی جم اس جیو سوں تل / نظر میں امانت دیانت ہیں دل
سکت جس دکھے دل کو آرام بخش / سخن نامراداں کوں نت کام بخش
سپہر سخا مہر فیض و کرم / دسے بحر دل موج تس کف ہے جم
جم اس ابر بخشش کو بارندگی / دیوے علم کے باغ کوں زندگی
فضیلت کے تن کا ہے جیو جس کی ذات / ہر یک علم کوں ذہن تس کا حیات
طبیعت تے جس بات میں رس بھرے / من امرت شیریں سخن سوں کرے
کٹھر جس کے ہت جس کا فرمان ہے / ترنگ پاس تس ملک میدان ہے
کنیا رہ پہ جس صدق سوں دل کے دھانوں / کر یا اپنا ناموس رکھ شہ کا ناوں

اسی صف میں تھا آصفِ نامدار
دکھن کا سپہدار عالی وقار

حکومت وزیرِ شہ کامراں
مسمی محمد و اخلاص خاں

کہ خوشبو ہے ریحان اخلاص کا
خلاصہ ہے اس گلشن خاص کا

جتے رازداراں ہیں ات محتقر
مقرب شہنشہ کا ہور معتبر

جواں مرد خوش خلق و نیکو نہاد
بلند بخت اقبال والا نژاد

دکھن میں زرگی کوں تس گھر ہے ٹھانوں
چلنت میں ہے تس جگ میں تعز کا ناؤں

دھرے دل میں جس مکتے دولت مندی
کرے فخر تس ہت تے ترکش بندی

دیوے بحر دل جس کا بادل کوں آب
لیوے تس جلالت تے بجلی نے تاب

دھرنہار جم قرب شمشیر کا
نہ سر پنجہ ہوتے تس کے سم شیر کا

دھرے فوج شیراں کی یو شیر مرد
کیا جس پہ دہم تس کیا مار گرد

کھڑگ رن میں کھینچے تو جب یو شجاع
سورج پنیہ نمتے جلے لک شعاع

بڑے نام و ناموس و او شان سوں
فدا کام پر شہ کے نت جان سوں

انھا خان شہزادہ خدا جس مدد
علی کا خلق مصطفی جس کا جد

پھر آب ہو جائے جس پاک تے
چھپے سنگ میں آگ جس دھاک تے

لکھیا ہے فلک جس کے پنجے میں جس
کھڑک دیکھ جس فتح پاوے اُحس

نکو طبع و خوش خلق و ہمت بلند
قوی بل سوں بازو کے اقبال مند

جکوئی ملک دربستہ تھا بے کلید
اسی فتح کوں رہنما یو رشید

سٹنہار او کھیل ایس جیو یہ ہوڑ
مخالف کے دل کا طلسمات توڑ

جب آتا ہے شہزادہ سوں اودھاں میں
ایرایت لنوے اند کی ٹھاں میں

کواتے جو تھے گج بہتی اہل نغز
سٹیا پنجہ سٹ کا تاقن سر تے مغز

نظر شہ کی جاں دہاں ملک تس گذر
رکھے واں قدم جاں چلے نانسطر

اگن کا جو جھگڑا ہے تس فوج جاں
زباں آگ تس تیغ آتش فشاں

پڑے یو اگن جس کے دل پر بھڑک
گھر اس کا جلے دل تے بھڑکا بھڑک

بجوا اہے خاصے سوں یکدست فوج | مگر ہے یو شیر کی گنج مست فوج
فدا حکم یو شہ کی یو مہبلی | علی کا نواز یا مدد جم علی
اچھا یوت بہلول خاں کا عظیم | او عبد الکریم بن عبد الرحیم
بڑا نامور ہور بڑا فوج دار | خرچنے کوں جیو تعداد کہ ہات ادھار
سدا سر پہ ہو شہ کا سایہ بلند | دھر تہار منصب کا پایہ بلند
بجنہار دولت کے رنگ رس کا مغز | ادکہ کار دانی میں ہشیار مغز
عمل ہات کا جس کے نیت راستی | نہ رہی تس قلم تے کم و کاستی
دستہار دریا نمن فوج تس | کیا مار کر ونٹ لگیا موج جس
بزرگی جم اس کی ڈنڈی پر دسے | کھڑا رہے پہ سوندل کوں ڈونگر دسے
برسنے تے جس دل ڈنڈی کھوتے صبر | فرنگیاں بجلیاں میں تیراں کا ابر
بڑے کامگاراں خوانین خاں | سعادت نشان ہور شجاعت نشان
رکھن شاہ کی دستگیری کا ناؤں | لڑنہار گاڑا ادک گاڑ پانوں
جھوجاراں جو نامی اچھے بے نظیر | اٹھے ایک تب دکھن کے وزیر
یک یک فاضل و ہر افضل اپنک | کمر تہار رہیت دکھا فتح جنگ
یکٹ بھان ہارے ترنگ صف میں پیل | جماعت جماعت اٹل خاص خیل
یکوجی جو شہ جی کا فرزند تھا | وزیراں میں نامی خردمند تھا
سمجھ دار ادک راج کاراں منے | مہابلی ہے دولت کے بھاراں منے
دیکھت فوج میں جس کے بھالیاں کا بھار | مغل ہوے ایس دل میں نت خار خار
ڈورے کھانٹ کے گھوڑ چھوڑے کتے | اٹل جادواں دھاک توڑے کتے
کھڑا اڑے کتے باندرے بھونسلے | اندل کا ڈوھنک تھا یہ دکھندا کلے
شہنشہ دکھن کے جنجھاراں کوں دیکھ | بھروسے کے اس کامگاراں کوں دیکھ
کہے خوش ہو یوں غازہ گردوں جناب | کہ لے رخت شاہی کے حکم لمناب
رہنا گھر دکھن کا تمارے تے تھانپ | کہ میں سلطنت کے تمیں آج گھانپ

ہوا ہے مغل آج بد عہد کُل — اچانے یہ ہیں یہاں تلک آ کہ غُل
اگر بیش رو اہل تلبیس ہے — اسے رہنما اہل ابلیس ہے
دیکھایا یو بد عہد کوں او کنشت — ہتیلی میں اپنی طمع کی بہشت
دکھایا دریا کوں کر ایک سراب — رکھیا نام زہر ہلاہل گلاب
اگیٹی کوں سمجھا دیا لالہ زار — اناراں کے داتے دسے تس انگار
کیا سو مہم یا ہمن تے مدد — ہوا پھر ہمن سوں بداندیش بد
اگر متفق بد سوں بد جنس ہے — ہمارا مدد خالق انس ہے
اسے گرچہ مل بت پرستی اچھے — ہمن قرب ربی کی مستی اچھے
پناہ اس تھے گر دیر کفار کا — ہمن ہے مدد حضرت آثار کا
جو تھوڑے ہمیں لے تو او کیا گماں — ولے تیر شمشیر ہے درمیاں
سکندر ہوں میرا ہوا سد ہے آج — نہ سمجھیں او یاجوج بھاں آئے باج
اچھے خار و خس کے اگر یک ڈھگار — او سب جانے بس تھنا یک انگار
تمیں خیر خواہاں جو شاہی کے ہیں — جو منظور ظل الٰہی کے ہیں
ملے نیں ہے لگ او اگے انکے جاو — سدا انکہ تعظیم کرتے بلاو
کھلاؤ ہر یکس سر کا یک سر کوں مغز — پلاؤ ہر یکس یک کوں خوناب نغز
ہر یکس یک کے گل ہاتو انتڑیاں کے ہار — سٹو گیند ہر یکس سر کی یک یک تلہار
کھلاو کچل خوب مہرباں کوں پان — چھڑک لہو سرنگ کر سٹو بے گمان
بچھا بچھلاں رنگ کے نت یک تلہار — کرو نت دسن پہ جہاں گوہر نثار
جو نہ آویں یہاں لگ تو میں خوب لاٹ — جہنم کوں بھیجوں فنا کیجے باٹ
ربسر گئے ہیں بڑسکا ملے دیکھ دود — اجل لے سنگات اپنے آتے ہیں کود
لیا خون اپنا الپس سر لبا — ایں ہو جو مطبخ میں آوے سما
لکھو آج مردی سو سچ مرد نام — تمن تا نوں سوے ہور ہمارا سو کام
سنے جب وزیراں نے یو شہ سوں بات — ہے ہم تھکے سب شجاعت سنگات

مشرف ہوشہ کی زمیں بوس سوں | بڈھانے ایس نام و ناموس کوں
اُٹل تیر شرزے اسی آن میں | نکیس یک تے آجلد او دھان میں
کہے سب کہ تجہ شہ کے ہم ہیں فراز | تیرے دولتوں سیتی ہم بے نیاز
زمانے میں شاہِ یگانہ تہیں | حقیقت میں شاہِ زمانہ تہیں
کوئی بندگی تے تجہ آزاد ہے | ہر احسان کا منیدہ دلشاد ہے
غریباں نوازی میں تجہ بندگی | تیری بندگی مایۂ زندگی
تیرا گھر ہمن جم ہے دارالقرار | تیرا سایہ طوبیٰ تے خوش باردار
تریاں نعمتاں کھا سکے ہم تمیز | نمک او یہی وقت کرنا ہے چیز
مغل اصل نامرد ین حیلہ گر | شجاعت ہماری ہمیں سب پہ ور
مغل کا ہے ہتیار تیر و تفنگ | ہمن قبضۂ جمدھر و گرز افرنگ
لڑیں جب مغل نے عرابے کا اوٹ | ہمیں بیس دل میں کریں لوٹ پوٹ
کہاں رہی یہ اوسان او چھوڑتے | ہمیں کو نہ ہتیار سوں چھوڑتے
مغل آکہ اول جولت کھاتے ہیں | دکھن کی لڑائی تے کچھواتے ہیں
پاپ یک موت کے وقت فرزند کوں | کہیں یاد رکھ یو تے اس پند کوں
دکھن پر مہم ہوئی نوسٹ روزگار | کہ زنہار نیں پھر او آنے کے بھار
لو آنے سو اکثر ہیں او پوت عاق | کہ پنج ہیں ماواں لیاں پہ طلاق
شہا آج امرت ہے تیرا کرم | جس امرت تے جینا ہے دو جگ میں جم
جتنے بھیاں تمرے کام پر ہوتے چیز | جنم جگ ادھر پائے جیونا عزیز
بجن سخت ہمت کی جب فرد فرد | کیا اختیاری سوں ہر شیر مرد
وہیں نامور خاں شرزہ اینگ | کیا عرض تسلیم کرے درنگ
کہ ہے شکر تجہ سا دلاور جواں | ہوا کہیں نہ شاہاں میں صاحب قراں
لیجا یا تہیں سابقاں کا سبق | لڑانا و لڑنا ہے تیرا چہ حق
دلیراں کوں تجہ چال کے پند ہے | تیری تیغ پر آج سوگند ہے

شجاعت تیری دیکتیں بے خلاف
سٹے سب سپاہی تہور کی لاف

سرے آج شاہاں پہ شاہی تجے
دلیراں کہے شہ سپاہی تجے

سبھوں نے توں صف جنگ میں پشت دست
ہوا تیغ انگے تیرے کج مست لیت

جو جوہر صلابت بداندیش کام
پھرا شہ تے گڑھ کوٹ لشکر تمام

کیا تھا شرانگیز ہو کر کہ لاگ
سلگتا گھرے گھر تے فتنے کی آگ

بجانے کھڑگ آپ سوں اوا ننگ
لڑیا صف بہ صف جیب توں عمدال ننگ

مہابت سوں تیری صلابت تے اٹ
گیا تھاٹ یوں جو ہوا سینہ پھٹ

جو تھی ملک علمار کی جگ میں ہاک
نہ تھا بیس جس میں سکندر کوں لاک

چکلنے میں جس ملک کا جا کہ حد
لگیں کئی ہزاراں طلسمات و سد

توں توڑیا سو ویسے طلسمات توڑ
لیا تخت راجے کے ہت تے مروڑ

نہ تھاری جہاں عقل واں تجہ مقام
چلے نا نظر جاں کرے وہاں توں کام

سکندر بی نا رگ سکے تجہ رکاب
تو بعضے سلاطین کا کیا حساب

تجہ ایسے کے ہت کاہوں میں سرفراز
اسے کام کا رن لکھیا ہے نواز

کہ لڑتا ہوں میں یوں مغل سوں ملک
لڑے نا دکوئی نیں لڑیا آج لگ

چل آتی ہیں بے فکر ہو جیل پیل
انگے ہور رکھیں بندکلنگاں کے جیل

جو بھری کی سرکوب منزل دھوں
نگولیاں ہمن سب کرں گولا کروں

کھدیڑوں تو دنبال کر ملک بدا
بھگیں خشک لب تالنب نز بدا

کیوں آتی ہیں یاں لک کے سکل کر بند
رکھوں کوند دھر تھیا مجہ نیں کر کہ بند

چلیں توطیا نجیاں سوں ابرا نول چال
کروں نت نجی والی کو کرلی کا حال

کھیلتا ہوں صاحب سا سیس دم
کہ تا پنج کھاتے رہیں ہو کہ گم

کہیں ہور بنگا کروں یوں تلف
نظر نا پڑے دانہ پانی علف

زدیکھیے تک بیجا پور جھانک
بیا دے پھریں لیکہ توّاں کوں ہانک

ہماری سپہ پن کی تو کیا بڑائی
جوا جھتیں ہمیں شہ لک آدمے لڑائی

سپاہی پہ اچھنا علی کی مدد — اگر لک مغل آئیں تو کیا ہے حد

عجب بول میں ہے یو شرزے کے گن — کرے کام کہتا سو اس تے دوگن

شہنشاہ کر بات سب کی پسند — سبھوں کوں کر یک ٹھار ہور دیکہ بند

کیے حکم یو سب پہ عالم پناہ — کد لشکر پہ بارے کردن ٹک نگاہ

چلانے کوں جیسے مخالف کوں ٹھوک — وزیراں میں ہور خاص کب ہے لوک

کیا حکم جوں شاہ عالم نواز — چلیا لوک مجرے کوں گردن فراز

سپاہی دکھن کے بڑی داب کے — تیرا ؤ ہیں شمشیر کی آب کے

بنی ہاشمی مصطفٰے کے خلف — شریفاں و سادات صاحب شرف

حسینی و حسنی و علوی کتے — مدینی و مکی و رضوی کتے

انجو آتشی قادری سرمدی — بخاری و بحیری کتے مشہدی

عرب شیخ و انصار فرخندہ کیش — صدیقی و فاروقی و نوری قریش

جنیدی و جیلم و انبی امور — و برکھاری خلجی اوٹ ہنٹ توڑ

جھندی وال و انکھان دو بڑیا متی — کھنٹال و کجلی سٹی سوختی

ہر یک جنگ میں فتح پانے نوی — زبردست مشر زیاں کی صف مہدوی

بہادر سرا ڈور گجرات کے — و سین شیر سو ندل میں خوش دھاتے

جیوں یور کی ہور کتے پاٹی وال — جو نظر اُن نیں جنگ بن کچھ خیال

دکھن کے جو جبار ان میں اتے کینہ اتی — مغل کے جو ہیں کمال اہل حبش

اماری و نوری ادکہ نام جو — کراکی و داموہ کوں کا اکو

اتاری و نکری جگ آفات کی — جو نا سارقی کالہ کا قات کی

دلاور جتے مولوان نا نون کے — زبردست و ثابت ادکہ پاؤں کے

دھریں جیو تے ناموس پر بہت پیار — دیویں رج سو دے میں جیو نقد دھار

کہیں سب بڑا یہ ہے ہمن شہ پہ کام — کر جیو خرچ کر آج رکھتا ہے نام

پٹھاناں جو دہلی کے ہیں نام دار — مغل کے او کہو کے ہیں پیاسے اپار

روہیلے ہیں ترکش بنداں روہ کے ‌ ‌ لڑے سخت اکہواسیاں کوہ کے
ٹلنی و لوڈی سسرانی بنی ‌ ‌ لہانی و سورانی وسٹر بنی
میانی و ملکی و جسوانیاں ‌ ‌ بلوچ استرانی و سرجانیاں
غرنی و غلزائی واغواں کتے ‌ ‌ عزہ خیل و غرغشتی افغاں سکتے
ترین و دلیزاک و سرخ و کینو ‌ ‌ نراہی جمند خویشگی ناجو
لداخیل و یوسف زئی و ناغڑاں ‌ ‌ اوڑنی و کنڑدانی و کھوکیاں
خلج سوروینی وکاکڑ سکتے ‌ ‌ نیازی و بابی و بابر سکتے
ستی ناصر وتانک و سروانیاں ‌ ‌ مہدی غوری شروانی جلوانیاں
مہراٹے کتے ذات و کی دصات کے ‌ ‌ لڑے پاؤلے کے لینے بات کے
سنیتا کی دجگ تھاپے جادو نیوار ‌ ‌ اندل کار و نلوار و نیپال کار
مہیطلے کھارے و کھنڈا کلی ‌ ‌ سندہی یا ندری نم کلی بھیزنسلی
بکٹ کھانٹکے گھوڑ بھوڑے اموڑ ‌ ‌ پورانیٹے و کانیٹے دوردوبی بھوڑ
تیورلے ورن بھورے بہوڑیں سنگار ‌ ‌ بھیوسے و چوہان وبھاندولی کار
کتے لومتے بان پاستے کتے ‌ ‌ لوکاٹے وچاٹے و ساٹے کتے
کھنارے کتے ہور کتے ہنبراں ‌ ‌ نہدی برگی دگولی وو ہنگراں
دسے تا او جلدی کے دقت اپنے آپ ‌ ‌ برادر ہے ساواں کے چوراں کے باپ
ہر یک مادواں انکی گویا پری ‌ ‌ دکھا دے جندر کوں اپس دلبری
کریں پھر جو کاویاں کی خوبی عیاں ‌ ‌ پڑے بیچ بیں دیکھ آپس لواں
کریں دوڑ میں آکر بارے سوں بات ‌ ‌ منڈاسا لے اس کا اڑیں بات بات
چیل ین سوں جاں انکے تل گر گر پڑیں ‌ ‌ چھپیں شعلہ باری کی بجلیاں پڑیں
ہر یک نیزہ بازی میں راقت پڑا ‌ ‌ کھیلے گا جندر بہت تے کاڑے کرڑا
جو دھن نوج کے ناز [illegible] نیٹ ‌ ‌ تو نیزیاں کی انگلی سوں کھولیں گھونگٹ
بھلے برق انداز رومی تمام ‌ ‌ تفنگ سوں کر نہار بادل کے کام

جھوجاراں کتے بھانت ہتیار کے
حضور آئے سب مرد اوچار کے

سلحے میں ہر یک تن مکمل دسے
یکس یک تے جلوے میں بادل دسے

بڑے دھاؤں دکھنیاں کے کوز ہتیار
ہتیاں کوں پھراتے یہ بانکاں سوار

پٹھاناں کے سوندل یہ کرڑی کمان
مھراٹیاں کے جھکڑے یہ اول اٹھان

دیکھت سب کوں شہ کی نظر خوش بھریا
سپاہاں کے طالع کی ہوئی برتری

کہے شہ دکھن کے ہمیں پادشاہ
تمیں بھان کی میراث داراں سپاہ

سپہ پن تمن جگ میں مشہور ہے
ولے ٹیک کی بی خبر دور ہے

دیکھا ناسپہ یہاں کا نت پھانچہ روپ
کہ ناخوب بیسے سورج باج دھوپ

مغل ناسپاہی سپاہی سوں کام
نہ لیویں سپاہی کا خوبیں سلام

دکھیں نت سکے باپ سوں اودماغ
دماغ ان کا ہوے اہل عزت کوں داغ

سمجھتا ہے جو مرد سپاہی کی قدر
سپاہی جو سمجے سپاہی کی قدر

جکوئی جیو جو بیچیا ہے عزت کے کاج
منگے کیا ہمن پاس کرنے مان باج

سپاہی کے ہم تیک کوں مان دیا
سپاہی کوں صف میں اول پان دیں

سپاہی تے ہے بادشاہی کوں زور
دسے صف کی خوبی سپاہی تھے ہور

نہ یک دل سپہ تس بزرگی ہے جھوٹ
بڑا او ہی نیں جس کے لشکر میں پھوٹ

خزینہ سپاہی ہوئے میرے پاس
گہر دان ہوں ہیں یعنے مردم شناس

کیا ہوں ہر یک تن کوں چن چن کے پیار
رکھیا سوں تمن کام میرا اعتبار

چلی آج لگ ہو یکس یکتے سات
تماری زباں ہور ہمارا سو بات

ایس بول رکھنے جیسے لاج ہے
او سب کام کرنے کا وقت آج ہے

ہمن گھر پہ کرب آ مغل سا غنیم
چلیا ہے بداندیش ہو کر عظیم

اچھی جس ہو میراث حب الوطن
اتے جیو دے گھر کوں رکھنا جتن

مجے نسام پر جن دسیا بے نظیر
کیا پل میں میں اس سپہ کوں وزیر

جنے کام پر خرچے ایس جیو کیا
کرب ہے بی میں اس کوں دولت دیا

دلیراں یو سب سن لچ اپنی مروڑ / لگے بولنے جیو کی پروا کوں چھوڑ
ہمیں سات پیڑی کی ہیں یاں قدیم / سنے ہیں کہ ہو گئے ہیں شاہاں عظیم
ولے کیں پڑیا نیں فلک کی نظر / کہ کوئی شہ ترے سان صاحب نظر
تجہ ایسا تو شاہاں میں صاحب جمال / نہ دوسرے بی عالم میں ہوئے تجہ مثال
تیرے خلق کوں خلق تسخیر ہے / بچن کی کرامت سوں توں پیر ہے
ہمن جیو تجہ خلق کے ہات میں / کئے ہیں فدا انکوں تجہ بات میں
اتھا اسم شاہاں کوں کر شہریار / تھہایا او تجہ ناؤں لے نامدار
کیا پیار سوں شہریاری تہیں / دسیا حلم کی جگ میں بھاری تہیں
سپاہی پنے کا تہیں قدر جان / بڈھایا ہے جگ میں سپاہی کا مان
تجہ آگے سپاہی کوں نیں جیو عزیز / جیا تو بڑا ہوئے موا تو بے چیز
سلامت توں اچہ کیا تیماں کو تم / کہ ہم جم کرے پرورش تجہ کرم
ہمن سات پیڑی تے کھا تجہ نمک / بدی سود ہر ہیں ترب الیس دل میں لک
صلابت ہماری ہے رستم کی دہات / ہمن یک انگے کیا ہیں دس لیوے ذات
ہمن تیغ سوں کیوں کریں دوستی / کہ رجپوت افیونی مغل پوستی
شہا آج اگر ہند دکنیاں کی پہاں / گنوراں لے آتے ہیں ہو گلہ بال
تیری فوج کی تو ہیں غازی ہمیں / کریں عید گر تیغ بازی ہمیں
دیکھیں لک گنواراں او دکنیاں کو پاڑ / کریں ذبح لاکھاں کوں ہر دم پچھاڑ
کہ اس گلہ بانی تے دھنگرا اٹھے / سنے تو دہنی نس [illegible] بچھٹے
دلیراں کے دل شاہ یوں آزما / بچن کا خلاصہ ہر ا[illegible] تن میں پا
نظر میں یک یک تن کوں کیا دکھوان / الیس بات سوں سب کوں دے دے کریان
بڑی سرفرازی کا دکھلا امید / سکھا کر دیے جیو خرچنے کے بھید
وہیں شہ وزیراں کو کر سرفراز / فرنگاں سوں مل خلقتاں دے نواز
کہے لے آپس فوج ہر صوبہ دار / ارسطوئے دوراں پہ دے اختیار

یکس یک کے جب سوں بہادر تمام — کرو متفق ہو کہ صاحب کا کام
جتے بات سوں دے کہ ہر تن کو چونپ — روانہ کیئے توکل یہ سونپ
دیئے جب رضا سب کوں شہ مہبلی — اٹھے سوچ بولے مدد یا علیؑ
ارسطوئے دوراں تو ہے حق پسند — کہ خلق خدا سوں ہے اخلاص مند
اول خوش خلاصی سوں دل سب کے ہات — کھیا ہو ہمیں آج یکس یک کے سات
آپس میں سنبھال آج خوب اتفاق — غنیماں کو جیو نے تے دینا فراق
لئے نوگزی سات فیروزہ انگ — دمامہ لئے فتح کا طاس سنگ
لکالک لئے بان کاری و بان — لئے کوہ دارو کی گولیاں کی کمان
لئے چق سلاحاں دھرن ہار آڑ — ہتھیاراں لئے خوب بکھرڑی سوباڑ
بہوت پادشاہی خزانہ لئے — نکل دیں مخالف طرف رخ کیئے
تلک خان شہزے نے قابو پچھان — مغل تک کیا باد ہو یک اٹھان
جھڑپ نیں دیا لک پو باڑا ہبڑا — ہدل دل علی کا چلیا کڑ کڑا
چلے رج سوں دکھنی دلاور جواں — وزیراں چلے نامور بیکراں
یک یک عمدہ یک ملک کا صوبہ دار — وزیراں ہر یک پاس کے کامگار
بھریں من میں دکھلا کہ یوں جوب تول — بڈھا نا ہے آج اس غنیماں یہ بول
بڑا دل مغل کا نہ اسنیڑ یا چہ لگ — وہیں خان شہزہ پچھاڑیا تلک
کہ دکھنی وزیراں چہ ہیں تول میں — لوہا مارتا ہوں اتن جول میں
دیکھوں آزما بازی قسمت سیر کوں — نکالوں تیرنگ کوں بی ٹک پھیر کوں
تیرنگ کام پر تیز یا دھرتا ہے کیوں — دندی پر کھڑگ کاٹ کرتا ہے کیوں
بھلے بھائی سب مل لڑا نہار ہیں — لوہا سر کشتاں پر کر نہار ہیں
پچھانے یہ سب کوں مغل بدنہاد — مرا ناؤں اول رکھے سب میں یاد
کہ قابو یہ ہو اس تردد میں تھا — یک اوچار کرنے کی خوش بد میں تھا
خدا ہو سکہ تس پاک نیت پہ شاد — کرم کر کے یوں منگے دیتا مراد
کہ جس جس حق ناؤں دینے پہ آسکے — تردد بی دیکھ تس دل میں لیائے

فرهنگ

فرہنگ

آ

آتماہٹ — اپنائیت

آچھتگی — ہوگی

آڈ — عداوت، دشمنی

آداب — سلام

آدمیں — آدمی

آدھار — سہارا

آسودا — آسودہ، مطمئن

آشتی — شانتی

آفتابہ — ایک قسم کا ٹوٹی دار لوٹا

آگل — اگلے، آگے

آگون — اگنی، آگ

آنب — آم

آنگ — جسم

آنگے — آگے، سامنے

آیاں — آئیں

آئینہ — آئینہ

الف

اُ — وہ

اُبھرنا — باقی رہنا

اَبولا — خاموش، گونگا

اَپار — بے حد، بے انتہا

اپاریں — نکالیں

اَپارنا — نکالنا

اُپاس — فاقہ۔ روزہ

اُپر — اوپر

اُتڑپ — اعلیٰ، خوب تر

اَپروپ — نادر

اَپَس — اپنا، اپنے، اپنی

اَپسیں — اپنے آپ، اپنے آپکو

اُپکار — احسان

اَپن — ہم، اپنا، اپنی

اَپناچ — اپنا ہی

اپنک — اپنا، خود کا، خود

اپنگ — اپنا

اپیں	آپ ہی، خود ہی
اَت	بہت، زیادہ
اِت	اِس
اِتّا	اتنا، اب
اُتار	صدقہ
اُتال	اب، اسی وقت
اُتاول	بے چین، بے قرار، حد سے گزرنا
اُتر	جواب
اُتم	اعلیٰ
اُتم سود	زیادہ سمجھ، سمجھدار
اتھی	تھی
اُٹ	اُٹھ
اُٹکہ	اٹھ کے
اُجال	اُجالا
اَجِت	سورج
اُجلے	سفید
اَجھوں	ابھی
اُچار	راز، تعریف
اُچانا	اٹھانا
اُچانے	اٹھانے
اَچپل	چاق و چوبند، خوش مزاج
اَچکل	خوش نصیب
اَچوک	بلاشبہ
اَچھریا	حوریں، پریاں
اَچھنا	ہونا
اَچھو	رہو
اَچھیں	رہتے
اَچھے	رہے، رہو
اخلاص خاں	بیجاپور کا وزیر و سپہ سالار
اَدِکل	ادھک، زیادہ
آدو	سورج
آدھار	سہارا، وسیلہ
اَدِھر	لب
آدھیرات	آدھی رات
اَدیک	ادھک، زیادہ
آدیکھے	دیکھے بغیر
اردگان	نجوم کی ایک جدول
ارگند	ایک قسم کا پھول
ارڑانا	چلانا، چیخ کر رونا
ارڑاے کر	رو دھو کر
اڑسری	مقابلہ، سرکشی
ازات	آزاد

اُساس	آہ
اُساساں	آہیں
اَسپاس	آس پاس
اُستوار	سیدھا
اَسنگت	ہجر، جدائی، فراق
اَصلا	بالکل
اقرار	وعدہ
اَگن	آگ
اَگن	ایک خوش آواز چڑیا
اَگیٹی	انگیٹھی
اُلنگ کر	پھاند کر، اُچک کر،
اَلنگی	چاہنے والی
اُلو لگ	اب تک
اُلیانی، الالی	جوش، جذبہ ولولہ
اُمت	زیادہ
اَمرت بچن	میٹھے بول میٹھی بات
اَمرت گھڑی، نیک گھڑی	
اُمس	جوش، اُمنگ، ہمت، خواہش
اَمول	انمول لاقیمت بیش قیمت
آنّ	رزق
اُن پان	دانہ پانی، روزی، تواضع
انپڑنا	ملنا، پانا
اَنت	بھید، راز
اَنتر	فرق
انٹ	ہاتھ، راز، کمر
انجن	سرما
اَنجو	آنسو
اَنجواں	آنسوؤں کی جمع
انجھو	آنسو
آند	اندر راجہ
آند	آنند، آرام
اندرے	اندھیرے
اندکار	اندھیرا
اندھارا	اندھیرا
اندھیرے	اندھیرے
اَنگ	جسم
انگ	آگ
اُنگل	انگلی،
اَنگے	آگے، سامنے، مقابل، مستقبل
آن مان	(انومان) اندیشہ، خیال
اُنن	انہوں نے، اُن

اَننگ — بے شرم
اَنوپ — انوکھا
اَنیاؤ — ناانصافی
او — وہ
اُوبال — جوش، جذبۂ غصّہ
اُوتالا — بیقرار، اوچھا
اوٹ — آڑ، پردہ
اوٹھیا — اُٹھا
اوجال — اجالا، روشنی، اجالا کرنے والا، روشنی کرنے والا
اُوچا — اٹھا
اُوچار — غلبہ، حملہ
اودھان — دوڑتا ہوا، جوش سے
اَورگن — قبول کرنا
اوڑ — اُڑ، اوڑھنا
اوڑنا — لحاف
اوس — اُس
اوساسان — آہیں
اوگن — بدخصلت
اَوگھڑ — ناسمجھ، بے سلیقہ
اوں دوزیں — قدیم زمانے میں

اَورلیچ — اول ہی، پہلے ہی
اونٹ وال — اونٹ والا، شتربان
اونٹن — اونٹنا، کڑھنا
اینا — اب
ایناں — اب
ایراپت — ایراوت، راجہ اندر کا ہاتھی
اینزار — ازار، پاجامہ
ایکیچ — ایک ہی
ایلا رُخ — اس طرف، کم تر
اِینوں — یہ
اِینوتے — اِن سے
اِینوتے — انہوں نے

ب

باٹ — راستہ، راہ
بارا — ہوا، آندھی، طوفان
بارندگی — بارش
باڑ — تیز دھار
باڑی — کھیتی
باڑی — کھیتی

باڑی والا	کسان
باغی جناں	باغ جناں
باسک	سانپوں کا بادشاہ
باتو	قاز
باقیچ	باقی ہی
باگھ	شیر
بالشت	تکیہ
بالشاں	تکیے
باتجے	خیال کرے، خیال کیے
بانہ	کپڑے، لباس، وردی
باول	دیوانہ
باؤ	ہوا، کام، زندگی
بابا	ڈالا
ببت	بپتا، مصیبت
بتر	بدتر
بتنگ آنا	بیزار ہونا
بتولا	پٹولا، ایک قسم کا سلک
بجالیا	بجالایا
بجد	بضد، اٹل، مستحکم
بجر	پتھر
بجے گا	بجھے گا
بچارن	سوچنا
بچاڑیا، بچاریا	سوچا، مشورہ کیا
بچن	بات
بچنا	بولنا، بات کرنا
بچھانا	بچھونا، بستر
بچھانت	پہچان
بچھاتے	بچھونے، فرش
بڈانا	بھگا دینا، ہرا دینا
بدل	بدولت، بدلنا
بدونت	عقلمند
بدھ	عقل، عقلمند، ایک ستارہ
بدھاوا	مبارکبادی، بدھائی
بڈھاتے	بڑھاتے
بڈھاپا	بڑھاپا
بڈھن	بوڑھا
بڈھی	بوڑھی
براں	وقت، باری
برچھیک	بچھو
بردولا	دولائی
برقا	برقع
برکالیے	برے برے بلیاں بلاور

بیلاڈر

برہ — جدائی، ہجر
برھے — بڑھے
بڑائی — بڑھئی
بزار — بازار
بس — زہر
بست — وستو، کپڑے، لباس، چیز
بستاں — وستو، لباس
بستی کرنا — قیام کرنا، رکنا، ٹھہرنا
بسرنا — بھولنا
بسلانا — بٹھانا
بسلائے — بٹھلائے، بٹھائے
بسلایا — بٹھایا
بسواس گھات کا — وسواس گھات، دھوکا
بسیاں — لمبی
بسکاین — حنظل، ایک کڑوا پھل
بکٹ — مشکل
بکنا — منہ بسور کے رونا
بکھانا — تشکر کرنا، پھیلا کر بیان کرنا۔ بیان کرنا
بل — طاقت

بلادور — صدقہ
بلی — قوی، طاقتور
بلمیاری — بلہاری، صدقے
بناں — دولھا، محبوب، سجن
بند — بوند
بندہ — غلام
بندی خانہ — قید خانہ، زنداں
بنگام — ہنگام، ہنگامہ، وقت، موسم، دفعتاً
بنے بن — بن بن، جنگل جنگل
بنڈنا — گھومنا
بنڈا، بنڈی — چٹان
بوجن ہار — جاننے والا، سمجھدار، عقلمند
بوری — بُری
بولالیوں — بلالوں گی
بوتبڑی } — چیخ پکار
بومڑی } — واویلا
بھا — ڈال، ڈالے
بھار — باہر، بوجھ، اعلیٰ
بھان — سورج، کمان
بھان ہارے — تیر انداز

بھاتا	ڈالنا، انڈیلنا
بہانا	حیلہ، بہانہ
بھانت	طرح، قسم
بھانو	سورج
بھاؤ	انداز، ڈالو
بھایاں	بھائی کی جمع
بھایاں کرنا	نخرے کرنا
بھٹا ہوا	بہتا ہوا
بھتر	اندر
بَھتر	تُوڑ، توڑ
بھترول	بہتر، اندر
بھجنگ	بل کھانا، سانپ
بھدرا	کینہ ور، بخیلی
بھرت	بھرواں، گھٹا
بھری	بحری، شکاری پرندہ
بھڑت	بھیڑ
بھڑکا	شعلہ
بھڑنا	مقابل ہونا
بھسم ہونا	راکھ ہونا
بھگ	بھاگ، قسمت
بھگے ہات	ٹوٹے ہاتھ
بھنجن	توڑنے والا
بھنور بھوگنا	مصیبتیں اٹھانا
بھو	بہت
بھُوت	بہت
بھوجن	کھانا
بھوجنگ	سانپ
بھوکا کر	پھونک کر
بھوگ	ہوس، خواہش
بھوگی	بوالہوس، عیش پسند
بھَومان	بہت عزت والا
بھونڈے	بد وضع، خراب، برے
بھُوئیں	زمین
بھید	جادو کا جنگل
بھیں	زمین
بھی پڑیاں	پامال، گرے پڑے
بیت	بیتنا، گزرنا
بیٹھیا	بیٹھا، بیٹھا
بے درنگ	بلا تاخیر، فوراً
بے ریب	بے شک
بنشین	بیٹھا
بے سک	مضطرب، پریشان

بے فام	غافل، بے عقل، بے سمجھ
بھوپچ	بہت ہی
بیگ	جلدی، جلد
بے گماں	بے شک
بے گنت	اَن گنت
بیگی	جلدی
بیل	نسل
بی	بھی

پ

پا	پاؤں، قدم
پاچ	کانچ، زمرد
پاچھے	پیچھے
پار	پھر، باہر
پاڑنا	پھینکنا
پاڑو	شکار
پال	گھاس، مینڈھ، منڈیر
پانڈر	پیلا، زرد
پائیا	پالیا
پت	برابر
پتال	پاتال
پت ورنت	پتی ورتا
پتھایا	بخشش کیا
پتیانا	بھروسہ کرنا
پٹھا	بھیجا
پٹے	کپڑے
پچھیں	بعد میں
پچھن	بعد
پدم	کنول
پراپت ہونا	حاصل ہونا
پران	جان
پراوپکار	احسان کرنے والا
پریت	محبت
پرتھم	زمین
پردرد	تخم کسار
پرس	پارس
پروش	آدمی
پرسن	پرسند خوشی
پرشن	پرشن، سوال
پرتو	قاز کے پر
پرک	پرکھ، آدمی

پیرکاج	کام نکالنے والا، کام بنانے والا کارساز
پرگور	پرایا جسم، دوسرے کا جسم
پریم	پریم، عشق، محبت
پرمل	خوشی، خوشبو
پُروپکار	احسان کرنے والا
پروار	پریوار، خاندان
پرورده	بامراد
پروس	غیر جنس
پسار کر	کھول کر، پھیلا کر، بچھا کر
پسرنا	پھیلنا
پس میں	بعد میں
پشتانا	پچھتانا
پُکاریا	پُکارا
پَن	مگر، لیکن
پُن	ثواب، نیکی
پنا کر	پہنا کر
پنائے	پہنائی، وسعت
پنبہ	روئی
پنت	پنتھ، راستہ، مارگ
پینکڑا	لڑکا

پنکھی	پنچھی
پنگرا	بچہ
پُنگڑیاں	بچے
پُوت	بیٹا
پُوچ	پوچھ
پُور	پُر، بھرا ہوا
پُورتی	حیثیت، پونجی
پوکارن	پکارنے
پوکارنا	پکارنا
پون	ہوا
پُونچ	دُم
پون ساز	ہوا کی طرح
پھانجہ	پھندا، جال
پھاندا	پھندا
پھتر	پتھر
پھترا	پتھر
پھتران	پتھر
پھرا	پلٹ کر، واپس
پھر آوے	لوٹا وے، واپس کرے
پھنکڑیاں	پنکھڑیاں
پھکے	پھول گئے

پُھنگ	پھول کر
پُھنگڑا	منفعت
پُھلوں	پھولوں
پُھوگیا	خوشی سے پُھول گیا
پُھول باڑہ	چمن، باغ
پھیر	دوبارہ، پھر
پھیرکر	لوٹ کر، واپس ہوکر
پھیلے	پہلے
پینا (پے نا)	پہنا
پیچھو	دوسری مرتبہ
پیکھن (پے کھن)	دیکھنا
پینچہ	پیچ وتاب
پینی (پے نی)	پہنی

ت

تاریاں	تارہ کی جمع
تانی	کمسن، ننھی بچی
تٹو	ٹٹو، چھوٹا گھوڑا
تثلیث	نجومیوں کی اصطلاح قمر اور سعد کے درمیان کا حصہ
تَد	تب
تُرُت	تُرنت، جلدی، فوراً
ترختا	تڑپتا
ترکش بندی	تیر کمان
تُرن	سہارا
تِرن	تیرنا
تُرنت	جلدی
تُرمتیاں	ایک قسم کا شکاری پرندہ
تُرنگ	گھوڑا
ترخیا	پھٹ گیا
تِس	جس سے، جس کی
تِس جس	جس کسی کے سرکار
تقا	قوی
تکٹ	زرین اور روپہلے چھاپے کا موٹا کپڑا
تگ بگی	تلملی (تل ملی)
تِل	لمحہ، پل
تَل	نیچے
تَل	وادی
تل اوپر	نیچے اوپر
تلملن	تلملانے، تڑپنے
تلیں (تلے)	نیچے، میں، اندر

تُم — تالاب کا پشتہ
تُمکن — (تم + کمنے) تمہارے پاس
تُنک — باریک
توَ — تب، تواسیاں، غالیچے
تُوجے — تجھے
تُوج — تجھ
تھانب — تھام
تھانبا — ستون
تھانپ کھانا — تھرتھرانا
تھانو — (ٹھانو) جگہ
تھپانا — پچھن
تھنٹے — تھاٹے
تھنڈا — ٹھنڈا، سرد
تھنڈانیر — شبنم
تھنڈگی — ٹھنڈک، سردی
تھنڈی — (امبیل) ایک قسم کی چیز جو چاول کے کنے اور پنیچ سے بنائی جاتی اور ٹھنڈک کے لئے گرما میں پی جاتی ہے۔
تُھیں — تو بھی

تے — سے، کے
تری — استری، عورت
تیزی — گھوڑا
تیواسی — طواسی، ایک قسم کا کپڑا
تینچ، تیوچ — ویسے ہی، ویسا ہی، تیوں ہی

ٹ

ٹاک — (ٹک) ذرا
ٹکیاں — ٹکے سکے
ٹنگانا — لٹکانا
ٹھار — جگہ
ٹھان — جگہ، مقام
ٹھانک کرنا — ٹھکانا کرنا، رہنا
ٹھاؤں — جگہ، مقام
ٹھکریاں — (ٹھیکریاں) مٹی کے برتن یا کھپریل کے ٹوٹے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
ٹھکنا — (ٹھٹکنا) ششدر ہونا، حیران ہونا
ٹھگلانا — دھوکے میں رکھنا
ٹھوپیئے — ضرب، مار

ٹھیر	ٹھہرنا، رکنا
ٹیک	ٹیلا
ٹیلا	ٹیکا

ج

جاب	جواب
جالا	دام، جال
جامدارخانہ	توشک خانہ
جُان	جوان
جان ہار	جاننے والا
جِتا	جتنے
جِتا تھاوتا	جتنا تھا اتنا
جِتے	جتنا
جِتی	جتنے ہی
جَرس	گھنٹہ
جَرم	ہمیشہ
جُرت	جواہر
جَڑت	جڑاوی
جَس	طاقت، قوت
جُعد	جوڑا
جگ	زمانہ، دنیا
جگ آدھار	دنیا کا سہارا، دنیا کا پالنے والا
جگندے	جاگے ہوئے
جلگ	جب، جب تک
جم	ہمیشہ
جم خانہ	آبدار خانہ
جمنا	سجنا، آراستہ ہونا، سنورنا
جناور	جانور
جنس	قِسم
جنک	باپ
جنگم	سادھو، سنیاسی
جنم	سدا
جنتے	جیسے، جن کے
جُودا	جُدا، علحدہ
جول	پیٹ
جوں	جیسے
جوئی	آبِ جُو، چشمہ
جھال	تپش، لو
جھانپنی	جھپکنا، چندھیانا
جھڑے	سوتے
جھکا	جُبہ

جُھل — جلن، حسد، رشک

جھل — دردھونی محبّت

جھلیا — جھیلا، برداشت کیا

جھکر — جھگڑا

جھوجاراں — جنگجو، فوجی، سپاہی

جھوجن کرنا — زور آزمائی کرنا

جھونٹ — جھوٹ

جیے — جو، اگر

جیب — زبان

جیندڑو — کف، سانپ کے منہ سے نکلنے والا کف

جیو — دِل، جان، زندگی حیات

جیوں — جیسے، مانند

جیوندے — جینے سے، دل سے

جیونی — جانی عزیز، چہیتا

جی — جس کسی کی

چ

چانپ — دباتا

چپ — بائیں

چُپ — بلاوجہ، بےسبب

چُپ — خاموش

چت — دل، فکر

چت دھرنا — توجہ دینا

چَتر — ہوشیار

چِتر — نقش و نگار، تصویر

چترراج — شہنشاہ

چَرن — پاؤں

چڑ — زیادہ

چَڑ — چڑھ

چَڑ آیا — چڑھ آیا، سبقت لیا،

چڑنا — چڑھنا

چُک — کچھ

چَک — آنکھ

چکا جوت — آنکھوں کا نور

چَک چار ہونا — نظریں چار ہونا

چَنچل — شوخ، چنچل

مُچکل — بھینچنا

چَکلنا — وسعت دینا، بھینچنا، آغوش میں لینا

چَلنت — عادت و اطوار

چمناں — چمن کی جمع

چنت — چنتا، فکر

چِنتا — فِکر

چند	چاند
چندر	چاند
چندرچہ	چادر، چاندنی کا فرش
چندنا	چاندنی
چُوب کر	چُبھ کر
چُوبے	چُبھے
چوپھر	چاروں طرف
چوترا	چبوترہ
چوڑ	چھوڑ
چوکدھن	چاروں طرف
چونپ	اُمنگ
چوندھیر	چاروں طرف
چُونے	چُنا، منتخب کرنا
چُونیا	چیدہ چیدہ، چند، چنندہ
چھاچھا	چھاچ
چھب	جھلک، ادا، انداز
چھتردھار	راجا
چھتردھارے	تاج وتخت والے (مراد راجا)
چھجا	چھت، پالکنی
چھجے	چھجا کی جمع
چھلے	چھالے
چھند	فریب، مکر
چھوٹک	نجات
چھوٹیا	نجات پایا، چھوٹ گیا۔
چیکڑ	کیچڑ
چیل پیل	چہل پہل

ح

حُب	محبت
حُج	حُجت۔ حیلہ، بہانہ
حد	سکت۔ مجال
حرص کو جلانا	نفس کو مارنا، لالچ سے بچنا
حمیلا	گجرے
حیفی کھانا	افسوس کیا کرنا

خ

خار	خوار
خرمی	خوشی، خوش خوش،
خلق	خلقت
خوار	ہیچ۔ بے حقیقت
خوب ہو	صحت پا کے
خوجے	خواجہ سرا
خوش بد	خوش فہمی
خیل خانہ	خاندان کے لوگ

د

داب	رعب
داٹ	شدید، گنجان
دارو	دوا، شراب
داس	غلام، نوکر
دان کارن	داد و دہش
داونی	دوپٹہ
دائم ثمن	ہمیشہ کی طرح
دٹاوین	ڈاٹیں
ددا	دایہ
ددانی	نوکرانی، انّا، دایہ
دُدھا	ڈرا ہوا، جلا ہوا
دُرجک	زیور کا ڈبّہ
درس	درشن، نظارہ، جلوہ
درسنیاں	درشن کی جمع
درونا	دل، سینہ
دِستا	دکھائی دیتا، نظر آتا
دِسے	دیکھے
دِشا	نیک گھڑی
دِشیا	خوش نصیبی

دعوات	دعا کی جمع، وظیفے، اوراد
دُکھ	دکھ
دُکتے	دکھ سے
دُکھوں	دکھوں سے
دُگ	پریشانی، الجھن
دَل	جمعیت، گروہ
دِل ریش	زخمی دل
دِل کی صفا	فرحت، صفائی قلب
دُنبال	پیچھے
دُنبیاں	بکریاں
دَند	دشمن
دَندی	دشمنی
دن، دِن ہار	دن کو روشن کرنے والا
دَنگی	حیراں
دنماں	صبح سے شام تک
دنیاں	دنیا
دولنا	ڈولنا، بہنا
دھا	دوڑنا، لپک کر جانا
دھات	طرح
دھاکوں	دھمکیاں
دھانا	پڑنا
دھاس	ڈسنا

دَھانوں	ڈھنگ
دَھائیا	داخل ہوا
دَھر	سمت، طرف، سے
دَھرت	دھرتی، زمین
دَھرتری	زمین
دھردھیر	طرف
دَھرنا	رکھنا، چھوڑنا، ترک کرنا
دَھرنہار	ڈالنے والا، رکھنے والا
دَھریا	رکھا
دَھڑ	تن، جسم، ثابت، سالم
دہلارا	آندھی
دھن	دولت، عورت
دھندا	دُھند، اندھیرا گھرا
دھندہ	کاروبار، سنسار
دھیر	طرف، سمت، میں، اندر
دھیرک	دھرج، دلاسا، تسلی
دھووتے	دھوتے
دھونی	دھواں
دوابخش	چارہ سحر
دُوج	دوسرا
دوجا	دوسرا
دود	دودھ
دودھرتی	دوطرف سے
دُوس	بُرائی
دوکھا	دوڑا
دونی	مقابلہ
دوھا	مقابلہ، سامنا
دوئے	دونوں
دیٹھا	دیکھا
دیک	دیکھ
دیکہ	دے کے
دیکھت	دیکھ کر
دیلا	دِلاکر، دے کر
دین	دِن
دیوا	چراغ
دیوُونگا	دوں گا
دیہہ	دینا، دے

ڈ

ٹانڈے	ٹانکا
ڈُھین باز	بازی ہارے
	بازی ہارنے والا
ڈُوبا	ڈوبا ہوا، ڈبیا
ڈومنی	ڈائن

ڈونگر	چٹان، پہاڑ
ڈونگے	گہرے
ڈونگھے	گہرے، مہرا
ڈھانک	ڈنک
ڈھکار	ڈھیر
ڈھگار	ڈھیر
ڈھنڈ ڈھنڈ	ڈھونڈتے، ڈھونڈتے
ڈھنڈنے	تلاش کرنے، ڈھونڈنے
ڈھون بار	اٹھانے والا

ر

راتوا	رات
راج بھاری	بادشاہ
راج تھل	راج ترک کرنا
راجیاں	راج کی جمع
راس	سیدھا، صاف، انبار راست، سچ
راساں	انبار
راست راستہ	سیدھا، دائیں، دہنا
راسریاں	رسیاں
راک	رکھ
راک	راکھ
راکھی	کھڑاؤں
رام ہونا	غلام ہونا
ران کر	راندہ کر کے دھتکار کے
رانواس	محل، گھر
راوت	بہادر
راؤں	جوگی
راوال	طوطا
رائے	بادشاہ، دربار کی امیر
رَج	راج
رَچ	رچنا، بنانا
رُچ	جذبہ
رَچ رَچ	آہستہ آہستہ
رچیں	جمانا، سجانا، آراستہ کرنا
رخن	رُخ، طرف
رسیدے ہوئے	کامل ہوئے
رَک	رکھ
رَکت	خون
رُکھ	درخت
رگت	رکت، خون
رُندنا	پامال کرنا
رَوا	جائز
رُوپ	چہرہ

رُوت	موسم
رُوکھ	درخت
رہواسیاں	رہنے والے
ریزہونا	لٹانا
ریش	زخم
ریشار	ریشہ، بال
رِی	رعیت
رَین	رات

ز

زخم تازی کیا	زخم تازہ کیا
زَنب	دم
زَنگ ہونا	زور
زُوادو	ایک قسم کی خوشبو
زُورسادن	کشتی، ورزش
زُورسادھن	ورزش، کشتی
زیچ	زائچہ

س

سَانت	ساتھ
سَاتو	ساتوں
سَاج	سج، سازوسامان
سَار	طرح، مانند
سَامن	سامنے
سَاند	دراز، دراز
سَاندرے سَاندرے	آہستہ آہستہ
سَاو	ساہو، دولت مند، قرض دینے والا قرض اور رہن کا کاروبار
سَرانا	مکمل کرنا، ختم کرنا، پورا کرنا
سَراگا	ختم کرے گا، مکمل کرے گا پورا کرے گا۔
سَرانے	سرہانے
سبھ	سب
سبھا	دربار، مجلس، محفل،
سُبیت	عُمدہ
سِپارش	سِفارش
سَپورن	مکمل، کامل
سَپن	سپنا، خواب
سُتا	کھنچ آتا، کھنچ گیا
ستیکار	وقعت، قیمت
ستمی	ظالم، ستم ڈھانے والا
سُتے	سُوتے ہوئے
سٹ چلے	چھوڑ گئے،
سٹکا	موٹی لکڑی، عصا، ڈنڈا

سٹنا	چھوڑنا، ڈالنا
سٹیا	ڈالا
سُجات	نیک بخت، سگھڑ، اچھی ذات والی
سَجن	قید خانہ، قفس
سچیں	بے شک، سچ مچ، واقعی
سنچنچ	بہت زیادہ، شدید
سَد	دیوار
سُد	ہوش
سُدبُد	سدھ بدھ
سُدرنگ	
سَراما	ختم کرنا
سراون	سراہنا، تعریف کرنا
سُرب	سب، تمام، کل
سِرتے	پھر سے، دوبارہ سرے سے
سُرج	سورج
سرخواص	صدر خواص، خواصوں کا افسر
سَرس	کامیاب، زیادہ
سرک	گانٹھ
سُرگ	سورگ، جنت
سرگھنڈ	سر، پیشانی
سَرن	سلام
سرنا	زیب دینا
سرنے	پھول
سُروپ	خوبصورت، خوبصورتی
سَرونگ	سراپا (مرہٹی)
سَریر	شریر، جسم
سَربراں	تخت
سَسا	خرگوش
سَعد	نیک، خوب
سُک	سکھ
سَکت	طاقت، مجال
سُکت دار	قادر، طاقت ور
سُغلی	تمام، سب
سُکھ کر	سوکھ کر
سُگل	تمام، سب
سُلی	سولی
سَلکھن	اچھے اخلاق والی
سَلول	سلونا، خوبصورت
سم	برابر
سم اچار	سماچار، خبریں
سمد	سمندر
سَنج	سمجھ
سُنا	سونا

سنبھال	سنبھال
سنچریا	آہٹ، آواز
سندیہہ	شک
سنک	سنکھ
سنکات	ساتھ
سنگی	شنکھ
سموکھیہ	روبرو، آمنے سامنے
سنور	طریقہ
سن ہار	سننے والے
سفنے	سونے میں، خواب میں
سمنے	سپنے
سننے لگ	سننے تک
سوباس	خوشبو
سود	زیادہ نفع
سود	سُد
سوزنگ	گلشن
سور	سورج
سورات	حرص
سوس	سوچ، فکر
سوس کرنا	محسوس کرنا
سوسرخاں	پرندے
سولکھن	اچھے صفات، نیک خوش کن اخلاق

سُوں	قسم
سونٹا	ڈنڈا
سوندل	جنگ
سوندی	جوڑ، دراڑ
سونے کر	سن کر
سُہنا	زیب دینا
سُہنڈ	ایک خار دار جھاڑی
سُہے	زیب دے
سی	گا، گی، گے
سیا	کالا خرگوش (سیاہ)
سیر	شیر
سیس	سر
سین	خواب
سینا	سینہ، چھاتی
سیندھنا	کنویں یا باؤلی سے پانی کھینچنا
سیوٹ	بے حد، بے انتہا (رہٹی)
سیوک	غلام، نوکر
سیونا	سیوا کرنا، خدمت کرنا

ش

شُشنا	گرمی

شَہاب	شہاب
شَب تیز	شب دیز، مشکی گھوڑا
بِشتاب	جلدی
شَرزہ	شیر کا بچہ
شَر شور ہوا	شرابور ہوا
شَدید	بعید

ص

صُبا	صبح
صَبوری	صبر
صَدرے	سدراہ
صَفا	صاف، پاکیزہ
صَلابت	ثابت قدمی

ط

طائب	تائب
طبلک	آسمان
طپانچیاں	طمانچہ
طشت	بیسن، ہاتھ منہ دھونے کا برتن
طلخ	تلخ
طبقیاں	کھڑکی
طواسیاں	قالین، قنات لپیٹنے

طور طور	متغیر
طومار	نقش

ع

عجائب لگنا	عجیب معلوم ہونا
عرابے	ارابا، توپ گاڑی
عرق	شبنم، پسینہ
عشراق	اشراق
علف	چارہ، غذا
عیسوی فن	معجزۂ عیسوی

غ

غدیر	گہری
غُطّے	غوطے
غُلبلا	غلغلا، شور
غمخار	غمخوار، غم خوار

ف

فَام	فہم
فَرخ	مبارک
فرنگ	بندوق
فِرنی	قینچی

فن	مکر، عقلمندی، سمجھ بوجھ
فند	دھوکہ فریب

ق

قاعِد	قیدی
قاید	قید
قضااللہ	اچانک، اتفاقاً
قِفا	پیچھے
قل قال	قیل و قال
قماش	ایک قسم کا کپڑا، سازوسامان
قوت	غذا

ک

کاج	کام
کاخ	محل
کارن	کے لئے
کاڑھ	نکال
کاڑھیا	نکالا
کاس	تانبے کا سکہ
کال	کالے، کالا
کالج	کلیجہ
کام کارن	کام کے لئے، تقریب کے لئے
کھانب	درخت کا تنہ
کانٹھ بازی	کاٹھ کی ہانڈی، لکڑی کی ہنڈی
کاں سے	طشتریاں
کاوڑی	بزدل
کُبل	مشکل، دشوار، شاید
کُپال	پیشانی، سر
کپٹ	دغا
کِت	کہاں
کُتوال	کوتوال
کِتے	کتنے
کِتیاں	کتنے ہی
کَٹ	راز
کٹن	کٹھن
کُجات	کم ذات
کچ	کچھ
کچکول	کشکول
کچوانے ہیں	جھجکتے ہیں، کراہت کرتے ہیں
گد	کپٹ، کدورت
کدھاں	کبھی
کرا	کا
کُرب	
کرتار	کارساز، پروردگار

کرڑی کماں	سخت کمان
کرِسی	کرے گا
کرکر	اس لئے، اس سبب سے
کرم سوں ٹہک کر	قسمت کے مارے
کرن	کرنے کیا، کان کرتا
کُرنش	کورنش، سلام
کرونٹ	کروٹ
کِسوت	کپڑے، لباس
کِسوتِ خاص	خلعت
کسوں دھیان	کس کا دھیان
ککڑی	مرغی
گللوت	تدبیر (برائی کی) آپ سوچنا حرص، خواہش
کُلف	قفل
کلنگاں	قلنگ کی جمع ایک بحری پرندہ
کِن	کون، کیسا، کوئی
کَن	کان
کَنا	کہنا
کنبلی	کمبل
کنپے	کلپنے
کنٹھ ماں	کنٹھ ماں، گلے کا ہار
کنٹھ	گردن، گلا

کنچن	سونا، زرد، پیلا
کندن	سونا
کنشٹ	ادنیٰ، سب سے چھوٹا، حقیر
کنک	سونا
کنور (کنور)	شہزادہ
کَنی	کہتی ہوں
گو	کہو
گُو	کوئی
کواتے	کہلاتے
کواڑاں	دروازے کے پٹ
گوپ	غصہ
کوپیاں چینی کیاں	چینی کی پیالیاں
کوتری	کتا
کوٹ	قلعہ
کوٹھری	کمرہ، حجرہ
کورس کیا	مار ڈالا
گوس	دو میل کا ایک کوس
گوک	کمر
گول	قول
گُول	مکار، لومڑی کی طرح چالاک
کولا	لومڑی

گونی — کونلی
گون — کون
گوں — کہوں
گونڈن — قید، حبس
کھانپ — تنا
کھان — کان، معدن، خزانہ کھانا
کہاں — کاں
کھاندا — کنڈھا
کہاوے — کہلائے
کھتر — کھٹا
کتھے — کھوتے
کچھواکے — گھبرا کے
کھد پڑنا — تڑپانا، ٹپک ٹپک کے مارنا
کھرانی — کھارا، کھاری
کھرگ — تلوار
کھڑگ — تلوار
گھن — معدن، کان، خزانہ
کہن — پرانا
کہن پرورد — بوڑھا غلام
کھندا — کاندھا
کھنڈے — کھن، طبق
کھنڈیاں — کھنڈی، بیس کی ایک کھنڈی
کثرت، توجہ

کہن بار — کہنے والا
کھید پریا — بھگایا
کھیری
کھیلٹی — مصیبت، تکلیف
کہیے — کہتا تھا
کھیا — کیا
کئی — کہیے
کی — کیوں
کی — کہہ
کیت — کہہ
کیا — جسم
کیتا — کتنا
کیرے — کیڑے کا
کیلی — مخمور
کیڑا — کا
کیند — گیند
کہئیں — کہیں

گ

گانٹھرن — گانٹھ پڑنا
گانڈا — گنا، گنڈیریاں
گاہنارے — (گان ہارے)

گانہارے	گانے والے
گاؤدی	نادان، کم عقل، بے وقوف
گج	ہاتھی
گج متی	بڑا موتی
گج مست	مست ہاتھی
گرجن	بازگشت، گونج
گرد	اطراف
گڑھ	قلعہ
گلے داٹ	گلے تک
گلے	پگھلے
گل کار	مستری، راج
گل چاند	گلِ چاندنی
گل	گلا
گمت	کھیل تماشہ
گمت گاہ	بازی گاہ
گمتے	گزرتے
گمنا	گزارنا
گن بھریاں	پُرفن، سلیقہ شعار عورتیں سگھڑ عورتیں
گنبھیر	غور شدید
گند	بدبو
گندانویں	گوندھے ہوئے

گن ندھاں	عالم، فاضل
گنے	عقلمند
گوڑ	
گون کرنا	جانا
گھر سنج	سخن سنج
گھنے	زیور (سے گہنے)
گہنے	زیور
گھابرا	گھبرایا ہوا، پریشان
گھات	داؤ، وار، نشانہ
گھاند	ڈالتا
گھال لینا	چھڑی پھونک لینا
گھانٹ	گھنٹی
گھانٹی	گھنٹی
گھاؤ	زخم
گھٹ	کم، کمی
گوٹ پکڑنا	مضبوط پکڑنا
گھر بیچ	گھر میں
گھر داس	خانہ زاد
گھرے گھر	گھر گھر
گھڑات	گھڑیاں
گھنسٹ دل	مضبوط دل
گھیری	گھڑے گز سے زیادہ

گھوڑ	کچرے کی کنڈی گھورا
گھوڑ پھوڑ	سوسمار (ایک جانور)
گیان	خیال

ل

لانب جھانپ	آنکھ مچولی، میل ملاپ، اختلاط
لاٹ کرنا	لوٹنا، زیر کرنا
لاڈوں	لاڈ پیار سے
لاف بد	غیبت
لاگ	(لگ) تک
لانچھ	لالچ
لبد	(لابد) بے شک لازمی
لبدانا	مائل کرنا
لت	لات
لٹیا	لوٹا، واپس آیا
لک	لاکھ
لک لکاتی	چمکتی، دمکتی
لکھن	لچھن، عادات اطوار
لکھن	لاکھوں
لگا لگ	صف بستہ، ایک کے بعد ایک
لوح	تکلیف
لوح	تختی
لوک	جگ
لونچے	نوچے
لئی	بہت
لیتا ہے نیر	غسل صحت کرتا ہے۔
لیجا	لے جا
لجاون	لے جانا
لجاویں	لے جائیں گے
لجائی	لے گئی
لیکہ	لے کر
لیہہ	لے لیتا ہے

م

مائی	مٹی
مادہی	مادہ
ماراں	(مار کی جمع) سانپ
مارکی	معرکہ
مارگ	راستہ، راہگزر
ماس	گوشت
ماس	مہینے
ماگ	مارگ، راستہ
مان	عزت، اعزاز
مارا	[redacted]

مان راکھیا	مات
مانج کر	جلا دے کر، چمکا کر
ماندے	تھکے ہوئے
متی	مست
منج	میرے
مجھے	مجھے
محبوب در	درِ محبوب
محا	مقام
مد	شراب
مندری	کان کی بالی
مدن بان	پھول
مدھم	اوسط
مرگ	ہرن کی کھال
مرگ	موت
مرگان کر	ترک کر کے سنیاس لے کر
مرگ پوست	لاش، جنازہ
مستعد ہونا	تیار ہونا
مسخراگی	مسخراپن مسخرگی
مسلم	بالکل، واقعی
مشاقت	مشقت
مشاہدہ	مشاہدہ
معتاد	بندگی
مکھ	مکھ
مک مکاتی	بھکتا
مکٹ مال	طرہ، سر کا زیور
مکر و ماؤ	مکر و فریب
مکہ	پہرہ
ملک	زمین، جاگیر
من آس	من کی مراد
منا، مناں	منع
مناب	
منتاں	منت کی جمع
منجھار	منجدھار، بیچ میں
مندھر	محل
منڈاسا	پگڑی، عمامہ، شملہ
منکے	تسبیح کے دانے
منگن	مانگنے
منگہار	مانگنے والا
منگے	مانگے
منے	میں
موچا	بند ہونا
مکھوک	مکھڑا، منہ
مویت	عاشق
موئی	مردہ

موئے تن — مُردہ جسم
مُراٹے — مرہٹے
محلدار — محل دار
مہتنہ — طعنہ
میگھ — بارش، بادل
میل کر — مل کر
میلا — ملا
مین — ادنیٰ، ذلیل
میہوں — میہنہ

ن

ناڈلے — جنبش نہیں کی، حرکت نہیں کی
نازنی — نازنیں
نافام کر — نہ سمجھ کر
نانو — نام
نائب
نبیاڑے — بنائے، نکالے
نت — ہمیشہ
نیٹ — فوراً، بالکل، تمام سراسر
نپیاڑا — تصفیہ کیا
نجھا — غور سے
نجھانے — غور سے دیکھنے

برنچھل — صاف، خالص
نچل سک — نہ چل سکے مر سکا
نَد — ندی
نَدھاں — خزانہ
ندے کر — نادے کر
نر دھار نرادھار — بے سہارا
نرمل — صاف، شفاف
نرنکھار — جس کی صورت نہ ہو، بے شکل
نرہ شیر — شیر نر
نزیک — نزدیک
نِس — رات
نسوس کر — نہ محسوس کر
نفا — نفع
نُقرہ — چاندی
نقل — نخل، کھجور کا درخت
نک — ناخن
نک — ناک
نکو — نہیں
نکو کرو — مت کرو
نکھیتر — ستارے
نکھند — مکمل
نلاجا — بےشرم بےحیا

نمّا	بتا، دِکھا
ننھے	چھوٹے، کم سِن
نوا	نیا
نول	عجب، انوکھا، نیا، جدید
نوپڑ	نوتہہ، نوطبق
نورانا تن	نورانی تن، حسین
نوکھنڈ	نُہ، فلک
نوایا	جھکایا
نہہ	محبّت
نہ کرسی	نہ کرسکے
نہ کس خیر	کسی کی نیکی بھی
نہ کہہ سکے	نہ کہنے سے
نھاٹنا	چھوڑنا، بھاگنا
نھاس	دوڑ
نھاسنا	دوڑنا، بھگنا
نھالی	توشک
نھنوا دپن	بچپن
نیاؤ	انصاف
نیب	نیم
نیر	پانی
نیراس	نراس، ناامید، مایوس
نیر پائن	باوی کا پانی
نیر سیندھن	باوی سے پانی کھینچنا
نیر ٹنا	لٹکنا، فکر میں لگے رہنا
نیکا	بھلا، چنگا، درست، صاف ستھرا، عمدہ، نیک، خوش، اچھا
نیک فن	خوش اخلاق
نیکل	نکل
نیکھا	نیک، اچھا
نیل کنٹھ	نیل کے کنارے
نیں	نہیں

و

واز آئی	باز آئی
والا	ایک قیمتی باریک کپڑا
واں	وہاں
وتیاں کو	انتوں کو
ور	حاوی
وراس	پلٹ
ورتمان	زمانہ حال
ور ہونا	حاوی ہونا
وزا	وضع
وضا	وضع، طرح

وعدا	وعدہ
ولے	لیکن
ونواس	بن باس
ووں	ویسے ہی
ویناگ	مصیبت
ویراگی	بیراگی، سنیاسی
ویل	وقت، گھنٹہ
ویں	تب ہی

ھ

ہاتھ پاؤں لینا کوشش کرنا

ہاک	ہوک، آواز، نعرہ
ہانک مارنا	چلّانا
ھانکا سوں	آہوں سے
ہوا کو نکلنا	سیر کو نکلنا
ہت	ہاتھ
ہت پاؤ	ہاتھ، پاؤں

ہت متاری کیا

ہودج	بیہودہ
ہرتن	ہر شخص
ہری	ہاری
ہست	ہاتھی
ہلاکی	ہلاکت
ہلو ہلو	آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے
ہلوں	آہستہ
ہمن کوں	ہم کو ہمیں
ہنڈی	ہانڈی
ھور	اور
ہوڑ	بازی، شرط
ہوڑ	جاہل، احمق
ہوسی	ہوگی
ھول	پریشانی فکر
ہوں کہنا	تصدیق کرنا
ہیا	دل
ہیتاں سوں	ہیبت سے
ہویلدار	فوج کا ایک ملازم حوالدار
ہیچ	بے عقل، بے وقوف

ی

یاں	یہاں
یاں لگ	یہاں تک
یانہ	یعنی
یکتل	ایک لمحہ
یکٹ	ایک، واحد

یکس کو یکس — ایک سے ایک

یکوجی — شواجی کا علاتی بھائی جو ملازم سرکار بیجاپور تھا۔ شاہ جی کا دوسرا بیٹا

یکہ — یکتا۔ منفرد، اکیلا

یکیاں — معاوضہ، قیمت

یکیٹ — تن تنہا

یو — یہ، ان

یئی — یہ، ہی۔